بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب	: ''قُرْاٰنًا عَجَبًا''(پارہ 22)
مصنفہ	: نگہت ہاشمی
طبع اول	: اپریل 2018ء
تعداد	: 2100
ناشر	: النور انٹرنیشنل
لاہور	: H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر	: 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی	: گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر	: 0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد	: A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر	: 03364033050, 041-8759191
ای میل	: sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ	: www.alnoorpk.com
فیس بک	: Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝٣٠﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آ جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 1

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾

''اورتم میں سے جواللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے اوراُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کررکھا ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اورتم میں سے جواللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے اوراُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کررکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اورتم میں سے جواللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گی'' یعنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن میں سے جوکوئی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت شعار ہوگی اور اوامر ونواہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گی اور کسی کام میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

(2) ﴿وَتَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کرے گی'' فرائض کی پابندی کرے گی اور نوافل اور دیگر بھلائیوں کا اہتمام کرے گی خواہ تھوڑا یا زیادہ۔

(3) ﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ ''اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کا مقام اور مرتبے کے مطابق ان کا اجر دوگنا ہوگا۔

(4) ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اوراُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کررکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کو جنت کی بشارت ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کی، اعمال صالح کیے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوں گی۔ جو جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یا ارحم الراحمین! اعلیٰ علیین والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور اس مقام اور مرتبے تک پہنچا دے، یقیناً تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو رب عرش عظیم ہے۔ (آمین)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کے لیے نیکیوں کا دوہرا اجر کیوں ہے؟

جواب: دوہری ذمہ داری کی وجہ سے جیسے گناہوں کا وبال دوگنا ہوگا ایسے ہی نیکیوں کا دوہرا اجر ہوگا۔

سوال2: قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: قنوت کے معنی خشوع وخضوع اطاعت اور عمل صالح ہیں۔

سوال3: اعمال صالح سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیک اعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہے مثلاً ہر وقت تمام اعضاء، زبان، ہاتھ، پاؤں Gestuers وغیرہ کو کنٹرول رکھنا۔ Interpersonal Relationship درست رکھنا۔ پوری سوسائٹی کی Overall ذمہ داریاں ادا کرنا۔

سوال4: رزق کریم کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے؟

جواب: دنیا میں نیکیوں کا دہرا اجر ہے اور آخرت میں رزق کریم۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (32)

سوال1: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو گفتگو کے جو آداب سکھائے گئے ان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ ''تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو'' تمہارا مقام عام عورتوں جیسا نہیں، تمہارا مرتبہ عظیم ہے، تمام عورتوں پر تمہیں فوقیت حاصل ہے تم امہات المومنین ہو کوئی عورت تمہارے درجے کو نہیں پہنچ سکتی کہ تم خاتم النبین کی ازواج ہو۔ اپنی قدر پہچانو اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت میں دوسری عورتوں سے بڑھ جاؤ۔

(3) ﴿اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو'' اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(4)﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ ''تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو'' مردوں کے ساتھ گفتگو میں، تم ان کے ساتھ براہ راست مخاطب ہو یا وہ تمہاری گفتگو سن رہے ہوں تو تم دھیمے لہجے میں، رغبت دلانے والی نرم کلامی نہ کرو۔

(5) یعنی نرم کلامی سے منع نہیں کیا: بلکہ ایسی نرم کلامی ممنوع ہے جس میں مرد کے لیے عورت کی اطاعت اوراس کے انکسار کی جھلک ہو۔ اطاعت منداور جھکنے والے کے بارے میں کسی قسم کا طمع کیا جا سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جو کوئی ایسے نرم لہجے میں بات کرتا ہے جس میں اطاعت اور جھکاؤ کی جھلک نہیں ہوتی بلکہ اس میں ترفع اور مدمقابل کے لیے سختی ہوتی ہے۔(سعدی:3/2145,2146)﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۴۳) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۴۴)﴾ ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔'' (طٰہٰ:43,44)

(6)﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ ''کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے'' یعنی جس کے دل میں نفاق ہے، یا جس کا ایمان کمزور ہے وہ لالچ میں پڑ جائے گا۔

(7) یعنی شہوات زنا کا مرض۔ بے شک ایسا شخص تیار رہتا ہے اور کسی ادنیٰ سے محرک کا منتظر رہتا ہے جو اس کو متحرک کر دے کیونکہ اس کا قلب صحت مند نہیں اور صحت مند قلب میں کسی ایسی چیز کی شہوت نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو۔ اس کے قلب کے صحت منداور مرض سے سلامت ہونے کی وجہ سے اسباب گناہ اسے حرام شہوت کے لئے متحرک کر سکتے ہیں نہ اسے اس کی طرف مائل کر سکتے ہیں، بخلاف اس قلب کے جو مریض ہے۔ وہ اس چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا جس کا متحمل ایک صحت مند قلب ہو سکتا ہے، وہ اس چیز پر صبر نہیں کر سکتا جس پر ایک صحت مند صبر کر سکتا ہے، لہذا اگر ایک ادنیٰ سا سبب بھی اسے حرام کی طرف دعوت دے تو وہ اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اور اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔(سعدی:3/2144)

(8)﴿وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (i) رب العزت نے مردوں سے نرم لہجے سے بات کرنے سے روکا ہے تو اس وہم کو بھی دور کیا گیا ہے کہ شاید درشت کلامی کا حکم ہے۔ رب العزت نے اسی لیے حکم دیا کہ معروف بات کرو۔ جس میں اگر دھیما پن اور نرم کلامی نہیں تو درشت لہجہ اور بد اخلاقی پر مشتمل گفتگو بھی نہیں ہونی چاہیے۔ (ii) اسلام عوت کو مرد کے ساتھ ضرورت کے مطابق بات کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر معروف بات ہو۔

سوال 2: جس وقت اسلام آیا اُس دور میں عام عورت کی حالت کیا تھی؟

جواب: (1) جاہلی دور میں عام عورت کو گری ہوئی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔

(2) عورت کو محض شہوت رانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

(3) عورت اور مرد کے درمیان تعلق میں حیوانی پہلو کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔

سوال3: اسلام نے خاندانی تعلقات کی تنظیم کیسے کی؟

جواب: (1) اسلام نے خاندان کو اجتماعی تعلقات کی بنیاد بنایا۔

(2) اسلام نے خاندان کو بنیادی نرسری قرار دیا۔

(3) اسلام نے انسانی شخصیات کی تربیت کے لیے اور انسانوں کو پاک اور صاف رکھنے کے لیے، ان کے خیالات اور شعور کو پاک رکھنے کے لیے انتظامات کیے۔

(4) اسلام نے خاندان کی روحانی پاکیزگی کے لیے اس تعلق کو عریانیت اور بے راہ روی سے پاک کیا گیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے مثالی گھرانے کو منتخب کر کے اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بلند مقام کا ذکر کرنے کے بعد اس مقام بلند تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ بتایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن پر واضح کر دیا کہ وہ مقام بلند تک تقویٰ کے ذریعے پہنچ سکتی ہیں۔

سوال5: تقویٰ کیا ہے؟

جواب: ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور خوف سے بھر جاتا ہے۔

تقویٰ بندے اور ربّ کے درمیان سچا رشتہ ہے۔

سوال6: تقویٰ کی پابندی کیوں عائد کی گئی؟

جواب: تقویٰ کی وجہ سے ہی یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ آخرت برباد نہ ہو جائے۔ جن دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

سوال7: اسلام نے مثالی گھرانے کے افراد کے تعلقات کی پاکیزگی کے لیے پہلا حکم کیا دیا؟

جواب: عورت کی آواز میں جو فطری دل کشی، نرمی اور نزاکت ہے وہ مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے کہ نرم لہجے سے بات نہ کرو۔

سوال8: نرم لہجے سے بات کرنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟

جواب: نرم لہجے سے بات کرنے کی وجہ سے بیمار دلوں اور کمزور اخلاق کے لوگوں کے اندر لہجے کی نرمی سے بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ مائل ہو سکتے ہیں۔

سوال9: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو مخاطب کر کے خاص طور پر نرم لہجے میں بات کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا رابطہ بار بار دوسروں سے ہوتا تھا۔لوگ دینی اُمور میں راہ نمائی کے لیے ان کے پاس آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ نرم لہجے میں بات نہ کرو۔

سوال10: مردوں سے گفتگو کے وقت نرم لہجے کو کیسے کنٹرول کیا جائے؟

جواب: مردوں سے گفتگو کے وقت لہجے میں نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن رکھا جائے۔ یہ کام ارادے سے ہوسکتا ہے۔

سوال11: کیا لہجے کی نرمی کو کنٹرول کرنے کے لیے عورت کی آواز کو پردہ بنایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نرم لہجے پر پابندی عائد کی ہے جو بُرا خیال پیدا کرسکتا ہے مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرسکتا ہے اس کے لیے بات کرنے پر پابندی عائد نہیں کی ظاہر ہے جب بات ہوگی تو آواز آئے گی جب آواز ظاہر ہوگئی تو اس پر پابندی نہیں تو آواز کا پردہ نہیں نرم لہجے پر پابندی ہے۔

سوال12: کیا اسلام عورت کو مرد کے ساتھ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: اسلام عورت کو مرد کے ساتھ ضرورت کے مطابق بات کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر معروف بات ہو۔

سوال13: معروف بات سے کیا مراد ہے؟

جواب: معروف بات سے مراد ایسی بات ہے جس میں کوئی لفظ معروف قاعدے اور اخلاق کے منافی نہ ہو۔

سوال14: معروف بات کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: (1) معروف بات میں لہجہ نرم نہیں ہوتا لہجے میں روکھا پن ہوتا ہے لیکن گفتگو اخلاق کے دائرے کے اندر ہوتی ہے۔

(2) معروف بات میں کوئی منکر بات نہیں ہوتی۔

(3) معروف بات میں گپ شپ نہیں ہوتی۔

(4) معروف بات میں مزاح نہیں ہوتا۔

(5) معروف بات غیر سنجیدہ نہیں ہوتی۔

(6) معروف بات کا موضوع بے راہ روی کی طرف مائل کرنے والا نہیں ہوتا۔

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' (33)

سوال1:﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' گھروں میں قرار پکڑنے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو'' یعنی گھر سلامتی اور حفاظت کا مقام ہے۔ گھر میں قرار پکڑیں اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔

(2) قرن کا مادہ اگر' ق ر ر' سے مشتق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں قرار پکڑیں۔ اور اگر قرن کا مادہ ' و ق ر' سے مشتق سمجھا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں وقار کے ساتھ رہیں۔ دونوں صورتوں کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل گھر ہے۔ عورت گھر سے باہر ضرورت کے تحت جاسکتی ہے، بلاضرورت نہیں۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا گھر سے باہر بے حجاب پھرنا شاق گزرتا تھا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے سنی تو گھر آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی ایسی گفتگو کی۔ اس وقت آپ ﷺ میرے گھر میں تھے اور بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی آنا شروع ہوگئی، پھر وحی کی حالت موقوف ہوگئی اور ہڈی اسی طرح آپ کے ہاتھ میں تھی جسے آپ ﷺ نے ہاتھ سے رکھا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عورتوں کو ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی'' (بخاری)

سوال2: عورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے گھر کو جائے قرار بنایا عورت کے گھر میں رہنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) عورت اپنی فطرت کے مطابق گھر میں رہنا پسند کرتی ہے گھر میں رہ کر عورت فطری زندگی گزارتی ہے۔

(2) گھر میں رہنے سے عورت غلط کاموں میں مصروف نہیں ہوتی۔

(3) گھر میں رہنے سے عورت معاش کی مشقتوں سے بچتی ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے عورت کا فرض قرار نہیں دیا۔ یہ عورت پر غیر ضروری بوجھ ہے۔ (4) گھر میں عورت وہ کام کرتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا یعنی بچوں کی پرورش اور تربیت کا کام۔

(5) گھر میں عورت شوہر اور بچوں کی خوشیوں کے لیے کوشش کرتی ہیں یوں گھر پرسکون بنتے ہیں۔

سوال3: کیا رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین گھروں سے باہر نکلتی تھیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین نماز کے لیے نکلتی تھیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔

سوال4: عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار کر کے نہ نکلیں۔

(2) بے حجاب باہر نہ نکلیں۔ (3) خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

(4) سادگی کے ساتھ حجاب میں اس طرح باہر نکلیں کہ نہ زینت کا اظہار ہو نہ خوشبو، پیامبر بنے، نہ زیورات کے بجنے کی آواز ہو نہ نازو انداز والی چال ہو نظروں کی اور زبان کی حفاظت ہو۔ راستے کے آداب کا خیال رکھا جائے۔

سوال5: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو'' جاہلی دور کی طرح زینت کا اظہار نہ کرو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ﴾ ''اور زینت ظاہر نہ کرو'' تبرُّج باب تفعل کا مصدر ہے۔ ﴿تَبَرَّجَتِ الْمَرْاَةُ﴾ لغت میں اس وقت کہا جاتا جب عورت اجنبیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلائے اور تَبَرَّجَتِ السَّمَاءِ اس وقت کہا جاتا ہے جب ستاروں کے ساتھ آسمان مزین ہوجائے۔ اور برج الشیء کا لغت میں معنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور بلند ہونا ہے اور البرج کا معنی ستون، قلعہ، محل، مینار، گنبد ہے اور البارجۃ بڑی جنگی کشتی کو کہتے ہیں اور مافلان الابارجۃ کا معنی ہے یعنی فلاں شخص شریر ہے تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ لغت میں تبرج کہتے ہیں عورت زیب وزیبائش کے ساتھ اس طرح غیر محرم اور اجنبی لوگوں کے سامنے ظاہر اور بلند ہو جس طرح ستون محل و مینار و گنبد و قلعہ اور جنگی کشتی دور سے نظر آتے ہیں۔ انسان کا دل للچانے لگتا ہے کہ کاش یہ مجھے مل جائے اور اس کے دل میں شرارت اور ہوس سی پیدا ہوتی ہے اور آخرکار دنیا اس کی طمع نظر بن جاتی ہے اور پھر دیوانوں کی طرح وہ دنیا کا پجاری بن جاتا ہے اور دین کو یکسر ترک کرنے لگتا ہے۔ (المعجم الوسیط 46/1,2)

(2) ''عورت اپنی اس زینت اور محاسن کو ظاہر کرے جس کو چھپانا اس پر واجب ہے تا کہ اس زینت و محاسن کے ظہور کے ساتھ مرد کی شہوت کو طلب اور للکارا جائے اور تا کہ اس ظہور سے مرد کی شہوت کا ابھرنا لازم قرار پائے۔'' (فتح القدیر: 365/4)

(3) ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح'' یعنی زینت کر کے، خوشبو لگا کر بہت زیادہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا کرو جیسا کہ جاہلی دور کی خواتین نکلتی تھیں جن کے پاس نہ علم تھا، نہ دین۔

(4) یہ حکم شر اور اسکے اسباب کو روکنے کے لیے دیا گیا۔

(5) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے جہنم میں دیکھا تو ''دیکھا کہ اکثر عورتیں تھیں۔'' علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر تعلق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا سبب ایک تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تھوڑی کرتی ہیں اور کثرت تبرج کی وجہ سے اور تبرج یہ ہے کہ جب گھر سے نکلنا چاہے تو افخر الثیبا ''بہتر لباس'' اور زیب وزینت کے ساتھ نکلے اور لوگوں کو فتنے میں ڈالے۔ اگر وہ خود لوگوں کے فتنے سے محفوظ بھی رہے تو ''لوگ اس کے فتنے سے محفوظ نہیں رہیں گے۔'' (الکبائر:44)

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی خاتون عطر لگائے اور پھر وہ مردوں کے درمیان جائے تا کہ وہ مرد اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ خاتون ایسی ہے ایسی ہے یعنی آپ نے ایسی خاتون کو شدید برا کہا۔'' (ابوداود:4173)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھ لے)۔'' (ابوداود:4175)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ جنہیں میں نے نہیں دیکھا: ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے کہ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں۔

اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہیں وہ سیدھے راستے سے بہکانے والی اور خود بھی بھٹکی ہوئی ہیں۔ ان عورتوں کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہیں۔ وہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پاسکیں گی۔ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے (یعنی دور سے) محسوس کی جاسکتی ہے۔'' (صحیح مسلم:5582)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو (جسم) نیلا گوندیں اور نیلا گندوائیں اور محمد بن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ بھی کہا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں میں جوڑ لگائیں۔ عثمان نے فرمایا اور اپنے بال اکھاڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے دانتوں میں حسن وجمال کے لیے کشادگی کریں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت شکل بدلنے کے لیے۔ راوی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام امّ یعقوب تھا اس کو یہ اطلاع ہوئی وہ عورت قرآن کریم پڑھتی تھی وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی کہ تم نے گوندنا لگانے والی عورت پر لعنت کی ہے اور جس کے گوندنا لگایا جائے (یعنی جس کا جسم گوندا جائے)۔ اور محمد بن عیسیٰ نے یہ بھی کہا بالوں میں جوڑ لگانے والی پر اور عثمان نے کہا روئیں اکھاڑنے والی پر (اور لعنت فرمائی) دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والی پر۔ عثمان نے کہا جو کہ حسن وجمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل تبدیل کرے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کیوں لعنت نہ بھیجوں اس شخص پر جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہو اور وہ کتاب اللہ کے اعتبار سے مستحق لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے دونوں گتوں کے درمیان قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔ عبداللہ نے کہا واللہ اگر تم کتاب اللہ کو غور وفکر کے ساتھ تلاوت کرتیں تو لازمی طور پر

تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ پھر انہوں نے آیت کریمہ: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اس سے رک جاؤ۔'' تلاوت کی۔ اس نے کہا میں نے تمہاری بیوی کو اس میں سے بعض کام کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت بہتر تم اندر جاؤ اور دیکھو وہ اندر گئے پھر باہر آئی اور کہا (وہاں) کچھ نہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ عورت اس قسم کی باتیں کرتی ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔ (الحشر:7) (ابوداود:4169)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے ایک عورت ملی جس سے آپ نے خوشبو پھوٹتے محسوس کیا، اور اس کے کپڑے ہوا سے اڑ رہے تھے تو آپ نے کہا: جبار کی بندی! تم مسجد سے آئی ہو؟ وہ بولی: ہاں، انہوں نے کہا: تم نے مسجد جانے کے لیے خوشبو لگا رکھی ہے؟ بولی: ہاں، آپ نے کہا: میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اس عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے، جب تک واپس لوٹ کر جنابت کا غسل نہ کر لے۔'' (ابوداود:4174)

(11) سیدنا حمید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حج کے سال منبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اہل مدینہ؛ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمہیں برائی سے روکتے نہیں) میں نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور آپ فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل اس وقت ہی ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔ (صحیح بخاری:5938)

(12) چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''وہ عورت جو اپنی زینت میں ناز سے اپنے اہل کے علاوہ میں چلتی ہیں وہ اس تاریکی کی طرح ہیں جو قیامت کو ہوگی جس کا نور نہیں ہوگا۔'' (ترمذی:1167)

(13) بے پردگی جہاں کبیرہ گناہ ہے وہاں جہنمیوں کی صفت بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''دو جہنمیوں کی ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کے کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور (دوسری قسم) وہ عورتیں ہیں جو پاکیزہ کپڑوں میں ملبوس ننگی ہوں گی خود بھی مائل ہوتی ہیں اور ان کی طرف بھی مائل ہوا جاتا ہے ان کے سر بختی اونٹ (اونٹ کی قسم) کی جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو لمبی مسافت سے ہی پائی جائے گی۔'' (مسلم:1388)

(14) تبرج عورت کے ایمان کی کمزوری اور حیا کی کمی کی دلیل ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے کا سبب ہے۔ (ii) جنت کے حرام ہونے اور دوزخ میں ڈالے جانے والا عمل۔

(iii) جاہلیت کے اعمال میں سے ہے۔ (iv) عورت کو زینت کے ساتھ ان مجرموں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جن کے دلوں میں نفاق ہے۔

(v) لوگوں کے درمیان فحش کی اشاعت کا سبب ہے۔ (vi) کافر اور فاجر عورتوں سے مشابہت ہے۔

(vii) اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے آداب کو چھوڑ کر عورت اللہ تعالیٰ کی رضا سے محروم ہو جاتی ہے۔

(viii) بے حیائی کو پھیلانے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

(15)﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (البقرۃ:268) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اس بات سے محبت رکھتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فحش پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النور:19)

(16) مسلمان عورت زینت کی نمائش نہیں کرتی۔ زینت عورت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ عورت کو یہ حق دیتا ہے لیکن اس کے دائرہ کار کا تعین کرتا ہے۔ حق اور ناحق کے فرق کو واضح کرتا ہے۔ اور واضح فرماتا ہے نامحرم مردوں کے سامنے کہ زینت کا اظہار ناحق ہے۔

(17) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان عورتوں کی مدد فرمائی ہے جو زینت کی نمائش نہیں کرتیں فرمایا ﴿غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ﴾ ''جب کہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔'' (النور:60)

(18) زینت کا اظہار جس حلقے میں کیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

سوال 6: تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) مجاہد کہتے ہیں جاہلیت میں عورتیں گھروں سے باہر نکل کر مردوں کے اندر پھرتی تھیں۔یہ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ ہے۔
(2) قتادہ کہتے ہیں ناز و انداز سے چلتی تھیں۔
(3) مقاتل کہتے ہیں عورتیں سروں پر دوپٹے ڈالتی تھیں اور اسے اس طرح نہیں لپیٹتی تھیں کہ گردن یا کانوں کے زیورات کو چھپا لے اس اعتبار سے گردن اور کانوں کے زیورات کا اظہار تبرج ہے۔
(4) ابن کثیر فرماتے ہیں عورتیں مردوں میں اس طرح نکلتی تھیں کہ ان کا سینہ کھلا ہوتا تھا اور اس کے اُوپر کچھ نہیں ہوتا تھا۔اور بعض اوقات اس کی گردن اور بالوں کی مینڈھیاں ننگی ہوتی تھیں اور کانوں کے بُندے بھی ظاہر ہوتے تھے۔

سوال7: جاہلیت کیا ہے؟

جواب: جاہلیت ایک حالت کا نام ہے جس میں لوگوں کے خاص تصورات اور رسوم ورواج ہوتے ہیں جن کا علم، عقل اور فہم سے تعلق نہیں ہوتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سَج دھج سے اسلامی معاشرے کو کیوں پاک کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کے آداب سکھانا چاہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر وہ چیز جس کے آثار سے بھی فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اس سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔جاھلیت کی سج دھج سے اجتماعی شعور خراب ہوتا ہے۔اسلامی ذوق متاثر ہوتا ہے ذوق انسانی گر جاتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سج دَھج سے معاشرے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔

سوال9: جاہلیت کے ذوق اور اسلامی ذوق میں کیا فرق ہے؟

جواب: جاہلیت کا ذوق حقیقی حسن کے شعور سے محروم ہوتا ہے جاہلی ذوق کے مطابق حسن صرف گوشت پوست میں ہوتا ہے اسی ذوق کی تسکین تب ہوتی ہے جب انسانی جسم کو ننگا دیکھا جائے۔یہ نہایت مکروہ ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور شعور کا ذوق نہیں ہوتا۔

اسلامی ذوق شعوری ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور برکت ہے۔یہ انسانی ذوق کی ترقی یافتہ شکل ہے جس کا احساس پاکیزہ ہے، شعور پاک ہے اس کے تصورات انسانی ہیں اسلامی ذوق کے مطابق سج دَھج دکھانا حیوانی سطح ہے اس لیے اسلام اس ذوق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے۔

سوال10:﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ ’’اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو‘‘ نماز، زکوۃ اور اطاعت کے احکامات کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے سب سے بڑی عبادت اور اعلیٰ ترین نیکیاں نماز اور زکوۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔
(2) ﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ﴾ ’’اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو‘‘ پہلے برائیوں سے روکا، اب بھلائیوں کا حکم دیا۔
(3) نماز قائم رکھو جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس میں معبود کے لیے اخلاص ہے۔
(4) مال کی زکوۃ نکالو جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوق ہوتا ہے۔زکوۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان ہے رب العزت

نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اطاعت کا حکم دیا۔

(5)﴿وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾ ''اوراُس کے رسول کی اطاعت کرو'' اور اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب: (1) نماز، زکوٰۃ اور اطاعت اللہ تعالیٰ سے رابطے کو مضبوط کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطے کی صورت میں ہی انسان کو یہ شعور ملتا ہے کہ یہ رابطہ پورے معاشرے اور خاندان سے اعلیٰ ہے اسی رابطے کی وجہ سے انسان دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دعوت دیتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان پاکیزہ طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔

سوال 12: اقامت صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) پابندی کے ساتھ دل کی حاضری کے ساتھ نماز ادا کرنا۔

(2) اجتماعی طور پر نماز کا باقاعدہ نظام قائم کرنا۔

(3) اگر کسی علاقے میں تمام افراد اپنے گھروں میں نماز ادا کر رہے ہوں لیکن جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں نماز قائم کی جارہی ہے۔

سوال 13: اقامت صلوٰۃ کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: (1) اقامت صلوٰۃ دنیا میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے مسلمانوں کے اُٹھنے کی علامت ہے۔

(2) اقامت صلوٰۃ مسلمانوں کی ولایت کے تعلق کی علامت ہے۔ (3) اقامت صلوٰۃ باہمی تعلق کی مضبوطی کی علامت ہے۔

(4) اقامت صلوٰۃ مشترکہ مقصد کی علامت ہے۔ (5) اقامت صلوٰۃ ایک قیادت کے زیر سایہ ایک ہونے کی علامت ہے۔

سوال 14: زکوۃ کیا ہے؟

جواب: اسلام نے معاشرے کے لیے سوشل سکیورٹی کا جو نظام تجویز کیا زکوٰۃ اسکا حصہ ہے۔

(1) زکوۃ انسان کے مال میں سے اسلام کا مقرر کردہ حصہ ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔

(2) یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو دولت مندوں سے لیا جاتا ہے اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔

(3) زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام حکومت کا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو شریعت کو نافذ کرنے والی ہو اور زکوۃ اسلامی ضوابط کے مطابق وصول اور خرچ کرتی ہو۔

سوال 15: ﴿اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا﴾ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ

رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا" اللہ تعالیٰ اہل بیت کو پاک کرنا چاہتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ﴾ "درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے" رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، اس کی چاہت ہے، اس کا مقصد ہے۔ (2) ﴿لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ﴾ "کہ تم سے گندگی کو دور کرے" کہ تم سے گندگی، ناپاکی اور شر کو دور کر دے۔

(3) ﴿اَهْلَ الْبَیْتِ﴾ "اے اہلِ بیت!" اے نبی ﷺ کے گھر والو! اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ یہ آیات ان ہی کے بارے میں اتری ہیں۔

(4) ﴿وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ "اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا" یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی طرح سے گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک اور صاف کر دے اور تمہارے دلوں کی تعمیر ایمان کے نور سے کر دے۔

(5) یعنی تمہیں برائی سے پاک کر کے اپنی رحمت سے خاص کر لے۔

(6) اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے اور تمہارا تزکیہ نفس کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تم سب طاہر اور مطہر بن جاؤ۔

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) آئے، تو آپ ﷺ نے ان کو چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو آپ نے ان کو بھی (چادر کے) اندر کر لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی اندر کر لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے اور تمہیں پوری طرح پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ (الاحزاب:33) (مسلم:6261)

سوال 16: اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے دلوں کے اندر اپنا خوف بٹھایا ہے؟

(2) اللہ تعالیٰ دلوں کو رب کے ساتھ جوڑنے کے لیے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال 17: گندگی کب دور ہوتی ہے؟

جواب: (1) گندگی تب دور ہوتی ہے جب کوئی گندگی کو دور کرنے کے طریقے اختیار کرے۔

(2) جب لوگ خود اپنی عملی زندگی کو پاک کرنے کا ارادہ کریں۔

(3) جب لوگوں کے اندر پاکیزگی کا شعور ہو۔

(4) جب وہ اپنی زندگی کا رُخ اسلام کی طرف کر دیں۔

(5) جب اُن کا مقصد اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق گزارنا ہو جائے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو جب بھلائی کے کام کرنے کا اور نواہی سے رکنے کا حکم دیا تو اس کا طریقہ سکھایا فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' یہاں آیات الٰہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور حکمت سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار دلائل سے ثابت کیا کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔ حکمت سے مراد قرآن کے اسرار بھی ہیں۔

(2) ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' رب العزت نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ (i) یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے ان آیات سے مدد لو جو تمہارے گھر میں تلاوت کی جاتی ہیں، یعنی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (ii) تلاوت قرآن کے ذریعے سے لفظی ذکر کریں۔ (iii) قرآن مجید کے معنی پر غور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، تو اس کے معنی کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔ (iv) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔

(v) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، تو قرآن مجید پر تدبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(vi) قرآن مجید پر عمل کر کے اس کا ذکر کریں۔ (vii) قرآن مجید کی تاویل، اس کی تفسیر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(viii) نبی ﷺ کی سنت کو سمجھ کر، اس پر عمل کر کے، اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر جو رحمت کی ہے وہ جہان میں سے کسی پر نہیں کی۔ اس نے اپنے علم کے مطابق آپ لوگوں کو مقام عطا کیا اور ایسے گھروں میں رکھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔ (4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت

باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے‘‘ اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن ’’ کے ساتھ لطف وکرم کرنے والا ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں کے لیے چنا جس میں اس کی آیات اور حکمت کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔ اس نے تمہیں اپنے رسول کی ازواج کے لیے چنا ہے۔ (جامع البیان 22/11,12)

(5) اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے اسرار نہاں، سینوں کے بھید، آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی تمام چیزوں اور تمام کھلے چھپے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس کا لطف وکرم اور خبرگیری اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ انھیں اخلاص للہ اور اعمال کو چھپانے کی ترغیب دے، نیز تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی جزا دے۔ (اَللَّطِيْفُ) اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندے کو ایسے مخفی طریقے سے بھلائی عطا کرتی ہے اور شر سے بچاتی ہے، جس کا اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے اس طرح رزق عطا کرتی ہے کہ اسے اس کا ادراک تک نہیں ہوتا اور وہ اسے ایسے اسباب دکھاتی ہے جسے نفس ناپسند کرتے ہیں، مگر یہ اسباب اس کے لیے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ (سعدی: 2147/3)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کی دینی اور علمی خدمات کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اسلام سے پہلے دنیا کی ترقی مرد کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس: 5843)

(2) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے جو علمی اور دینی خدمات انجام دیں وہ سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

(3) سید سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین ص ۱۶۰ پر امہات المؤمنین کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

(i) اُمت کی خواتین کو تعلیم دینا۔ (ii) ان کے معروضات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا پھر جواب خواتین کو سمجھانا۔

(iii) نبیؐ کے اقوال، افعال اور عبادات کو وہ جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ اور اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا۔ (4) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ (ابن الاثیر: 586)

(5) تفسیر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتدبہ حصہ منقول ہے۔

(6) حدیث میں ازواج مطہرات عموماً اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ (طبقات الکبریٰ: 2/126)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات 2210 ہیں اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے 378 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فقہ اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، ام ہانی رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس بھی کثیر الراویہ گزری ہیں۔

(8)فقہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔(اعلام الموقعین:12/1)

(9)رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے 48 سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے۔اس زمانے میں ان کی زندگی کا واحد مقصد قرآن وحدیث کی تعلیم تھا۔

(10)جامع ترمذی میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم کو کبھی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کوئی معلومات نہ ملی ہوں۔(زرقانی:267/3)

(11)امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں،اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔(الطبقات:126/2)

(12)سیدنا عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن،فرائض،حلال وحرام،فقہ،شاعری،طب،عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔(المستدرک:12/4)

(13)امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شہادت ہے:اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔(المستدرک:12/4)

(14)ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں؛ترمذی نے موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔(ترمذی،کتاب المناقب:3884)

(15)سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ سے ایک چھوٹا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

(16)فرائض میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت حاصل تھی اور بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے فرائض سے متعلق مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد:126/2)

(17)محمود بن لبید کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ازواج علم کا مخزن تھیں،تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریفِ مقابل نہ تھا۔(الطبقات:126/2)

(18)مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔(مسند احمد:317/6)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے مثالی گھرانے کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا کیا مستقل منصوبہ دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پڑھی جاتی ہیں اُن کا ذکر کرتی رہو۔ اُن پر عمل کرتی رہو۔

رکوع نمبر 2

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے‘‘ (35)

سوال 1: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾ ’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں‘‘ آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں مساوات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ﴾ ’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں‘‘ آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان مساوات ہے۔ اس سلسلے میں پہلی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔

(2) ابنِ ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھنے والے مرد اور اخلاص رکھنے والی عورتیں (الدر المنثور: 380/5)

(3) یعنی مسلمان وہ ہیں جو شریعت کے ظاہری احکام کو قول و عمل سے قائم کریں۔ (تفسیر المراغی 9,7/8)

(4) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: مسلمان وہ ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ﴾ ’’پس جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا‘‘ اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کے احکامات میں سے کسی حکم کی مخالفت نہ کرے، اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اس پر توکل کرے۔ (الاساس فی التفسیر: 4427/8)

(5) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، کیا بات ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں کیا جاتا ہے جس طرح مردوں کا کیا جاتا ہے؟ تو مجھے اس دن آپ کی کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، سوائے آپ کی ندا کے جو آپ نے منبر پر کی۔ میں اپنے سر میں کنگھی

کررہی تھی، میں نے اپنے بال لپیٹے، پھر میں اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرے میں گئی اور میں نے لکڑی کے پاس اپنے کان لگادیے۔آپ منبر پر فرمارہے تھے:اے لوگو!اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ آخر آیت تک: اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾(الاحزاب:35)(مسند احمد:26659)

سوال2:اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب(1)ان صفات کی اہمیت کی وجہ سے۔

(2)سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور بعض صحابیات نے کہا کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مردوں سے خطاب کرتا ہے عورتوں سے نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد:301/6)(ترمذی:2211)

(3)اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت،اُس کی اطاعت اور اعمال صالح کے اجر کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔دونوں کے لیے ایک جیسے مواقع ہیں۔جنس کی بنیاد پر کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

سوال3:اسلام کسے کہتے ہیں؟

جوب:اسلام سپردگی،حوالگی،مکمل اطاعت اور فرماں برداری کو کہتے ہیں۔

سوال4:مسلم کون ہوتا ہے؟

جواب:اپنی سوچ،اپنے خیال،اپنے جذبات،اپنے احساسات اور اپنے عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے والا مسلم ہوتا ہے۔

سوال5:﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں''آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾''اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں''ایمان باطنی امور کے بارے میں ہے اور وہ عقائد اور اعمال القلوب ہیں۔(سعدی:2148/3)

(2)ایمان اس چیز کامل کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت احکام اور آداب آئے ہیں اور یہ دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک نہیں۔ایمان خاص ہے۔ایمان اعتقاد اور عملِ صالح کے ساتھ تصدیقِ کامل کو کہتے ہیں اور اسلام قول وعمل کو کہتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے''کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''(الحجرات:14)

سوال6: مومن کون ہوتا ہے؟

جواب(1): مومن وہ انسان ہے جو اپنی ذات، کائنات اور حقیقت کو پا جائے۔

(2) مومن وہ ہے جو جان لے کہ،

(i) میں اور کائنات مخلوق ہیں اور ہمارا کوئی خالق ہے۔ (ii) میں اور کائنات غلام ہیں ہمارا کوئی مالک ہے۔

(iii) میں مرزوق ہوں اور میرا کوئی رازق ہے۔ (iv) میں بے زور ہوں اور مجھ پر کوئی زور آور ہے۔

(v) مجھے راہ نمائی کی ضرورت ہے اور کوئی میرا ھادی ہے۔

(3) مومن وہ ہے جو جان لے کہ میری زندگی کا کوئی مقصد ہے ۔

(i) جس نے زندگی دی زندگی اُسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(ii) جس نے شعور عطا کیا اُسی کی مرضی کے مطابق شعور کو ڈھالنا ہے۔

(iii) جس نے موت کے بعد زندگی کا حساب کتاب لینا ہے زندگی اسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(4) مومن وہ ہے جس کا دل، زبان اور عمل ایمان میں ڈھل جائے۔

(5) مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ والا بن جائے۔

سوال7: ﴿وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ﴾ ''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت میں مرد اور عورت کے درمیان ثوابِ آخرت کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ﴾ ''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کو کہتے ہیں۔ قنوت میں مداومت پائی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾ ''کیا بھلا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا ہے اور کھڑا رہنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے ربّ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟'' (سورۃ الزمر:9)

(2) یعنی عبادت کرنے والے، اطاعت کرنے والے اور اطاعت پر مداومت کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (فتح القدیر:4/353)

(3) رب العزّت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو صفت قنوت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالَ مَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ﴾ ''اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو'' (آل عمران:43)

(4) یعنی خوشی اور تکلیف میں، نشاط اور کراہت میں، بشری طاقت کی حد میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے مرد اور

عورتیں۔(ایسر التفاسیر:1212،1213)

سوال8:قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: دل کی خوشی کے ساتھ کی جانے والی فرمانبرداری۔

سوال9: قانت کون ہوتا ہے؟

جواب: جو دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں مان لے۔

سوال10:﴿وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾''اور سچے مرد اور سچی عورتیں''سچائی میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾''اور سچے مرد اور سچی عورتیں''یعنی اپنے اقوال اور افعال میں سچے مرد اور سچی عورتیں(ایسر التفاسیر:1212)

(2)نسفی رحمہ اللہ نیتوں، اقوال واعمال میں سچے مرد اور سچی عورتیں۔(الاساس:44/8)

(3)اقوال واعمال میں سچائی ایمان کی علامت ہے جیسے جھوٹ نفاق کی نشانی ہے تو جس نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''(بخاری:6094)

سوال11: صدق کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدق حق کو کہتے ہیں جو چیز حق کے مطابق ہوتی ہے وہ سچی ہے۔صدق انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔

سوال12: صدیقین سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) جن کا قول سچا ہو۔

(2) دعویٰ سچا ہو۔زبان کے ساتھ دل کی سچائی کی گواہی بھی ملتی ہے۔

(3) جن کا عمل سچا ہو۔(4) جن کے رویے سچے ہوں۔

(5) جو جھوٹ کا گواہ نہیں بنتا۔(6) جو سچ کی گواہی دینے والے ہوں۔

سوال13: سچے انسان کی سچائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب:(1) اپنی ذمہ داری نبھا کر

(2) وعدہ نبھا کر انسان وعدے میں سچا ہو سکتا ہے

(3)امانت پوری طرح ادا کر کے

(4)معاملات میں سچائی کا مظاہرہ کر کے

سوال14:﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں'' صبر میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں'' صبر ثابت قدمی کی دلیل ہے۔صبر حق پر جم کر راہِ حق کی ہر دشواری برداشت کرنے کا نام ہے۔مصائب پر صبر رکھنا اور یہ یقین رکھنا کہ پیشانی کی تحریر تو ضرور پیش آنی ہے اس لیے ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے مصیبت سہہ لینا قابلِ تعریف عادت ہے۔ابتدائی صدمے کے وقت صبر کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے جو اصل صبر ہے پھر تو چاروناچار صبر کرنا پڑتا ہے مگر جس نے شروع میں صبر کیا وہی صابر ہے۔(مختصر ابن کثیر 1584/2)

(2)اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جمے رہنا اور اس کے نواہی سے رُکے رہنا اور مصائب کو برداشت کرنا صبر ہے۔

سوال15:صبر کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1)اپنے نفس پر قابو رکھنا[Self Control]۔

(2)اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کاربند رہنا اور جم جانا۔

(3)حق کی راہ میں استقامت دکھانا۔

(4)کسی مصیبت یا نقصان سے نہ ہارنا۔(5)ناکامی سے دل شکستہ نہ ہونا۔

(6)کسی لالچ سے نہ پھسلنا۔(7)حق کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا اگرچہ اس کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہ آئے۔

(8)دعوت اسلامی کی راہ میں اپنے فرائض سرانجام دینا۔(9)ناخوشگوار حالات کو برداشت کرنا۔

(10)غیر اللہ میں فائدہ دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو باندھے رکھنا۔

سوال16:کون سی چیز انسان کے اندر صبر پیدا کرتی ہے؟

جواب:ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے کا یقین انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

سوال17:صبر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:(1)صبر کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(2)انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دلچسپی ہوجاتی ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے پر اجر کی امید ہوتی ہے یہ امید رحمت ہے۔

(4)انسان آخرت کی تیاری کرنے لگتا ہے یہ رب کی خاص رحمت ہے۔

(5) صبر کرنے سے تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتیں ہیں: (i) ثابت قدمی۔ (ii) مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔ (iii) انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوجاتا ہے کہ میرے رب نے میرے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔

سوال18: ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع میں مرد اور عورت آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع کے معنی سکون، اطمینان، دل جمعی، تواضع، فروتنی اور مسکینی ہیں۔ اس کا باعث اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیکھ رہا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ﴿ان تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك﴾ ''کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (بخاری:50) (مختصر ابن کثیر:1584/2)

(2) خشوع اللہ تعالیٰ کے لیے دل اور اعضاء سے تواضع اور اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا خوف ہے۔ (تفسیر المراغی:9,7/8)

(3) اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے والے، اس کا خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خضوع کرنے والے۔ (فتح القدیر:353/4)

سوال19: خشوع کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) خشوع سے مراد اپنی بے بسی کے احساس اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہونے والی کیفیت اور دل کا جھکاؤ۔ (2) خشوع سے مراد دل کی یکسوئی ہے۔ (3) خشوع سے مراد دل کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوجانا ہے۔

سوال20: ﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدقہ محتاج اور کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک ہے جن کی نہ خود اپنی کوئی کمائی ہو اور نہ ان کے لیے کوئی کمانے والا ہو۔ ایسوں کو اپنی ضرورتوں سے بچے ہوئے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور احسان کے طور پر کچھ دے دیا جائے۔ (مختصر ابن کثیر:1584/2)

(2) مال سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے والے۔ (جامع البیان:22/12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے

کی بنیاد یہی (اللہ تعالیٰ کے لیے محبت) محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (بخاری:660)

(3) صدقہ فرض ہو یا نفل کثیر اجر و ثواب کا حامل ہے۔ (ترمذی:2616)

سوال21: صدقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا جانے والا مال صدقہ ہے۔

سوال22: صدقہ کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے انسان بخل سے بچتا ہے۔

(2) صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح انسان کی حرص میں کمی آتی ہے۔

(3) چھپا کر صدقہ کرنے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ انسان ریا کاری سے بچتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔

سوال23: ﴿وَالصّٰٓئِمِيۡنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ ''اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں'' روزے کے اخروی اجر و ثواب میں مرد اور عورت برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کے لیے مالی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی بوجہ غربت طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔ (بخاری:5066)

(2) روزہ بدن کو طبی اور شرعی طور پر اخلاط سے پاک رکھتا ہے۔

سوال24: ﴿وَالۡحٰفِظِيۡنَ فُرُوۡجَهُمۡ وَالۡحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنے میں مرد اور عورت ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالۡحٰفِظِيۡنَ فُرُوۡجَهُمۡ وَالۡحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حفظِ فروج سے مراد پاک دامنی، حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنا۔ (2) ربّ العزّت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ

﴿لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۵) اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (۶) فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷)﴾ ''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (المومنون: 5۔7)

سوال25: ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے اخروی ثواب میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (جامع البیان: 12/22)

(2) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قرأت قرآن اور علم کی مشغولیت ذکر ہے۔ (الاساس: 4428/8)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرے۔

سوال26: ذکر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ذکر اللہ تعالیٰ کی یاد کو کہتے ہیں۔

سوال27: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) انسان کے دل کو اطمینان ملتا ہے۔ (2) انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چل سکتا ہے۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ (4) انسان کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔

(5) انسان دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔ (6) انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد رکھتا ہے۔

سوال28: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' وسیع مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان عظیم اعمال کے لیے جزا رکھی ہے کہ ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے ان عظیم اعمال کا تعلق اعتقادات، دل کے اعمال، اعضاء کے اعمال اور زبان

کے اقوال اور بھلائی کے کام کرنے ،شر کو ترک کرنے اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے ساتھ ہے۔

(2) ﴿وَاَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ''اور بڑا اجر رکھا ہے'' یعنی آخرت میں بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرما دے۔(آمین)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار رہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا''(36)

سوال1:﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کا اختیار باقی نہیں رہتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے'' کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لائق نہیں ہے اس کے سوا اس کے لیے کچھ اور مناسب نہیں ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کریں۔ان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

(2)﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا﴾ ''جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں'' جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا حتمی فیصلہ کر دیں کہ وہ اس پر عمل کرنے کو لازم کر دیں۔

(3)﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ''تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو'' کہ وہ اس کام کو کریں یا نہ کریں یعنی ان کے لیے اس فیصلے پر عمل کا کوئی اختیار باقی رہے۔انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ان کی ناراضی سے بچنا چاہیے اور جس کام سے وہ روک دیں اس سے رک جانا چاہیے۔

(4) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی فیصلے کے بعد کسی مومن مرد کو یا عورت کو اختیار باقی نہیں رہتا۔کسی رائے یا قول کا کیا کہنا ہے۔دوسری جگہ فرمایا:﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا''(النساء:65) اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید آئی ہے۔﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ

بَعۡضًا ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ یَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡکُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡیَحۡذَرِ الَّذِیۡنَ یُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِہٖۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ فِتۡنَۃٌ اَوۡ یُصِیۡبَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بُلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے!'' (النور:63)(مختصر ابن کثیر:586/2)

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو رسول اللہ ﷺ سے اپنے والدین، اپنی اولاد، دنیا کے کسی انسان حتیٰ کہ خود اپنے نفس سے بڑھ کر محبت کرنی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔'' (بخاری:15)

(6) سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رحمۃ اللعالمین ﷺ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیام لے کر سیدہ زینب بنتِ جحش اسدیہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا پیام دیا۔ زینب نے کہا: میں تو اس سے نکاح نہیں کرتی۔ فرمایا: کیوں؟ انہی سے نکاح پر راضی ہو جاؤ۔ بولیں اچھا میں سوچوں گی۔ ابھی دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت اتار دی۔ بولیں اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ اس سے نکاح پر راضی ہیں؟ فرمایا: بے شک۔ کہنے لگیں تب تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات نہ ٹالوں گی۔ میں بھی راضی ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ زینب نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے عار کی اور کہا میں نسب کے لحاظ سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے بہتر ہوں، ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:1587/2)

سوال1: یہ آیت کس موقعے پر نازل ہوئی؟

جواب: یہ آیت نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں بطور غلام بیچ دیا گیا تھا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد سیدنا زید کو رسول ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جماعت مسلم کے درمیان پائے جانے والے فرق کو ختم کرنے کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب کو نکاح کا پیغام دیا۔ سیدنا زید چونکہ آزاد کردہ غلام تھے اس لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی کو اپنی خاندانی وجاہت کی وجہ سے مناسب نہ لگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنا اختیار استعمال کرے اس آیت کو سننے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا اور ان کا نکاح ہو گیا۔

سوال2: ﴿وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا گمراہی میں پڑ گیا، آیت کی روشنی

میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا﴾ ’’اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا‘‘ کسی مومن مرد اور مومن عورت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں۔اس نافرمانی سے روکنے والی دو چیزیں ہیں۔ایک تو ایمان اور دوسری گمراہی سے ڈرنا کیونکہ گمراہی عذاب اور سزا تک لے جانے والی ہے۔

(2)﴿فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا﴾ ’’تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا‘‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پرسخت وعید ہے کہ مخالفت کرنے والا سخت گمراہی میں پڑ گیا۔وہ گمراہ ہوگیا کیونکہ اس نے صراطِ مستقیم کو چھوڑا ہے جو جنت تک لے جاتا ہے اور اس نے دوسراراستہ اختیار کرلیا جو جہنم تک لے جاتا ہے۔

(3)رب العزت نے گمراہی سے ڈرا کر اطاعت پر مائل کیا ہے کیونکہ گمراہی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کروانے والی ہے۔

﴿وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا﴾

’’اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کرچکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کردیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کرچکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے‘‘ (37)

سوال1:﴿وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ﴾ ’’اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ‘‘ رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذۡ تَقُوۡلُ﴾ ’’اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے‘‘ یعنی اے نبی ﷺ یاد کرو جب تم کہہ رہے تھے۔

(2)﴿ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ س پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا‘‘ یعنی جس کو ہم نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

(3)﴿وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ ’’اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا‘‘ یعنی جسے تم نے آزاد کیا اور ان کی تعلیم و تربیت کی یعنی زید رضی اللہ عنہ

(4) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے متبنیٰ بنالیا تھا یعنی آزاد کر کے منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ اس لیے انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارا جاتا تھا پھر جب آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ’’منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے‘‘ (الاحزاب:5) تب انہیں سیدنا زید بن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا۔

(5)﴿اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ﴾ ’’کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو‘‘ یعنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ اگر تلخی ہے تو صبر کرلو۔ سیدنا زید نبی ﷺ کے پاس مشورے کے لیے آئے تھے اور آپ ﷺ نے حکمت اور خیر خواہی سے انہیں بیوی کے ساتھ اختلافات میں صبر کرنے کا حکم دیا۔

(6) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا تھا کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دینی ہے پھر آپ ﷺ کا نکاح سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی۔

(7)﴿وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ‘‘ یعنی اپنی بیوی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تقویٰ ہی صبر پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال 2: ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ﴾ ’’اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو‘‘ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ﴾ ’’اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے‘‘ جو چیز آپ ﷺ نے اپنے دل میں چھپائی تھی وہ یہ کہ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے تو آپ ﷺ کا نکاح ان سے کر دیا جائے گا۔

(2)﴿مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ ’’جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

طلاق کے بعد نبی ﷺ کی زوجہ ہوں گی۔اس کا مقصد متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کرنا تھا۔

(3)﴿وَ تَخۡشَى النَّاسَ﴾ ''اورآپ لوگوں سے ڈرتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں لوگوں کا ڈر ہے یعنی آپ ﷺ لوگوں کی باتوں سے ڈرتے ہو کہ اگر یہ معاملہ ظاہر ہو گیا تو وہ جو باتیں بنائیں گے اسلام کے راستے کی رکاوٹ بنیں گی۔

(4) نبی ﷺ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے محمد ﷺ نے اپنے متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے۔(ایسر التفاسیر:1213)

(5)﴿وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو'' رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوف کا زیادہ حق رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر برائی سے روکنے کا سبب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہے جو ہر بھلائی کے عطا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ لوگوں سے کس بات سے ڈرتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کرلیا۔

سوال4: لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت کیوں نہیں تھی؟

جواب: لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے اس رسم کا خاتمہ کرنے کے لیے ارادہ کرلیا تھا

سوال5:﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کردیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کردینے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا'' یعنی جب زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا سے سیر ہو گئے اور سمجھانے بجھانے کے باوجود نکاح قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے بے رغبتی کے باعث طلاق دے دی۔

(2)﴿زَوَّجۡنٰكَهَا﴾ ''تو ہم نے اُس کا نکاح تم سے کردیا'' یعنی متبنّیٰ کے نکاح کی حرمت کو باطل کرنے کے لیے ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر نبی ﷺ کا نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کردیا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو آپ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرا ذکر کرو۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ اپنے آٹے کا خمیر اٹھا رہی تھیں۔ میں ان کی عظمت کی وجہ سے انہیں نظر بھر کر نہ دیکھ سکا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یاد کیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا زینب مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں (استخارہ نہ کرلوں) پھر

وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوئیں تو قرآن اترا اور رسول اللہ ﷺ بغیر اذن کے ان کے پاس چلے گئے۔ (مسلم)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بی بی زینب رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کیا کرتیں کہ تم کو تو تمہارے اولیاء نے بیاہا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے بیاہ دیا۔ (بخاری:7420)

(5) یہ نکاح خود حق تعالیٰ نے کرایا تھا اس لیے اس میں ولی کی اور ایجاب وقبول کی اور گواہوں کی ضرورت نہ تھی۔

(6) اللہ تعالیٰ کا نکاح کرانا یہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ پر وحی بھیجی کہ آپ ﷺ ان کے پاس چلے جائیں۔

(7) ﴿لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ﴾ ''تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے''، یعنی تا کہ مومنوں سے اس رکاوٹ کو ختم کر دیا جائے اور یہ کسی بڑے حادثے کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے اسے وجود میں لایا گیا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا تھا۔

(8) ﴿فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ﴾ ''اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے''، یعنی متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنے کی رکاوٹ کو مومنوں کے لیے دور کر دیا گیا۔ (9) ﴿اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ ''جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں''، یعنی جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔ (10) یہ دیکھ کر کہ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ کی مطلقہ سے نکاح کر لیا جو اس سے قبل منہ بولا بیٹا تھا۔ مومنوں کی رکاوٹ دور ہو گئی اور متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کر دیا گیا۔ الحمد للہ۔

(11) ﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہونے ہی والا تھا''، اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کے لیے سبب پیدا کر دیتا ہے اور اس کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

سوال 6: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیسے کر دیا تھا؟

جواب: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح، خطبہ نکاح، ولی کی موجودگی، حق مہر اور گواہوں کے بغیر ہوا یہ نبی ﷺ کی خصوصیت تھی جب کہ اُمت کے لیے یہ شرائط ضروری ہیں۔ اس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

سوال 7: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کیوں ہو کر رہنا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی تقدیر الٰہی میں یہ نکاح طے شدہ تھا اس لیے ہو کر رہنا تھا۔

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا﴾

''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

جواس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' (38)

سوال: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' طلاق یافتہ بیوی حرام نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٍ﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں''، یعنی نبی ﷺ کے لیے جو چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے مثلاً متبنّٰی کی بیوی سے نکاح آپ ﷺ کے لیے حلال کیا گیا۔ اب اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔ (2) ﴿فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے''، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے جو بیویاں مقرر کی ہیں (تفسیر سعدی: 2152/3)

(3) ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے اُن لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے''، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کار پہلے نبیوں کے بارے میں بھی رہ چکا ہے کہ جن باتوں کا انہیں حکم تھا ان میں وہ اپنے لیے کوئی حرج اور گناہ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ اس آیت کے لانے سے منافقوں کی اس بات کا رد مقصود ہے کہ لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نکاح تمام انبیاء کی سنت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1088/2)

(4) ﴿وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے کام وقت پر ہو کر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوتی۔ اس میں رکاوٹ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر کاموں کا ہونا اور نہ ہونا موقوف ہوتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

﴿الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا﴾

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے'' (39)

سوال: ﴿الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں''، تبلیغ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کی تعریف

کی ہے جولوگوں کواللہ تعالیٰ کے احکامات بتاتے ہیں اوراس کے احکامات پہنچاتے ہیں اوررب العزت کی امانت کوادا کرتے ہیں

(2) جولوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے اس کی آیات اور دلائل کی تلاوت کرتے ہیں اورانہیں اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

(3)﴿وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ اوراُس سے ڈرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' یعنی جوصرف اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ڈرتے ہیں اوراس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ جودنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے۔ کسی کا رعب کسی کا غلبہ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کوپہنچانے کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا۔

(4)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''اورحساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے'' یعنی وہ حساب کے دن اپنے بندوں کے اعمال کا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال کی نگرانی کرنے والا، اپنے بندوں کا محاسبہ کرنے والا کافی ہے۔(تفسیر سعدی:2153/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب کتاب کی بات یہاں کس حوالے سے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب میں حساب لینے والا ہوں تولوگوں کا کام نہیں کہ وہ نبی ﷺ کا محاسبہ کریں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اورخاتم النبیین ہیں اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کوخوب جاننے والا ہے''(40)

سوال 1: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں''، متبنّٰی کواصلی باپ سے منسوب کرو'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں'' یعنی آپ ﷺ کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے اورلوگوں کومنع کیا گیا کہ آئندہ زید بن محمد ﷺ نہ کہنا کیونکہ آپ ﷺ زید کے والد نہیں ہیں۔

(2) یعنی آپ ﷺ نہ نسبت کے اعتبار سے کسی کے باپ ہیں، نہ منہ بولے بیٹے کے باپ ہیں۔

(3) نبی ﷺ کے بیٹے تو ہوئے مگر وہ کم سنی میں وفات پا گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے تین بیٹے قاسم، طیب، طاہر تھے اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے۔

سوال 2: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''لیکن اللہ کے رسول ہیں اورخاتم النبیین ہیں اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کوخوب جاننے والا ہے'' نبی ﷺ ختم الانبیاء ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''اورلیکن اللہ کے رسول ہیں'' یعنی نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ

حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے''۔(الانعام:124)

(2) یہ آپ کا مرتبہ مطاع ومتبوع کا مرتبہ ہے۔آپ پر ایمان لانے والا آپ کی پیروی کرتا ہے،آپ کی محبت کو ہر کسی کی محبت پر مقدم کرتا ہے۔اہل ایمان کے خیرخواہ ہیں،اپنی خیر خواہی اور حسن سلوک کی بناء پر گویا آپ ان کے باپ ہیں۔(تفسیر سعدی:2153.3/2154)

(3)﴿وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''اور خاتم النبیین ہیں''یعنی نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔پھر جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو رسول بھی بدرجہ اولیٰ نہیں آئے گا کیونکہ مقامِ رسالت مقامِ نبوت سے خاص ہے۔ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔(مختصر ابن کثیر:1590/2)

(4) آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جو بھی نبوت کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا،کذّاب،مفتری اور دجال ہے۔وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔یمن میں اسود عنسی نے یمامہ میں مسیلمہ کذّاب نے جھوٹا دعوٰی کیا تھا اور جھوٹوں کا یہ سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہو جائے گا۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو اس کی عمارت حسین ہو لیکن ایک اینٹ (لگانے) کی جگہ اس میں چھوڑی گئی ہو،دیکھنے والے آکر اس کے گرداگرد گھومتے ہوں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن (ساتھ ہی) یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔(حضور ﷺ نے فرمایا) پس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔دوسری روایت میں آیا ہے میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔متفق علیہ۔(6) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے میرے (بہت) نام ہیں میں محمد ہوں،احمد ہوں،میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا،میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا،میں عاقب ہوں (سب سے پیچھے آنے والا) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(7) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مختلف نام (صفات) بیان کرتے تھے آپ نے فرمایا تھا میں محمد ہوں،احمد ہوں،مقفی ہوں،حاشر ہوں،نبی التوبہ ہوں،نبی الرحمۃ ہوں۔(تفسیر مظہری:262/9)

(8) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔(بخاری:4416)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا،سوائے مبشرات کے۔لوگوں نے عرض کی،اے اللہ کے رسول!مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب۔(بخاری:6990)

(11)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''یعنی اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی ذمہ داری کیسے عطا کرے؟ کون اس کے فضل و کرم کا اہل اور کون اہل نہیں ہے؟(تفسیر سعدی:2154/3)

(12) اللہ تعالیٰ علیم ہے جو وہ خبر دیتا ہے حق ہے، جو وہ حکم دیتا ہے عدل ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' (41)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' ذکر اللہ کی کثرت کی فضیلت آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان لائے ہو اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے پر ایمان لائے ہو۔

(2) اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دل اور زبان سے تصدیق کی ہے۔

(3) ﴿اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا'' اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثیر ذکر کرو اور جتنی تم میں طاقت ہے اپنے بدنوں کو کسی حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ رکھو۔ (جامع البیان: 20/22)

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تہلیل وتحمید اور تسبیح وتکبیر وغیرہ کے ذریعے سے کہ جن میں سے ہر کلمہ تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے نہایت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔ قلیل ترین ذکر یہ ہے کہ انسان صبح شام اور نمازوں کے بعد کے اذکار کا التزام کرے نیز مختلف عوارض اور اسباب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اور مناسب یہی ہے کہ تمام اوقات اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام کرے، کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے عمل کرنے والا آرام کرتے ہوئے بھی سبقت لے جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے، بھلائی پر مددگار ہے اور زبان کو گندی باتوں سے باز رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی 3/2154,2155)

(5) اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے، اپنے پہلوؤں پر، رات دن، خشکی تری میں، سفر وحضر میں، مال داری اور فقیری میں، صحت اور بیماری میں، اعلانیہ اور چھپے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ (فتح القدیر: 4/361، روح المعانی: 12/60)

(6) سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کبھی نہ بھلاؤ۔ (تفسیر الثعالبی: 4/350)

(7) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ اللہ کی یاد ہر وقت کرتے تھے۔ (مسلم: 826)

(8) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! اسلام کے احکام وقوانین تو میرے لیے بہت ہیں، کچھ تھوڑی سی چیزیں مجھے بتا دیجیے جن پر میں (مضبوطی) سے جما رہوں، آپ نے فرمایا: ''تمہاری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے تر

رہے۔‘‘ (ترمذی:3375)

(9) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔‘‘ (بخاری:6407)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ مکہ کی راہ میں جا رہے تھے، آپ ﷺ ایک پہاڑ پر گزرے جس کو ’جمدان‘ (بضم جیم وسکون میم) کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’چلو یہ ’جمدان‘ ہے آگے بڑھ گئے ’مفرد‘۔ لوگوں نے عرض کیا: ’مفرد‘ کون ہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جو مرد اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتے ہیں اور جو عورتیں اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتی ہیں۔‘‘ (مسلم:6808)

(11) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو سب سے زیادہ پسند، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، تمہارے لیے سونا اور چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ:3790)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت وافسوس کا باعث بنے گی۔ (مسند احمد:7112)

سوال 2: ذکر الٰہی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کی یاد کو کہتے ہیں یہ یاد بندے کے دل کو رب سے جوڑ دیتی ہے چاہے وہ زبان سے ذکر نہ بھی کرے۔

سوال 3: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا دل غافل ہو جاتا ہے۔ وہ دل خالی ہو جاتا ہے وہ حیران و پریشان ہو جاتا ہے پھر ایسا انسان لاپرواہ ہو جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کا دل پرسکون ہو جاتا ہے اُس کا خالی دل بھر جاتا ہے اُسے زندگی کا سیدھا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔

سوال 5: قرآن مجید میں ذکر الٰہی پر بہت زیادہ زور کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن مجید انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مربوط کرنا چاہتا ہے اسی لیے مصروفیت میں بھی ذکر الٰہی سے غافل رہنے سے بچاتا

ہے۔اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے مصروف ترین اوقات وحالات میں بھی رب سے جڑا رہے اس لیے ذکر الٰہی پر اتنا زیادہ زور دیا گیا ہے۔

﴿وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾

''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' (42)

سوال 1:﴿وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' صبح شام کی تسبیح کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' یعنی سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ (ایسر التفاسیر:1216)

(2) کیونکہ صبح اور شام دونوں فضیلت کے حامل اوقات ہیں اور ان میں عمل کرنا بھی نہایت سہل ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2155)

(3) صبح وشام یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کے اوقات تسبیح کے ہیں جن میں فرشتے جمع ہوتے ہیں رات کے فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں۔رات کے فرشتے فجر کے وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔

(4) ذکر میں نمازیں، قرأت قرآن، مجالس علم، تسبیح، تحلیل، تحمید، تکبیر، استغفار، اور نبی ﷺ پر درود دعا، اطاعت کے سارے کام، عبادات وغیرہ آجاتے ہیں۔سب سے پہلی چیز فرائض کو قائم کرنا پھر سنت رسول ﷺ پر مداومت اختیار کرنی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا﴿ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو۔'' (الروم:17) ﴿اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَىۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تونے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔'' (غافر:7)

سوال 2: صبح وشام تسبیح کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:(1) صبح وشام کے اوقات میں انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے اس لیے اس دل کی تسلی کے لیے حکم دیا گیا۔

(2) صبح وشام کے اوقات انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ ہر چیز زوال پذیر ہے سوائے اللہ کی ذات کے اس موقع پر تسبیح سے انسان کو یقین کی پختگی نصیب ہوتی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓـئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾

وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' (43)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓـئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾ ''وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی یاد کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓـئِكَتُهٗ﴾ وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی'' یعنی ایمان والو تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت اور استغفار کرتے ہیں۔

(2) ﴿اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَىۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاتَّبَعُوۡا سَبِيۡلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣ الَّتِىۡ وَعَدْتَّهُمۡ وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنۡ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۹﴾﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنہوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! اور اُنہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولادمیں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اُن کو بُرائیوں سے بچالے اور جس کو تُو نے اُس دن بُرائیوں سے بچالیا تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (المومن: 7-9)

(3) ﴿لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ﴾ ''تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں'' یعنی وہ تمہیں کفر اور نافرمانیوں کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اطاعت کے نور میں لے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ہی تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کا سبب بنی ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾ ''اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے۔ اس کی رحمت کی نشانی ہدایت کی توفیق ہے۔ اس نے تمہیں سیدھا راستہ دکھایا جب کہ لوگ بھٹک گئے۔ آخرت میں بھی وہ مومنوں پر مہربان ہوگا۔ اس دن کی گھبراہٹ سے وہ امن میں رکھے گا۔

(5) فرشتوں کو وہ یہ حکم دے گا کہ جہنم سے نجات اور جنت کی کامیابی کی بشارت لے کر جاؤ اور ان کا استقبال کرو۔ یہ اس کی محبت، شفقت اور عنایت اور مہربانی کی علامت ہی تو ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1592/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مومنوں پر کیوں رحمتیں نازل کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہیں وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا چاہتے ہیں اس لیے رحمتیں نازل کرتے ہیں۔

سوال 3: ملائکہ دُعائے رحمت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ملائکہ ایمان والوں کے دوست ہوتے ہیں انہیں یاد کرتے ہیں ان کے بلند مقام و مرتبے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے ہیں کہ وہ مومنوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔

سوال 4: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور کیا ہے؟

جواب: دنیا میں اللہ کا نور اللہ کا دیا ہو علم ہے جو انسان کو اس کی زندگی کے بارے میں راہ نمائی دیتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ کے دیئے ہوئے علم کے ماسوا جتنے افکار و خیالات ہیں سب ظلمات یعنی تاریکیاں ہیں۔

سوال 5: انسان کے دل اور اس کی زندگی کی تاریکیاں کیسے دور ہو سکتی ہیں؟

جواب: دلوں اور زندگی کی تاریکی دل کے اندر روشنی پھوٹ پڑنے کی وجہ سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ تاریکی اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دُعاؤں سے دور ہو جاتی ہے۔

﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا﴾

''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے'' (44)

سوال: ﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' اللہ تعالیٰ مومنوں کو سلام کرے گا اور باعزت اجر دے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی'' ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مومنوں کو اللہ جل ثناؤ قیامت کے دن جنت میں سلام کریں گے۔ (جامع البیان: 20,21/22)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' (یس: 58)

(3) اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دن مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اس دن وہ خود انہیں سلام کرے گا۔

(4) جنت میں مومنوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلے گا اور ان کی باہمی دعا اسلام علیکم ہوگی اور آخری بات الحمد اللہ رب العالمین ہوگی۔

(5)﴿ وَاَعَدَّلَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' رب العزت نے جنت میں ان کے لئے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے یعنی جنت کی نعمتیں، کھانے پینے کے خوب صورت انتظامات حسین لباس، سحر انگیز محلات اور باغات، حور و غلمان اور لذت آفرین نعمتیں اور خوب صورت اور دلکش نظارے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا نہ کسی کے تصور میں آیا، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''(45)

سوال: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' نبی ﷺ کی صفات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسالت کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے نبی ﷺ کو رب العزت نے وہ صفات عطا فرمائیں۔ وہ پانچ صفات ہیں شاہد، مبشر، نذیر، داعیا الی اللہ، سراج منیر۔

(2) عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا کہ نبی ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی کے بعض اوصاف آپ کے توارات میں بھی ہیں، تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے۔ نہ بازاروں میں شور مچانے والا، وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (ابن کثیر:257) (ابن ابی حاتم، بخاری، مسند احمد)

(3)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ ''اے نبی!'' رب العزت نے نبی ﷺ کی تکریم کے لئے آپ ﷺ کو اے نبی! کہہ کر پکارا ہے۔

(4) ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا'' شاہد نبی ﷺ کی صفت ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور لوگوں کے اعمال پر گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ کا اپنی امت کے اچھے اور برے اعمال پر گواہ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرۃ:143)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے؟'' (النساء:41)

(6) شاہد کے لفظ کو غلط معنی بھی پہنائے گئے ہیں ''شاہد'' کا ترجمہ حاضر وناظر کیا گیا یہ قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کے بنیادی موضوع اور حق کے خلاف ہے۔

(7) ﴿وَّمُبَشِّرًا﴾ ''خوش خبری دینے والا'' مبشر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ ایمان والوں کو آخرت میں اجر کی، ثواب کی خوش خبری سناتے ہیں۔ آپ ﷺ مومنوں کو بشارت دینے کے لئے مبعوث کیے گئے، کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے اور وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں۔ (8) ﴿اَلْمُبَشَّرُ﴾ ''جس کو خوش خبری دی گئی ہو'' سے مراد اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع اور معاصی کو ترک کیا ہے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ہر قسم کے دینی اور دنیاوی ثواب کی بشارت ہے جو ایمان اور تقویٰ پر مترتب ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ سب کچھ اعمال کی تفاصیل تقویٰ کے خصائل اور ثواب کی اقسام کے ذکر کو مستلزم ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2156،2157)

(9) ﴿وَّنَذِيۡرًا﴾ اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' نذیر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ﷺ کافروں کو بڑے عذاب کی وعید اور آپ ﷺ ہر اس شخص کو ڈرانے کے لئے، تنبیہ کرنے کے لئے بھیجے گئے جو اعراض کرتا ہے اور ایمان نہیں لاتا اور خیر کا کوئی کام نہیں کرتا آپ ﷺ انہیں ڈراتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہ عذاب دے گا۔

(10) (اَلْمُنْذَرُ) سے مراد مجرم، ظالم اور جاہل لوگ ہیں، جن کے لیے اس دنیا میں دینی اور دنیاوی عقوبات کے ذریعے سے ڈرانا ہے جو ظلم اور جہالت پر مترتب ہوتی ہیں اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 3/2156)

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کس کی گواہی دیں گے؟

جواب: (1) آپ اپنی اُمت کی گواہی دیں گے ایمان لانے والوں، جھٹلانے والوں دونوں کی گواہی دیں گے۔

(2) رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء کی بھی گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق ہوگی۔

سوال 10: رسول اللہ ﷺ کن لوگوں کو ڈرانے والے ہیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ غافل اور بے پرواہ لوگوں کو بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں کہ بُرے اعمال کے نتیجے میں اللہ کا عذاب ہے۔ (2) رسول اللہ ﷺ غافل لوگوں کو تنبیہ کرنے کے لیے ڈرانے والے ہیں تاکہ بُرے انجام کو دیکھتے ہوئے بُرے اعمال سے بچ جائیں اور اگر بُرے اعمال کو لوگ نہ چھوڑنا چاہیں تو اُن پر حجت تمام ہو جائے۔

﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيۡرًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔'' نبی ﷺ پوری دنیا کی مشترک میراث میں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا'' نبی ﷺ کی صفت داعیا الی اللہ ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا تا کہ آپ مخلوق کو ان کے رب کی طرف دعوت دیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کا شوق پیدا کریں اور ان کو اس کی عبادت کا حکم دیں جس کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ چیز ان امور پر استقامت کا تقاضا کرتی ہے جن کی دعوت دی گئی ہے اور یہ چیز ان کے اپنے رب کی، اس کی صفات مقدسہ کے ذریعے سے معرفت اور جو صفات اس کے جلال کے لائق نہیں ان صفات سے اس کی ذات مقدس کی تنزیہ جیسے امور کی تفاصیل کا تذکرہ ہے جن کی طرف انھیں دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مختلف انواع، قریب ترین راستے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ دعوت الی اللہ اپنے نفس کی تعظیم کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ اس مقام پر بہت سے نفوس کو کبھی کبھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2156،2157)

(3) ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (النحل: 125) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلغوا عنی ولو آیة: مجھ سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو'' یہ آپ ﷺ کی طرف سے علم اور تربیت کی اجازت ہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کی وارث یہ امت ہے۔

(4) ﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' نبی ﷺ کی صفت سراج منیر ہے یعنی جو بھی کامیابی کے راستے کی ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے راہ نمائی حاصل کر سکتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے سب استفادہ کرتے ہیں ایسے ہی نبی ﷺ کی روشن شخصیت پوری دنیا کی مشترک میراث ہے۔

(5) یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ تمام مخلوق بہت بڑی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جہاں روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جس سے راہنما حاصل کی جا سکتی، نہ کوئی علم تھا کہ اس جہالت میں کوئی دلیل مل سکتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کا پردہ چاک کر دیا، آپ ﷺ کے ذریعے سے جہالتوں کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی اور آپ ﷺ کے ذریعے سے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ پس اہل استقامت کے لیے راستہ واضح ہو گیا اور وہ اس راہنما کے پیچھے چل

پڑے۔انھوں نے اس کے ذریعے سے خیروشر،اہل سعادت اوراہل شقاوت کو پہچان لیا۔انھوں نے اپنے رب کی معرفت کے لیے اس سے روشنی حاصل کی اورانھوں نے اپنے رب کواس کے اوصاف حمیدہ،افعال سدیدہ اوراحکام رشیدہ کے ذریعے سے پہچان لیا۔(تفسیر سعدی:2157/3)

(6)اس مادی دنیایا کائنات میں اللہ تعالیٰ نے سورج کوسراج (چراغ) کانام دیا جس کی وجہ غالباًیہ ہے کہ چانداور ستارے بالواسطہ اسی سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں اورروحانی دنیامیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کوسراج منیر (چمکتاہواچراغ) کا لقب عطا فرمایا۔ گویانبوت کے آفتاب آپ ﷺ ہیں آپ ﷺ کے طلوع ہونے کے بعداب کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔اب ہرانسان کواپنے شعبہ زندگی کے لئے ہدایت اسی آفتاب نبوت وہدایت سے حاصل کرنا ہوگی۔(تفسیر تیسر القرآن:596/3)

سوال2:رسول اللہ ﷺ کامشن کیاہے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کامشن اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے انسانوں کواُن کے رب سے جوڑنا ہے انہیں مقصدزندگی کاشعوردلانا ہے انہیں بُرے انجام سے بچانا ہے اُنہیں ایسے اعمال کی ضرورت کااحساس دلانا ہے جوجنت جانے کے لیے ناگزیر ہیں انہیں بھلائی کے راستے پرچلناسکھانا ہے

سوال3:داعی الی اللہ کی ذمہ داریاں کیاہیں؟

جواب:(1)داعی الی اللہ کی ذمہ داری رب کی طرف بلانا ہے۔(2)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کاپیغام صاف صاف پہنچادے۔

(2)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کورب کا اُس کی عظمتوں،قوتوں،قدرتوں اوراختیارات کاشعوردے۔

(3)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کوکتاب اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرے تاکہ لوگ اس کتاب کوپڑھیں،سمجھیں اس کے مطابق عمل کریں اورکتاب کودوسروں تک پہنچانے کے لیےاپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل ہوجائیں۔

(4)داعی الی اللہ کاکام ہے کہ لوگوں کوتعصب سے نکالے۔

(5)داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبروتحمل سے کام لے اورانسانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔

(6)داعی الی اللہ کوانسانوں کے لیے خیرخواہ رہنا چاہے۔

(7)داعی الی اللہ کوآخرت کی فکردلانی چاہیے تاکہ لوگ آخرت کے لیے عمل کرنے کے قابل ہوسکیں۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾

’’اورآپ مومنوں کوخوش خبری دے دیں کہ یقیناًاللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑافضل ہے‘‘(47)

سوال:﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾’’اورآپ مومنوں کوخوش خبری دے دیں کہ یقیناًاللہ تعالیٰ کی

جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں'' یعنی ایمان کی بنیاد پر ایمان والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح لازم وملزوم ہیں یہ کہ وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

(2) ﴿بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾ ''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا جن کی خوش خبری دی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اور جلیل القدر فضل جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، ہدایت قلوب، گناہوں کی بخشش، تکلیفوں کا دور ہونا، رزق کی کثرت اور ارزانی، خوش کن نعمتوں کا حصول، اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول میں کامیابی اور اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے نجات۔ اور وہ امور ہیں جن کے ذکر سے عمل کرنے والوں کو نشاط حاصل ہوتا ہے، جن سے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جیسا کہ یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ترہیب کے مقام پر عقوبتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان افعال پر مترتب ہوتی ہیں جن سے ڈرایا گیا ہے تا کہ یہ ترہیب ان امور سے باز رہنے میں مدد دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ (تفسیر السعدی: 2157/3)

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دو پہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے صبح سے دو پہر تک کام کیا پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر کون میرا کام کرے گا، چنانچہ پھر یہ کام نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا اور تم امت محمدیہ ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ درجہ حاصل ہوا اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے، پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو پورا مل گیا اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔'' (بخاری: 2268)

﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' (48)

سوال 1: ﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں''یعنی کافر اور منافق رب کے حکم کے مخالف جو بات کریں آپ وہ نہ مانیں۔

(2) کافر اور منافق اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والوں کا راستہ روکنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں۔رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو ان کے برے منصوبوں سے آگاہ کیا ہے اور ان کی اطاعت کرنے سے روکا ہے۔

(3)اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان انہیں اذیت دینے لگ جائیں حکم صرف یہ ہے کہ اطاعت نہیں کرنی۔

(4)﴿وَدَعۡ اَذٰهُمۡ﴾ ''اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں''یعنی ان کو اذیت دینی چھوڑ دیں اور اس پر صبر کریں یہاں تک کہ آپ ﷺ کا رب آپ کو حکم دے۔

(5)یعنی ان کی اذیتوں کو درگزر کر دیں کیونکہ یہی چیز ان کو قبولِ اسلام کی طرف لے آئے گی۔

(6)﴿وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں''اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔اپنے کام کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

(7)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے جو اس پر دنیا و آخرت کے معاملات میں توکل کرتا ہے (صفوۃ التفاسیر:487/2)

(8)وکیل کسی کام کی نگرانی کرنے والے،کسی کام کے لئے کھڑے ہونے والے کہتے ہیں۔

سوال 2:رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے بارے میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنے کی ہدایت دی گئی جیسا کہ سورۃ کے آغاز میں دی گئی تھی تا کہ آپ ﷺ اُن کا دباؤ قبول نہ کریں۔

(2)رسول اللہ ﷺ کو کافروں اور منافقوں کی اذیت کی پرواہ نہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

(3)رسول اللہ ﷺ کو اُن پر اعتماد کرنے سے روکا گیا اور حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

سوال 3:وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ توکل کے لیے کافی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی قابل اعتماد ہے۔

(2)رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاشرے کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات قبول کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا گہرا شعور دے کر آپ ﷺ کو مشن کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار کیا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ

عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو اور انہیں رخصت کر دو، اچھے انداز سے رخصت کرنا‘‘ (49)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو اور انہیں رخصت کر دو، اچھے انداز سے رخصت کرنا‘‘ صحبت سے پہلے طلاق پر عدت نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو!‘‘ یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی تصدیق کی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1217)

(2) ﴿اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ ’’جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو‘‘ اللہ رب العزت نے مومنوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جب وہ مومن عورتوں سے نکاح کریں اور چھوئے بغیر طلاق دے دیں تو اس صورت میں طلاق یافتہ عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ متاع دے دلا کر رخصت کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ ان کی دل شکنی کا ازالہ ہو جائے۔

(3) ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾﴾ ’’تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا اُن کا مہر تک مقرر نہ کیا ہو اور اُن کو کچھ سامان دے دو، خوشحال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ مرد معاف کر دے

جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:236,237)

(4) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحبت سے پہلے طلاق دینا جائز ہے اور یہ کہ نکاح کے بغیر نہیں ہوتی۔ ''لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ : نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔'' (صحیح سنن ابن ماجہ البانی)

(5) ﴿فَمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ''چنانچہ اُنہیں کچھ سرو سامان دے دو'' اس آیت کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھونے سے پہلے طلاق دے دی جائے تو شوہر کو اس کی حیثیت کے مطابق متاع دینا واجب ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو چھونے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا۔ ایسی صورت میں ''مہر متاع'' کے لیے بھی کفایت کرتا ہے۔

(6) ﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اور انہیں رخصت کر دو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' یعنی نہایت اچھے طریقے سے طلاق دیں اور اچھے طریقے سے رخصت کریں۔

سوال 4: چھونے یا ہاتھ لگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: چھونا یا ہاتھ لگانا عقد اور جماع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں عقد کے معنوں میں ہے۔

سوال 6: جن عورتوں کو رخصتی سے قبل طلاق دی جا رہی ہو اُن کا متعہ کتنا ہے؟

جواب: اگر ایسی عورتوں کا مہر مقرر کیا گیا ہو تو نصف مہر ہے ورنہ جتنی توفیق ہو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

سوال 7: بھلے طریقے سے رخصت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ عزت و احترام سے رخصت کرو۔ (2) کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر الزام تراشی کے بغیر رخصت کرو۔

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کر دیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت

کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جواُن پرفرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (50)

سوال 1: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جواُن پرفرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' نبی ﷺ کے لیے حلال عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ پر واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے وہ عورتیں ہم نے حلال کردی ہیں جن کے مہر آپ ﷺ ادا کر چکے ہیں۔

(2) اجر سے مراد مہر ہے۔ آپ ﷺ کی تمام عورتوں کے مہر پانچ پانچ درہم تھے سوائے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جن کا مہر 400 دینار تھا جو نجاشی نے ادا کردیا تھا جو حبشہ کا بادشاہ تھا۔

(3) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تھا۔ یہ ان امور میں ہے جو نبی ﷺ اور اہل ایمان میں مشترک ہے اہل ایمان کے لیے بھی وہی بیویاں حلال ہیں جن کے مہر انہوں نے ادا کردیئے ہیں۔

(4) ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ﴾ ''اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں سے جو لونڈیاں آپ کو دیں غلام ہوں یا آزاد، ان کے شوہر ہوں یا نہ ہوں وہ بھی حلال

ہیں۔دولونڈیوں سے آپ ﷺ نے آزادکر کے نکاح کیا تھا۔سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کو آپ ﷺ نے خیبر کے قیدیوں میں سے چنا تھا پھران کی آزادی کوان کا مہر بنادیا تھا۔اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی کتابت کی رقم سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کوادا کر کے ان سے نکاح کرلیا تھا۔

(5) آپ ﷺ کے پاس سیدہ ریحانہ بنت شمعون اور سیدہ ماریہ قبطیہ لونڈیوں میں سے تھیں۔یہ دونوں لونڈیاں ہی رہیں۔

(6) یہ معاملہ بھی ایمان والوں میں اور نبی ﷺ میں مشترک ہے۔

سوال2:﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ''اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔''

نبی ﷺ کے لیے مباح عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1)﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ﴾ ''اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں'' اس میں قریب اور دور کے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ بھی، سب شامل ہیں۔(سعدی:2161/3)

(2)﴿الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ''انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے'' یعنی جن عورتوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے سو جن عورتوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں ہیں۔(3) یہ قید نبی ﷺ کے لیے ہے اہل ایمان کے لیے نہیں۔

سوال3:﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَاۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کی کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے۔'' نبی ﷺ کے علاوہ شوہر بلا مہر کے حرام ہیں۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی ﷺ کے لیے ہبہ کردے'' یعنی جو مسلمان عورت خود کو آپ ﷺ کے لیے بلا مہر کے ہبہ کردے۔

(2)﴿ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا﴾ ''اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے'' یعنی اگر نبی ﷺ نکاح کرنا چاہیں۔آپ ﷺ کے ارادے اور رغبت پر منحصر ہے۔(3) اس میں دو شرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ عورت خود کو ہبہ کرے اور آپ ﷺ بھی نکاح کرنا چاہتے ہوں۔(4)﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے'' ہبہ کرنے والی عورت خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز ہے۔کسی اور مسلمان کے لئے نہیں ہے۔

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس (آپ کے لیے) ہبہ کرتی ہوں۔پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نکاح کا ارادہ نہیں رکھتے تو اسے میرے نکاح میں دے

دیجیئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس میرے تہ بند کے سوا اور کچھ نہیں۔آپ نے فرمایا: یہ اگر تم اسے دے دو گے تو خود بند کے بغیر رہ جاؤ گے، سو کچھ اور تلاش کرو۔اس نے کہا، میں اور کچھ نہیں پاتا۔آپ نے فرمایا: تلاش تو کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔انہوں نے ہر چند کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ پایا۔آپ نے فرمایا: کیا قرآن کی کچھ سورتیں تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں! فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔آپ نے فرمایا: بس تو انہی سورتوں پر میں نے اسے تمہارے نکاح میں دیا۔(بخاری:5135)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ خاص احکامات کون سے ہیں جو مومنوں کے لیے نہیں؟

جواب: (1) چار سے زیادہ عورتیں کوئی بھی بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

(2) نکاح کے لیے ولی، گواہ اور حق مہر ضروری ہیں ان کے بغیر نکاح صرف نبی ﷺ کی خصوصیت تھی۔

سوال 5: ﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ ''یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' رب العزت نے تمہاری بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں تنگی کو کیسے ختم کیا وضاحت دیں؟

جواب: (1) ﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ﴾ ''یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو۔'' رب العزت نے اہل ایمان پر واضح فرمایا ہے کہ اہل ایمان پر بیویوں اور لونڈیوں کی قلت وحرمت کے بارے میں ہم نے آگاہ کر دیا ہے کہ ان کے لیے کیا حلال ہے اور کیا نہیں؟۔بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ان کے فرائض سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔

(2) جو احکامات صرف نبی ﷺ کے لیے خاص ہیں اور جو مومنوں کے لئے مباح ہیں۔

(3) ﴿لِكَيۡلَا يَكُوۡنَ عَلَيۡكَ حَرَجٌ﴾ ''تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو۔'' آپ کو جو وسعت دی گئی، دوسروں کو نہیں۔آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایمان والوں کی نصرت کرنے والا اور ہمیشہ سے رحم کرنے والا ہے۔

﴿تُرۡجِىۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـــٔوِىۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى

اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴾

''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' (51)

سوال 1: ﴿تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ کی وضاحت کریں؟ ''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔'' نبی ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کو رب العزت نے اس بات کی اجازت دی کہ باریوں کی تقسیم ترک کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود باریاں مقرر کریں تو آپ ﷺ کی ان ازواج پر نوازش ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ازواج میں ہر چیز تقسیم کر رکھی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور جو میرے بس میں نہیں اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔'' (ابوداؤد: 2134)

(2) یہاں رب العزت نے فرمایا: ﴿تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں'' آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں۔ نہ اپنے پاس بلائیں اور نہ رات بسر کریں۔

(3) ﴿وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں'' یعنی جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور رات بسر کریں۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں (خود ہی) اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں؟ جب یہ آیت اتری: ﴿تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِىْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس ٹھکانہ دیں۔ اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو میں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔ (بخاری: 4788) (الاحزاب: 51)

سوال 2: ﴿وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ ''اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی باری مقرر کرنا نبی ﷺ پر واجب نہیں، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ﴾ ''اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا'' اگرچہ باری مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں، اس کے باوجود آپ جس کو چاہو اپنے پاس بلا لو ان میں سے جن کو آپ نے الگ کیا تھا۔

(2)﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے'' یعنی آپ ﷺ کے لیے کوئی گناہ نہیں، کوئی حرج نہیں۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اس آیت کے نازل بعد بھی کہ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے آپ سے دور رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کر لیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کی باری میں سے کسی دوسرے کے پاس جانا چاہتے تھے تو جن کی باری ہوتی ان سے اجازت لیتے تھے میں نے اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ایسی صورت میں آپ نبی ﷺ سے کیا کہتی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہ عرض کر دیتی تھی کہ یارسول اللہ! اگر یہ اجازت مجھ سے لے رہے ہیں تو میں اپنی باری دوسرے پر ایثار نہیں کر سکتی۔ (بخاری:4789)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے دوسری بیویوں سے بیماری میں میرے گھر رہنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ (بخاری:2588)

سوال 3: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے باوجود ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کیسا سلوک روا رکھا تھا؟

جواب:(1) رسول اللہ ﷺ نے اختیار ملنے کے باوجود ازواج کی باریاں ختم نہیں کی تھیں۔

(2) سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔

(3) مرض وفات میں آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی اجازت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آخری دن گزارے۔

(4) آپ ﷺ نے خصوصی اختیار استعمال کرنے کی بجائے اپنی بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کے لیے اُن سے عدل کیا، حسن سلوک کیا، اُن کی دل جوئی کا اہتمام کیا۔

سوال 4:﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ'' یعنی جب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو معلوم ہو جائے گا کہ تقسیم یا باریاں مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں ہے، پھر بھی آپ مساویانہ سلوک کر رہے ہیں تو اس حسن سلوک سے امید ہے۔

(2)﴿اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ﴾ ''اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں'' یعنی وہ خوش اور مطمئن ہو جائیں گی۔

(3)﴿وَلَا يَحْزَنَّ﴾ ''اور وہ غم نہ کریں'' اور وہ غم نہیں کریں گی۔

(4) ﴿وَيَرۡضَيۡنَ بِمَآ اٰتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں''، یعنی آپ ﷺ کے عدل و انصاف پر آپ ﷺ کا احسان مانیں گی اور جو کچھ آپ انہیں دیں گے اس پر وہ خوش ہو جائیں گی۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جانتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ دلوں کے حالات اور ان کے رجحانات سے خوب واقف ہے۔ تمہاری دلی محبت کو وہ خوب جانتا ہے۔

(2) حقوق واجبہ و مستحبہ کی ادائیگی اور حقوق میں مزاحمت کے وقت دلوں میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے یہ وسعت مشروع کی گئی ہے تاکہ آپ کی ازواج کا دل مطمئن رہے۔ (تفسیر سعدی: 2163/3)

(3) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے معاملے میں انتہائی بردبار ہے۔

(4) یہ اس کا علم ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہ چیز مشروع کی ہے جو تمہارے معاملات کے لیے درست اور تمہارے اجر میں اضافہ کرنے کی باعث ہیں اور یہ اس کا حلم ہے کہ تم سے جو کوتاہیاں صادر ہوئیں اور تمہارے دلوں نے جس برائی پر اصرار کیا، اس نے اس پر تمہاری گرفت نہیں فرمائی۔ (تفسیر سعدی: 2163/3)

سوال 5: رسول اللہ کے ایک سے زائد نکاح میں کیا حکمتیں ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح کی حکمتیں:

(i) رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح شخصی ضروریات سے آگے بڑھ کر ہیں۔

(ii) آپ ﷺ کے نکاح تبلیغی اور تعلیمی ضروریات کے لیے تھے۔

(iii) آپ ﷺ کے نکاح اصلاح معاشرہ کے لیے تھے۔ (iv) آپ ﷺ کے نکاح جاہلانہ رسومات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔

(v) آپ ﷺ کے نکاح قبائلی عداوتوں اور تعصّبات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔ (vi) حقیقت یہ ہے کہ ایک جاہل قوم کو مہذب بنانے کے لیے مردوں کے ساتھ عورتوں کی تربیت کی ضرورت تھی اس کے لیے مخلوط تعلیم کا طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے مختلف عمر کی خواتین سے آپ ﷺ کے نکاح کیے گئے۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ‌ؕ

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾

''اس کے بعداورعورتیں آپ پرحلال نہیں اورنہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لاسکتے ہیں اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے''(52)

سوال:﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اس کے بعداورعورتیں آپ پرحلال نہیں اورنہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لاسکتے ہیں اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' نبی ﷺ پر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو چھوڑ کر کسی اورعورت سے نکاح کرنے کو حلال نہیں رکھا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی قدردانی کی ہے۔انہیں دنیا وآخرت میں نبی ﷺ کے لئے منتخب فرمایا اب ان پر انحصار کرنے کا حکم دیا۔ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو چھوڑ کر کسی اورعورت سے نکاح کرنے کو نبی ﷺ کے لئے حلال نہ رکھا گیا۔

(2)﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ﴾ ''اس کے بعداورعورتیں آپ پرحلال نہیں''یعنی نبی ﷺ کے لئے ان ۹ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بعد کسی اورعورت سے نکاح کو جائز نہ رکھا گیا۔یہ ازواج کا اکرام تھا۔

(3)﴿وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ﴾ ''اورنہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لاسکتے ہیں''یعنی اب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتے۔

(4)﴿وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ ''اگرچہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے''اگرچہ آپ ﷺ کو کتنی بھلی لگیں۔

(5)اس آیت کریمہ کی بنا پر وہ طلاق اورسوکنوں سے محفوظ ومامون ہوگئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرمادیا کہ وہ دنیا وآخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔آپ اوران کے درمیان کبھی جدائی نہ ہوگی۔(تفسیر سعدی:2163/3)

(6)﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ ''سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے''یعنی لونڈیاں حلال ہیں، جو بیویوں کے مقام پر نہیں ہیں۔

(7)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کامل علم رکھنے والا، کمال نگرانی کرنے والا ہے، وہ سارے امور کا علم رکھتا ہے، وہ سب امور کا نگہبان ہے۔وہی ہمارا معبود ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اسی کے لیے جینا اوراسی کے لیے مرنا ہے۔اسی کے پاس لوٹ کرجانا ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے'' (53)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو'' بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی اور اس کے نبی ﷺ پر اور جو وہ لے کر آیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں۔

(2) ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ''نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب تمہیں اجازت دی جائے'' یعنی بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں نہ جاؤ جیسے دورِ جہالت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں لوگ اپنے گھروں میں بلا اجازت آنے جانے کے عادی تھے۔

(3) ﴿اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ ''کھانے کی طرف، اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو'' کھانا تیار ہونے

اوراس کے پکنے کا انتظار نہ کیا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم دو شرائط کے ساتھ نبی ﷺ کے گھروں میں داخل ہوا کرو: (i) داخل ہونے کی اجازت ملنے کے بعد (ii) تمھارا آپ کے گھر میں بیٹھنا ضرورت کے مطابق ہو۔

(4) یعنی دعوت کے وقت جاؤ، اجازت لے کر جاؤ یہ نہیں کہ پکنے کا انتظار کرتے رہو اور پک جائے تو فوراً چلے جاؤ۔

سوال 2: اس آیت میں گھریلو معاشرت کے لیے مسلمانوں کو کیا آداب سکھائے گئے؟

جواب (1) دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوں۔

(2) کھانے یا کسی اور ضرورت کے لیے بلایا جائے تو صرف ضرورت کے مطابق بیٹھیں۔

(3) کھانے یا ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد واپس چلے جائیں۔

(4) دوسروں سے ملاقات کے موقع پر غیر ضروری باتوں سے گریز کریں۔

(5) عورتوں سے کوئی کام ہو تو پردے کے پیچھے سے اس کو انجام دیں۔

سوال 3: ﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقینا یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا'' دعوت قبول کرلو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا﴾ ''لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ'' یعنی دعوت یا اجازت کے بغیر نہ جاؤ۔ دعوت میں طفیلی بن کے جانا حرام ہے۔ دعوت قبول کرلو تو جاؤ اور دعوت کھا کر واپس آ جاؤ۔

(2) ﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ ''پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ'' جب تم کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو اپنے گھروں کو اپنے کام کے لئے لوٹ جاؤ۔ تم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے۔

(3) ﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ﴾ ''اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو'' یعنی کھانے سے پہلے اور بعد میں باتیں نہ کرنے لگ جاؤ۔

(4) ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقینا یہ بات'' یعنی تمہارا وہاں زائد از ضرورت بیٹھنا۔

(5) ﴿كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ﴾ ''نبی کو اذیت دیتی ہے'' یعنی تمہارا اپنے کام چھوڑ کر بیٹھنا نبی ﷺ پر گراں گزرتا ہے۔ تمہاری یہ حرکت نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو قوم کو آپ نے دعوت ولیمہ دی، کھانا کھانے کے بعد لوگ (گھر کے اندر ہی) بیٹھے (دیر تک) باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا گویا آپ اٹھنا

چاہتے ہیں (تا کہ لوگ سمجھ جائیں اور اٹھ جائیں) لیکن کوئی بھی نہیں اٹھا، جب آپ نے دیکھا کہ کوئی نہیں اٹھتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے، لیکن تین آدمی اب بھی بیٹھے رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ جب باہر سے اندر جانے کے لیے آئے تو دیکھا کہ کچھ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی اٹھ گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے ہیں تو آپ اندر تشریف لائے۔ میں نے بھی چاہا کہ اندر جاؤں، لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے اور میرے بیچ میں دروازہ کا پردہ گرا لیا، اس کے بعد آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی یأیھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی کہ "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو۔" آخر آیت تک۔ (بخاری:4791)

(7) ﴿فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ﴾ ''پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے'' آپ سے شرم اور لحاظ کی وجہ سے نبی ﷺ کچھ نہیں کہتے یعنی نبی ﷺ کے گھر میں بلا اجازت آؤ گے تو انہیں دکھ ہوگا لیکن وہ مارے شرم کے روک نہیں سکیں گے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا'' رب العزت نے بلا اجازت داخلے پر پابندی، بن بلائے جانے پر اور دعوت میں دیر تک باتیں کرتے رہنے کی ممانعت نازل کردی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اسی وجہ سے اس نے تمہیں ان کاموں سے روک دیا۔

سوال 4: ﴿وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے'' ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونے کے آداب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو'' ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونا ہو، ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو تمہارے اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

(2) پردے کے پیچھے سے مراد دروازے کے پیچھے یا چادر وغیرہ کے پیچھے سے بات کریں۔ دیکھنا ممنوع ہے۔

(3) ان کو دیکھنے کی ممانعت کے ساتھ ان کے پاس جانے کی ممانعت بھی پتہ چل رہی ہے۔

(4) ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے مخاطب ہونے کی حقیقی ضرورت نہ ہو تو اس کو بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

(5) ﴿ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ﴾ ''یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے'' یہ طریقہ ہر قسم کے شبے سے پاک ہے کیونکہ برائی کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے دور رہنے میں قلب کی سلامتی اور پاکیزگی ہے۔

(6) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ برائی کے تمام وسائل، اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں۔ ان سے دور رہنا بھی مشروع ہے۔

(7) یہ آیتِ حجاب ہے۔

سوال 5: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے'' مسلمانوں پر امہات المؤمنین حرام ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں'' یعنی تمہارے لئے یہ درست بات نہیں ہے، یہ قبیح ترین بات ہے۔

(2) ﴿اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو'' یعنی اپنے قول یا فعل سے نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچاؤ۔

(3) ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' اور یہ بات آپ کے لائق نہیں ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی سے آپ ﷺ کے بعد نکاح کرو۔ زوجیت کا رشتہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے کیونکہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن دنیا اور آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کی امت میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

(4) ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقیناً یہ ہمیشہ'' یعنی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اور آپ ﷺ کی ازواج میں سے آپ کے بعد نکاح کرنا۔

(5) ﴿كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی قضا، اس کی شریعت میں۔

(6) ﴿عَظِيْمًا﴾ ''بہت بڑی بات ہے'' یعنی عظیم گناہ ہے۔

سوال 6: مؤمنوں کو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے سے روکا۔ اس میں کون سے اُمور شامل ہیں؟

جواب: تکلیف خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو مثلاً

(1) آپ ﷺ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے بغیر گھر میں بیٹھے رہنا۔

(3) ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے بغیر حجاب کے گفتگو کرنا وغیرہ۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا﴾

''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (54)

سوال: ﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنۡ تُبۡدُوۡا شَیۡئًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ'' رب العزت نے فرمایا اگر تم کسی چیز کو اپنی زبان سے ظاہر کرو۔ ﴿اَوۡ تُخۡفُوۡهُ﴾ ''یا تم اس کو چھپاؤ'' یا تم دلوں میں چھپا لو۔

(2) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے رازوں سے واقف ہے۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں ہو سکتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ﴾ ''خیانت کرنے والی آنکھوں کو جانتا ہے اور جو راز سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔'' (سورۃ غافر:19)

(5) اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جن کی طرف آیت ''ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِکُمۡ اور مَا کَانَ لَکُمۡ ان تؤذوا رَسُوۡلَ اللّٰهِ'' میں ارشاد فرمایا ہے اگر تم آپ ﷺ آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے متعلق دل میں کوئی برا خیال رکھو گے تو اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ رہے گا اور تمہیں اس کی ضرور سزا ملے گی۔ (قرطبی) (اشرف الحواشی:509/1)

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیۡهِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیۡنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدًا﴾

''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' (54)

سوال 1: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیۡهِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیۡنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدًا﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' کن رشتہ داروں سے پردہ نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے کرنے کا حکم دیا کہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کوئی چیز طلب کی جائے تو پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے۔ ضرورت پڑی کہ ان محرم رشتہ داروں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جن سے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیۡهِنَّ فِیۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا

نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں'' اس آیت میں بھی ان ہی لوگوں کو مستثنٰی قرار دیا جن کو سورہ النور:31 میں مستثنٰی قرار دیا تھا۔یعنی والد، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، عورتیں اور غلام، جب تک غلام پورے کا پورا ان کی غلامی میں ہو۔

(2) سورۃ النور میں اس آیت سے زیادہ لوگوں کا بیان ہے۔(3) ان دونوں آیات میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں۔

(4) جب خالاؤں اور پھوپھیوں پر بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ واجب نہیں تو چچا اور ماموں سے پردہ کرنا بدرجہ اولیٰ واجب نہیں۔(تفسیر سعدی 3/2166)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ابو القیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک اس میں رسول ﷺ کی اجازت نہ حاصل کرلوں۔ان سے نہیں مل سکتی، میں نے سوچا کہ ان کے بھائی ابو القیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، مجھے دودھ پلانے والی تو ابو القیس کی بیوی تھی، پھر نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! ابو القیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک نبی ﷺ کی اجازت نہ لوں ان سے ملاقات نہیں کرسکتی اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنے چچا سے ملنے سے تم نے کیوں انکار کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو القیس نے مجھے تھوڑا دودھ پلایا تھا دودھ پلانے والی تو ان کی بیوی تھیں نبی ﷺ نے فرمایا انہیں اندر آنے دو وہ تمہارے چچا ہیں عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رضاعت سے بھی وہ چیزیں حرام ہو جاتیں ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتیں ہیں۔(بخاری:4796)

(6) ﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو'' ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تمام حالات میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے، ان کے تمام اقوال کو سن رہا ہے اور ان کی تمام حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔(سعدی:3/2167)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تقویٰ کا حکم دے کر کیا واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حکم سے یہ واضح کیا ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے تمہارے دل اور نظریں محفوظ رہیں گی۔

ورنہ محض پردے کی ظاہری پابندیاں گناہ میں ملوث ہونے سے نہیں بچا سکتیں۔

سوال 3: تقویٰ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور دیتا ہے اور انسان اس کی وجہ سے بُرائیوں سے بچتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' (56)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ہاں بلند درجات اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت اور آپ ﷺ کے کمال کا ذکر فرمایا ہے۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ ملاءِ اعلیٰ اور دیگر فرشتوں کے سامنے نبی ﷺ کی مدح وثنا بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کی تعریف کرنا، آپ ﷺ کی مدح کرنا اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنا ہے، اور دعا کرنا فرشتوں کا درود بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے فرشتے آپ ﷺ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوۃ سے مراد ہے۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یصلون کا معنی یہ ہے کہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا'' رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدار میں، آپ ﷺ کے بعض حقوق کی جزا کے طور پر، اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کے اکرام وتکریم کے اظہار کے لیے، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور اپنی برائیوں کے کنارہ کے لیے اے مومنو تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو۔ رسول اللہ ﷺ پر درود کی بہتر شکل وہ ہے جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكۡتَ عَلٰٓى اِبۡرَاهِيۡمَ وَ(عَلٰى) اٰلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ﴾ ''یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جس

طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (بخاری:3370) درود وسلام کا یہ حکم تمام اوقات میں شروع ہے اور بہت سے اہل علم نے اسے نماز کے اندر واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فرشتوں اور ملا اعلیٰ کے سامنے اپنے نبی محمد ﷺ کی مدح وثنا بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔ تمام فرشتے آپ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ ان آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے کمال، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں آپ کے بلند درجات، آپ کی بلند قدر ومنزلت اور آپ کے ذکر رفیع کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ ﴾ (تفسیر سعدی: 3/2167،2168)

(4) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول ﷺ آئے آپ کے چہرے پر خوشی تھی۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے چہرے پر خوشی پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور بولا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم خوش نہیں ہوتے جو تم پر درود بھیجے گا ایک بار میں اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجوں گا اور جو تم پر سلام کرے گا ایک بار میں اس پر دس بار سلام کروں گا۔ (نسائی:1284)

(5) سلموا تسلیما کے بھی دو معنی ہیں۔ اور یہ درجہ ذیل حدیث سے واضح ہے کہ اس کے لئے سلامتی کی دعا کیا کریں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل وجان سے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت 65 میں ان الفاظ کے یہی معنی مراد ہیں: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ پھر نہیں قسم ہے تیرے ربّ کی! وہ ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑے میں تمہیں فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں۔ پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں۔ (تیسیر القرآن)

سوال 2: درود کس طرح پڑھنا چاہیے؟

جواب: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے: کیوں نہ میں تمہیں ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! مجھے ضرور ہدیہ دیجئے۔ کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا: ''یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ''یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (بخاری:3370)

(2) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔آپ ﷺ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اللہ تبارک وتعالی نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ بالکل خاموش رہے اور ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے نہ پوچھتے۔پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا:"اس طرح درود پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ "یا اللہ! تمام جہانوں میں محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی، محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تونے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔یقیناً تو قابلِ تعریف، بزرگ ہے۔" (مسلم:907)

(3) سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد "اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تونے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تونے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔بلاشبہ تو تعریف کیا گیا شان وعظمت والا ہے۔" (مسند احمد:4/119)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کو سلام اس طرح کیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجا جاتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ "اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں جس طرح تونے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور برکت بھیج محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح برکت بھیجی تونے ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔" (بخاری:6360)

(5) سیدنا عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر سلام اور درود بھیجیں۔ہم نے جان لیا کہ کیسے آپ ﷺ پر سلام بھیجیں لیکن آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا کہ یوں کہو:﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ﴾ "اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر رحمت فرما جیسا کہ تونے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت فرمائی۔اے اللہ! آلِ محمد ﷺ اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر برکت فرما جیسا کہ تونے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت فرمائی۔ (بخاری:6358)

(6) سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: درود بھیجو اور کوشش کرو۔ پھر کہو: ﴿اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ ''اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ یقینا تو قابلِ تعریف، بزرگی والا ہے۔'' (مسند احمد:1714)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پہ درود (صلاۃ) بھیجو تو اچھی طرح بھیجو، تمہیں معلوم نہیں شاید وہ درود نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جائے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا: پھر تو آپ ہمیں درود سکھا دیجئے، انہوں نے کہا: کہو: ﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا یَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ﴾ "اے اللہ! اپنی عنایتیں، رحمتیں اور برکتیں رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام خاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل فرما، جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں، خیر کے امام و قائد اور رسول رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو مقام محمود پر فائز فرما، جس پہ اولین و آخرین رشک کریں گے، اے اللہ! محمد ﷺ اور آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پہ اپنی رحمت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پہ نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے"۔ (ابن ماجہ:906)

سوال 3: درود کن مواقع پر پڑھنا چاہیے؟

جواب: (1) دعا کرتے ہوئے۔ (2) اذان کے بعد۔ (3) مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے ہوئے۔

(4) مجلس میں (5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مل کر بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے باعث وبال ہوگی اگر اللہ چاہے تو انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف فرمائے۔'' (ترمذی:2691)

(6) تشہد کے آخر میں۔ (7) نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد۔ (8) صفا اور مروہ پر۔

(9) رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے پر: سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بخیل وہ ہے کہ جس کے آگے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (ترمذی:3546)

(10) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کے وقت مجھ پر درود بھیجا اسے

روزِ قیامت میری سفارش حاصل ہوگی۔''(صحیح الجامع الصغیر للالبانی:6233)

(11) رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک پر۔

(12) غم کی حالت میں اور مغفرت مانگتے ہوئے۔

(13) ہر جگہ اور ہر وقت۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ! فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔''(احادیث صحیحہ:1530)

(14) جمعہ کے دن اور رات میں: سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، جو آدمی جمعہ کے روز مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔''(صحیح الجامع الصغیر:1219)

سوال 4: درود بھیجنے کے کیا فضائل ہیں؟

(1) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں ہوتی ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔''(مسلم:912)

(2) تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے۔'' میں نے عرض کیا: ''ایک چوتھائی صحیح ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''نصف وقت مقرر کردوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''دو تہائی مقرر کردوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تو چاہے لیکن اگر زیادہ کرے تو تیرے ہی لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''میں اپنی ساری دعا کا وقت درود کے لیے وقف کرتا ہوں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیرے سارے دکھوں اور غموں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث ہوگا۔''(ترمذی:1999)

(3) رسول اللہ ﷺ کی شفاعت واجب ہوجائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن سے آذان سنو تو جیسے وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس، دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے

وسیلہ مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک درجہ ہے اللہ کے بندوں میں صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا جو اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' (مسلم:849)

(4) دس درجات بلند ہوتے ہیں، دس برائیاں دور ہوتی ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔'' (سنن نسائی :1298)

(5) رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالی میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ !فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔'' (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:1530)

(6) قبولیتِ دعا کا باعث ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔'' (سلسلۃ الاحادیث:2035)

سوال5: رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: **رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے فائدے**

(1) اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔

(2) درود بھیجنے میں فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے۔

(3) درود بھیجنے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے اگر چہ دونوں طرح کے درود کی نوعیت میں فرق ہے۔

(4) رسول اللہ پر درود بھیجنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(5) یقینا درود بھیجنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(6) یقینا اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(7) یقینا اس کی دس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

(8) درود پڑھنا شفاعت کا سبب ہے جب وسیلے کا سوال ملایا جائے یا اس کو اکیلے پڑھا جائے۔

(9) بے شک وہ بندے کے لیے کفایت کا سبب ہے جس کا بندہ ارادہ کرتا ہے۔

(10)اس کے سبب سے انسان کو قیامت کے دن نبی ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔

(11) یہ گناہوں کے معاف ہونے کا سبب ہے۔

(12) دعامانگنے سے پہلے درود پڑھا جائے تو ربّ العالمین سے دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے

(13) بے شک یہ بندے کو بھولی ہوئی چیز یاد کرانے کا سبب ہے۔

(14) بے شک یہ بندے کے لیے موت سے قبل جنت کی خوشخبری کا سبب ہے۔

(15) بیشک یہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت کی دعا کرنے کا سبب ہے۔

(16) بے شک یہ تنگدست کے لیے صدقہ کے قائم مقام ہے۔

(17) درود اپنے پڑھنے والے کے لیے تزکیہ اور طہارت کا ذریعہ ہے۔

(18) بیشک یہ درود وسلام بھیجنے والے پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود وسلام کے لوٹائے جانے کا سبب ہے۔

(19) یہ حاجتوں کے پورا ہونے کا سبب ہے۔

(20) بے شک یہ قیامت کے دن کی ہولناکی سے نجات کا سبب ہے۔

(21) بے شک یہ اس مجلس کی نحوست سے نجات کا ذریعہ ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر نہ کیا جائے ، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہ کی جائے اور اس کے رسول ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔

(22) بے شک یہ فقر کی نفی کا سبب ہے۔

(23) بے شک یہ اپنے پڑھنے والے کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور اس کے چھوڑنے والے کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔

(24) بے شک یہ سبب ہے بندے کے بخل کے نام کی نفی کا جب وہ آپ ﷺ کا ذکر ہونے پر آپ ﷺ پر درود بھیجے۔

(25) بے شک یہ مجلس کے پاک ہونے کا سبب ہے۔

(26) بے شک یہ درود بھیجنے والے کی ذات ، اس کے عمل اور اس کی عمر میں برکت کا سبب ہے اس لیے کہ درود بھیجنے والا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر برکت نازل فرمائے اور یہ دعا قبول ہوتی ہے۔

(27) بے شک یہ بندے کو ظلم سے نکالنے کا سبب ہے۔

(28) بے شک یہ پل صراط پر وافر نور کا سبب ہے۔

(29) بے شک یہ زمین وآسمان کے درمیان شہرت حاصل کرنے کا سبب ہے۔

(30) بے شک یہ سبب ہے رحمت کے حصول کا۔

(31) بے شک یہ اس کلام کے مکمل ہونے کا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر درود کے ساتھ شروع ہو۔

(32) یہ رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ کی محبت اور اس کو بڑھانے اور کئی گنا کرنے کا سبب ہے۔

(33) بیشک یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیے جانے کا سبب ہے۔

(34) بے شک آپ ﷺ پر درود بھیجنا بندے کے لیے آپ ﷺ کی محبت کا سبب ہے۔

(35) بے شک یہ بندے کی ہدایت اور اس کے دل کے زندہ ہونے کا سبب ہے۔ جو بندہ کثرت سے آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور آپ ﷺ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت غالب آتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل میں آپ ﷺ کے احکامات سے اعراض باقی نہیں رہتا اور نہ اس چیز کے بارے میں کوئی شک رہتا ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے بلکہ وہ آپ ﷺ کی لائی گئی تعلیمات کو اپنے دل میں لکھا ہوا پاتا ہے۔ وہ ان کے احوال پڑھتا رہتا ہے اور ان سے ہدایت، فلاح اور کئی طرح کے علوم حاصل کرتا ہے اور جتنا زیادہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اتنا اس کی بصیرت اور معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(36) بے شک نبی ﷺ پر درود بھیجنا ان کے اس حق میں سے بہت تھوڑی ادائیگی کا باعث بنتا ہے جس کا کوئی علم، طاقت اور ارادہ احاطہ نہیں کرسکتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے بندوں سے راضی ہوا اور اپنے شکر اور حق کی آدائیگی کو آسان کردیا۔

(37) بے شک یہ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کا سبب ہے اور پل صراط سے گزر کا ذریعہ ہے۔

(38) تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

سوال 6: کیا نماز میں درود بھیجنا واجب ہے؟

جواب: تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اگر وہ چھوٹ جائے گا تو نماز نہیں ہوگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾

''یقینا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (57)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾ ''یقینا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' گناہ کر کے رسول اللہ ﷺ میں عیب نکال کر ایذا دینے والوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقینا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں'' رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کیلئے مناسب نہ تھا اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہ وہ کہتا ہے میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لئے اولاد بتاتا ہے میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لئے بیوی یا اولاد بناؤں۔ (بخاری:4482)

(3) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بری بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے، اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق دیتا ہے۔ (بخاری:6099)

(4) جو لوگ گناہ کر کے، گناہوں پر اصرار کر کے اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

(4) جو لوگ نبی ﷺ کو قولی اور فعلی اذیت دیتے ہیں آپ ﷺ کے دین پر آپ ﷺ میں عیب نکالتے ہیں۔

(5) ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اُن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ دنیا میں لعنت یہ ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

(6) ﴿وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ رسول ﷺ کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو تکلیف پہنچانے کی مانند نہیں ہے کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ آپ کی تعظیم کرنا لوازم ایمان میں شامل ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کسی اور کی مانند نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2168)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا مطلب ایسے کام کرنا ہے جس سے اُسے تکلیف ہوتی ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کے کام کون کرتا ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے جیسے مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کو ثابت کیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' (58)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''مومن

مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' الزام لگانے کی وعید، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا﴾ ''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا یعنی جو لوگ کسی جرم کے بغیر بے گناہوں پر ناحق الزام لگا دیں جن کی انہیں خبر بھی نہ ہو۔

(2) ﴿فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا﴾ ''بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' انہوں نے اپنے اوپر بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ لے لیا۔ انہوں نے ایمان والوں کو بغیر وجہ کے تکلیف پہنچائی۔ ایمان والوں کی ہتک عزت کی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں احترام کرنے کا حکم دیا۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے کہا: اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس انداز سے اپنے بھائی کا تمہارا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے''، اس نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جسے میں بیان کر رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت (چغلی) کی، اور جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر تہمت باندھی'' (ترمذی: 1934)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی کہ وہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، لڑائی کے موقع پر (کفار کے مقابلہ سے) بھاگنا اور مومن و پاک دامن غافل عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری: 6857)

رکوع نمبر 5

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (59)

سوال 1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ

دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' پردے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ﴾ ''اے نبی! آپ کہہ دیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ عمومی طور پر حکم دیں۔ (2) ﴿لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اپنی بیویوں سے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو۔

(3) ﴿وَبَنٰتِكَ﴾ ''اور اپنی بیٹیوں سے'' یعنی اپنی صاحبزادیوں کو کیونکہ وہ سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

(4) یعنی دوسروں کو حکم دینے سے پہلے ابتداء گھر سے کریں جیسا کہ فرمایا ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔'' (التحریم:6)

(5) ﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کی عورتوں سے'' یعنی تمام مومن عورتوں کو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت صرف ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے خاص نہیں ہے۔

(6) ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ ''کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں'' جلباب مع الا ناد' سے مراد تمام بدن کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے۔ واقعہ افک کی تفصیلات بتاتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں: ''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہنے کی وجہ سے بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپا لیا۔'' (بخاری:2661) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے جلباب کا لفظ استعمال کیا۔

(7) اس آیت کی وضاحت میں علامہ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔'' (جامع البیان:50/22)

(8) الفراء لکھتے ہیں ''جلباب'' سے مراد چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین سے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے۔'' (معانی القرآن:349/2:2)

(9) امام بغوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: 'جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر)

سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔'' (معالم التنزیل:60/5)

(10) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اور ﴿یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر پس اگر تو یہ سوال کرے کہ ﴿مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ﴾ میں ''من'' کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ''من'' یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو احتمالات ہیں ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلباب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلباب موجود ہوں اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے ایک ہی جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تاکہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے''۔ (الکشاف:569/3)

(11) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی' پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا''۔ (الکبیر:230/25)

(12) بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ''مِنۡ'' یہاں پر تبعیض کے لیے ہے' یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔'' (تفسیر بیضاوی:386/4)

(13) نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''﴿یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ﴾ معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔'' (مدارک التنزیل:138/5)

(14) تفسیر خازن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ﴿یُدۡنِیۡنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں... (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے' تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں'' (تفسیر خازن:436/3,437)

(15) البحر المحیط اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور ﴿عَلَیۡہِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ''علیھن'' سے مراد صرف چہرہ ہے' کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا''۔ (البحر المحیط:504/8)

(16) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''چونکہ عرب خواتین میں (دور جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں

کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اوران کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اوران کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں''۔(قرطبی:7/179)

(17)ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں''محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا''۔(ابن کثیر:3/ 569)

(18)ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے' تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے' پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا''۔(التحریر التنویر:22/107)

(19)اضواء البیان اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔(اضواء البیان:6/243)

(20) ﴿يُدْنِيْنَ﴾ ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے 'علی' کے ساتھ متعدی کیا گیا۔اور 'من' تبعیض کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔(تفسیر المنیر:22/106)

(21)اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے''۔(معارف القرآن:7/235)

(22)اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:''آیت 59 میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے''۔(ترجمان القرآن:3/215)

(23)''اے نبی مکرم ﷺ! آپ اپنی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن، اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ

جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمھیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔'' (ضیاء القرآن: 95/4)

(24) یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔ (تفسیر عثمانی: 568)

(25) یہ آیت مبارکہ امہات المومنین، جناب نبی ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کے حکم کا واجب ہونا ثابت کر رہی ہے۔

(26) اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں' کاش کہ آپ ﷺ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرما دی۔'' (بخاری)

(27) صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے ساتھ ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رحمہا اللہ کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ: ''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔ (مستدرک حاکم: 454/1)

(28) اللہ رب العزت نے جب حجاب کا حکم دیا تو قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

(29) ''اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔'' (ابوداؤد۔ کتاب الحج)

(30) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے ''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔'' (بخاری۔ کتاب الحج)

(31) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں''۔ (مجموعہ رسائل فی الحجاب: 80)

(32) ''اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے! جب یہ آیت ﴿وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ

لیا‘‘۔(بخاری، کتاب تفسیر القرآن)

(33) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو‘ تو ہم نے ایسے ہی کیا۔‘‘تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا‘‘۔(بخاری۔کتاب المغازی)۔’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ’’مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے‘‘ تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔‘‘(سنن ابی داؤد)

(34) سیدنا مغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ’’میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی‘‘۔ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔‘‘(سنن ابن ماجہ۔کتاب النکاح)

(35) ’’سیدہ فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔‘‘(موطا امام مالک)

(36) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ’’ہم (خواتین) ۸ ذی الحجہ کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُم المؤمنین! یہاں ایک عورت ہے جو کہ اس بات سے انکاری ہے کہ حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے‘ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا‘‘۔(التلخیص ابن حجر:272/2)

(37) ’’پردہ ایمان کی دلیل ہے حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔‘‘(السلسلۃ الصحیحۃ:495)

(38) پردہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔

(39) پردہ پاک دامنی کی علامت ہے۔

(40) پردہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔ پردہ جہاں پاکدامنی کی علامت ہے وہاں سراسر پاکیزگی اور طہارت بھی ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے﴿وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سمان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے۔'' (الاحزاب:53)

(41) پردہ تقویٰ کی علامت ہے۔ پردہ جہاں طہارت و پاکیزگی ہے وہاں پرہیزگاری و تقویٰ بھی ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ﴾ ''اے اولادِ آدم! یقینا ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے۔'' (الاعراف:26)

(42) پردہ شرم و حیا کی دلیل ہے۔ پردہ جہاں ایمان کی دلیل ہے وہاں شرم و حیا کی بھی دلیل ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر دین کا کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو ہے اور اسلام کا اخلاقی پہلو حیا ہے۔'' (ابن ماجہ:4182)

(43) ''حیاء اور ایمان دونوں جوڑے گئے ہیں جوان دونوں میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔'' یعنی حیاء اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں ''میں اپنے گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور میرے باپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں تو میں اپنے پردے کے کپڑے رکھ دیتی تھی اور کہتی کہ یہاں تو صرف میرے خاوند اور میرے باپ ہی تو مدفون ہیں لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اللہ کی قسم! میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شرم و حیا کرتے ہوئے بدن اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ کر رکھتی تھی۔'' (مسند احمد:202/6) تو حیاء اور پردہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اگر حیاء نہیں تو پردہ کہاں اور اگر پردہ ہوگا حقیقی معنوں میں تو حیاء بھی ضروری ہوگی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''حیاء صرف خیر ہی لاتی ہے۔'' (بخاری:6117) ''حیاء ساری کی ساری خیر اور بھلائی ہے۔'' (مسلم:37)

''اللہ تعالیٰ ستیر اور باحیاء ہے اور ستر پوشی اور حیاء کو پسند کرتا ہے۔'' (نسائی:404)

(44) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے حیاء کو کھینچ لیتے ہیں اور جب حیاء اس سے چھن جائے تو پھر تو اس کو عذاب میں لت پت اور معذب ہی پائے گا۔''

(45) پردہ جہاں حیا کی رسید و سند ہے وہاں غیرت مندی کی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبدالخبیر ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک عورت ام خلاد نامی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور وہ پردے میں لپٹی ہوئی تھی اور اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں پوچھنے لگی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے بعض صحابہ نے کہا کہ تو اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہے اور پھر بھی پردے میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کی مصیبت ہی آئی ہے میری حیاء تو باقی ہے وہ تو قتل نہیں ہوئی۔'' (ام خلد: ابوداؤد:2485)

(46) حجاب کن سے؟ ﴿وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَہُنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِہِنَّ ۪ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اٰبَآئِہِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِہِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِہِنَّ اَوۡ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِہِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِہِنَّ اَوۡ نِسَآئِہِنَّ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡہَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِہِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِہِنَّ ؕ وَتُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیۡعًا اَیُّہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾ اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (النور:31)

(47) ﴿ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ﴾ ''یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں'' یعنی یہ پردہ ان کا امتیاز ہے جس کی وجہ سے وہ پہچان لی جائیں کہ وہ پاک دامن عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں۔

(48) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بد کردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہو سکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کر سکتا ہے، اس لیے حجاب بد طینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2170/3)

(49) ﴿وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی دور جاہلیت میں لاعلمی کی وجہ سے جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ ہمیشہ سے بہت بخشنے والا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور وہ نہایت رحم والا ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے حلال و حرام کو واضح فرمایا ہے۔

سوال 2: پردہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: ہر چیز کے لیے پردہ لازمی ہے۔ پردہ فطری تقاضا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جتنی قیمتی چیز ہو گی اتنا ہی گہرا پردہ ہو گا۔

جانوروں میں پردہ ان کے پر، بال، دُم کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پھل غلافوں میں۔ زیادہ موٹی کھال بادام، اخروٹ۔

انسان: دل پھیپھڑے (ہڈیوں، پسلیوں کا بکس)

دماغ زیادہ قیمتی ہے الگ الگ جھلیوں میں، پھر کھال، پھر کھوپڑی، پھر بال، اگر صرف کھال ہی میں ہوتا تو۔

مرد کے دل میں عورت کے لیے خاص کشش رکھی ہے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے، عورت پر نگاہ پڑتے ہی مرد کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

سوال 3: کیا آواز کا بھی پردہ ہے؟

جواب: اے نبی ﷺ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو جس کے دل میں زنگ ہو وہ کوئی بُرا خیال ہے۔ نرم کلامی اور شیرینی سے مبرا آواز کا غیر مردوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری نہیں خواتین نبی ﷺ سے ہم کلام ہوتی۔

﴿لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ لَنُغۡرِیَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَكَ فِیۡهَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾

''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' (60)

سوال 1: ﴿لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ لَنُغۡرِیَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَكَ فِیۡهَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ ''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے۔'' بیمار دلوں کو تنبیہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے منافقوں کو تنبیہ کی ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہیں لیکن دل ان کے کافروں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہے۔ ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ﴾ ''یقیناً اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔'' اگر منافق اور دل کے بیمار یعنی جنہیں شبہات اور شہوات کا مرض لاحق ہے۔

(2) ﴿وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ﴾ ''اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے۔'' یعنی جھوٹی افواہوں کا بازار گرم کرنے والے باز نہ آئے۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی

صورت میں وجوداذیت پردلالت کرتا ہے کیونکہ اگروہ پردہ نہیں کریں گی تو بسااوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ یہ پاک بازعورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص ،جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کرتعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچاسکتا ہے۔ان کی اہانت بھی ہوسکتی ہے۔شرارت پسند شخص ان کولونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ براسلوک کرسکتا ہے،اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2170/3)

(4) ہم انہیں سزا دینے کے لیے آپ ﷺ کو ان پر مسلط کردیں گے۔اور آپ ﷺ سے انہیں تباہ کروادیں گے،آپ ﷺ کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائیں گے۔ان میں آپ ﷺ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔

(5) ﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' وہ آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں کم ہی رہ سکیں گے یا تو آپ انہیں جلاوطن کردیں گے یا قتل کردیں گے۔

سوال2:مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے منافق کیا افواہیں اُڑاتے تھے؟

جواب: منافق یہ افواہیں اُڑاتے تھے کہ فلاں علاقے میں مسلمان مغلوب ہوگئے،فلاں علاقے سے مدینہ پر لشکر حملہ آور ہونے کے لیے آرہا ہے وغیرہ۔

﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾

''لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا'' (61)

سوال: ﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا۔'' وہ لعنت میں گرفتار رہیں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّلْعُوْنِيْنَ﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے۔''یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہیں گے۔

(2)﴿اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا۔''یعنی جہاں بھی ملیں گے ذلت کی وجہ سے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں گے۔انہیں کبھی امن نہیں ملے گا۔قتل،قید،جلاوطنی یہی سزائیں ان کا مقدر بنیں گی۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' (62)

سوال: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کا دستور نہیں بدلتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے'' ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اوباش قسم کے لوگوں کو پنپنے کا موقع نہیں دیا جاتا بلکہ پہلے تو انہیں سنبھلنے اور اپنی روش بدلنے کے لئے تنبیہ کی جاتی ہے اور اگر وہ باز نہیں آتے تو ان کا طاقت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ (اشرف الحواشی: 511/1) (ابن کثیر: 11 شرف)۔

(2) ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' پہلے لوگوں میں بھی ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔ ایمان والوں کو ایسے لوگوں پر مسلط کر دیا گیا۔ اب بھی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی نہیں آئے گی۔

﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟ (63)

سوال: ﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' قیامت کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں'' قیامت کو جھٹلانے والے آپ ﷺ کو عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(2) ﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' آپ ﷺ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا مقرب فرشتے، انبیاء بھی اس کا علم نہیں رکھتے۔

(3) ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' اللہ رب العزت نے قیامت کے بارے میں جو خبر دی ہے وہ یہ کہ وہ قریب ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی

قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر:1)﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(4)﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ (النازعات:42-44)

سوال1: قیام قیامت کا علم کیسا ہے؟

جواب(1) یہ غیبی علوم میں سے ہے۔

(2) جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

(3) اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(4) آپ ﷺ کو بس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت قریب ہے تاکہ اس کی تیاری کریں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (64)

سوال: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے'' اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ اس نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

(2)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' یعنی کافروں کے لیے آخرت میں بھڑکتے ہوئے شعلوں والی آگ تیار ہے۔

(3) اور اسی لعنت کا اثر ہے کہ بس فضول سے سوالات کئے جاتے ہیں جس سے ان کا مقصد محض شغل اور استہزاء ہوتا ہے۔ اور اس دوزخ کی آگ سے نہیں ڈرتے جو ان کے لیے تیار کی جا چکی ہے۔ (تیسیر القرآن:3/614)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' (65)

سوال: ﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، نہ وہ اس سے نکل سکیں گے نہ وہ انہیں چھوڑے گی۔

(2)﴿لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا﴾ ''نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' وہ اپنے لیے عذاب دور کرنے والا کوئی فریادرسی، کوئی حمایتی، کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

سوال 1: کافروں کو کیسا عذاب دیا جائے گا؟

جواب (1) ہمیشہ کی آگ جس سے نکلنے کی کوئی اُمید نہ ہوگی۔

(2) نہ کوئی سرپرست پائیں گے نہ کوئی مددگار۔

﴿يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾

''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' (66)

سوال 1: ﴿ يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' میدان حشر کی تمنا کاش ہم نے رسولوں کا کہا مانا ہوتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے'' جس دن وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے۔ (i) انسان کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے جو چہرے انہیں عزیز ہیں وہ پہچان ہی ختم کردی جائے گی پھر اُن چہروں کی خاطر رب کے احکامات سے کیوں منہ موڑتے ہو؟

(ii) چہرے کے پردے کے احکامات کو قبول کرنے سے بھی خواتین گریز پا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ پر اُلٹنے پلٹنے کے منظر سے اپنے حکم کی اتباع کے لیے تیار کیا ہے۔

(2) آگ کا عذاب ان پر بھڑک اٹھے گا۔ آگ ان کے دل تک جا پہنچے گی وہ حسرت سے کہیں گے۔

(3)﴿يَقُوۡلُوۡنَ يٰلَيۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول ﷺ

کی اطاعت کی ہوتی!''ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے تو ثواب کے مستحق ٹھہرتے اور اس عذاب سے بچ جاتے لیکن اس دن تمناؤں اور حسرتوں کا فائدہ نہیں ہوگا۔ (4)﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے''(الحجر:2)

سوال 2: انسان کیوں یہ کہے گا کہ کاش ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی ہوتی ہے؟

جواب (1) انسان اس وقت پر حسرت کرے گا جو ہاتھ میں نہ ہوگا۔

(2) انسان کے سامنے سے غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی حقیقت سمجھ آجائے گی اس لیے انتہائی حسرت سے کہے گا کاش میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا﴾

''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقینا ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا''(67)

سوال:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا﴾''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقینا ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا''امراء اور علماء نے گمراہ کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا﴾''اور کہیں گے:''اے ہمارے رب! یقینا ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی''اس دن ظالم لوگ کہیں گے ہم نے اپنے بڑوں کی، امراء، علماء اور سرداروں کی اطاعت کی۔ ہم نے گمراہی میں رسولوں کی مخالفت میں ان کی پیروی کی۔

(2)﴿فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا﴾''تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا'' انہوں نے ہمیں ہدایت کے راستے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے بھٹکا دیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (۲۷) یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا (۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹)﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔(الفرقان:27-29)

﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾

''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' (68)

سوال 1: ﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' دوگنا عذاب اور سخت لعنت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے۔'' جب وہ جان لیں گے کہ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا وہ خود بھی عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! انہیں ہم سے دوگنا عذاب دے۔

(2) ﴿وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ ''اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' اور ان پر سخت لعنت فرما کیونکہ ان کے دلوں میں بھی کفر اور شرک تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔

(3) ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (٣٨) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (٣٩)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف: 38,39)

(4) انہیں کہا جائے گا ہر ایک کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ تم جرم میں برابر کے شریک تھے۔

سوال 2: کل اپنے بڑوں کے بارے میں انسان کی سوچ کیسے بدل جائے گی؟

جواب: کل لوگ اپنے رب سے کہیں گے کہ اے ہمارے انہیں دُوہرا عذاب دے اور ان پر لعنت فرما۔ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے کاش آج یہ سمجھ آجائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑوں کی اطاعت کر کے گمراہ ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو حشر کے میدان میں پہنچا کر یہ احساس دلایا ہے کہ دیکھو جب کل تمہیں یہ حقیقت سمجھ آئے گی کہ گمراہ کیسے

ہوتے ہیں۔ اُس وقت تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوگا آج سمجھ جاؤ۔

رکوع نمبر 6

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا'' (69)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا'' یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام تھا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو خبردار کیا ہے۔

(2) ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا﴾ ''اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ کو جو معزز نہایت نرم دل اور رحیم ہیں، اذیت نہ پہنچائیں۔ ان پر جو آپ کے لیے اکرام واحترام واجب ہے وہ اس کے برعکس رویہ سے پیش نہ آئیں اور ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کر لیں جنہوں نے کلیم الرحمٰن سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تکلیف دہ باتوں سے براءت دی۔ (تفسیر سعدی 2173/3)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کی حیاء کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے' وہ کیوں باز رہ سکتے تھے' ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ بدن چھپانے کا اہتمام صرف اس لیے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا کوڑھ ہے یا ان کے خصیتین بڑھے ہوئے ہیں یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کی ہفوات سے پاکی دکھلائے۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرنے کے لیے آئے ایک پتھر پر اپنے کپڑے (اتار کر) رکھ دیئے۔ پھر غسل شروع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لیے بڑھے لیکن پتھر ان کے کپڑوں سمیت بھاگنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑے۔ یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرا کپڑا دیدے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے اور ان سب نے آپ کو ننگا دیکھ لیا' اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت

میں اوراس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے ان کی برات کردی۔اب پتھر بھی رک گیا اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پہنا۔ پھر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔اللہ کی قسم اس پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ جگہ نشان پڑ گئے تھے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَ کَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِیۡهًا﴾ ”تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی، پھران کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری قرار دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی شان والے اور عزت والے تھے۔“ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔(بخاری:3404)

(4)﴿وَ کَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِیۡهًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عزت والے تھے۔مستجاب الدعوات تھے، جو اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے ضرور مل جاتا تھا۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنی عزت والے تھے کہ ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے حق میں ان کی سفارش کو قبول کرلیا گیا۔﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِیًّا﴾ ”اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون علیہ السلام نبی بنا کر اسے عطا کیا۔(مریم:53)(مختصر ابن کثیر:1607/2)

(5) ایک دفعہ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک شخص نے کہا اس میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا گیا جب آپ کے پاس یہ الفاظ پہنچے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور اُنہوں نے صبر کیا۔(بخاری کتاب الانبیاء)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو“ (70)

سوال 1:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو“ تقویٰ اور قول حق کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ“ رب العزت نے ایمان والوں کو ہر حال میں کھلے چھپے تقویٰ اور قول حق یعنی درست بات کہنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس کے فرائض کو ادا کرو اور محارم سے اجتناب کرو۔(ایسر التفاسیر:1228)

(3)﴿وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا﴾ ”اور سیدھی بات کہو“ (القول سدید) اس قول کو کہتے ہیں۔جو صحیح اور حق کے موافق یا اس کے قریب تر ہو مثلاً قرات قرآن، ذکر الٰہی، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، علم کا سیکھنا پھر اس کی تعلیم دینا، علمی مسائل میں حق وصواب کے حصول کی حرص، ہر اس راستے پر گامزن ہونے کی کوشش کرنا جو حق تک پہنچتا ہو اور وہ وسیلہ اختیار کرنا جو حق کے حصول میں مددگار ہو۔لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں نرم اور لطیف کلام بھی قول سدید کے زمرے میں آتا ہے، کوئی ایسی بات کہنا جو خیر خواہی کو متضمن ہو، یا کسی درست تر امر کا مشورہ

دینا یہ سب قول سدید میں شامل ہیں۔(سعدی:2174/3)

(4) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قول سدید لا الٰہ الا اللہ ہے۔(جامع البیان:57/22)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کبھی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے، وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (اسے معمولی سمجھتا ہے) لیکن اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور کبھی بندہ اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی بات منہ سے نکال دیتا ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے۔(بخاری:6478)

(6) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمام معاملات کے لیے استحکام کا سبب ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں (ضرور خبر دیجئے)؟ آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پھر فرمایا: اس کو روکو۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں، ان کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تجھ پر افسوس)! کیا لوگوں کو ان کے چہروں یا ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں الٹا ڈالنے والی سوائے زبان کی کھیتیوں کے کوئی اور چیز بھی ہے؟۔(ترمذی:2616)

سوال 2: ایمان والوں کو اعمال کی اصلاح اور مغفرت کے لیے کیا کام کرنے کی تلقین کی گئی؟

جواب: ایمان والوں کو تلقین کی گئی کہ وہ (1) تقویٰ اختیار کریں۔

(2) سیدھی سچی باتیں کریں اسی سے اصلاح ہوگی اور مغفرت ہوگی۔

سوال 3: قول سدید کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) سدید سیدھے کو کہتے ہیں۔ سچی بات وہ ہے جو عین حقیقت کے مطابق ہو۔

(2) سچی بات وہ ہے جو ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کی جائے۔

(3) سچی بات وہ ہے جس میں کجی اور انحراف نہ ہو۔

(4) سچی بات وہ ہے جو واقعاتی تجزیے کے مطابق ہو۔

﴿يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

”وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی“(71)

سوال1:﴿يُّصۡلِحۡ لَـكُمۡ اَعۡمَالَـكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی ، بہت بڑی کامیابی'' تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟''

جواب:(1) ﴿يُّصۡلِحۡ لَـكُمۡ اَعۡمَالَـكُمۡ﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا'' رب العزت نے تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کا ذکر فرمایا ہے کہ تمہارا رب تمہیں نیک اعمال کی توفیق دے گا۔

(2) تقویٰ اعمال کی اصلاح کا سبب اور ان کی قبولیت کا ذریعہ ہے کیونکہ تقویٰ کے استعمال ہی سے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2174/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلْ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔'' (الطلاق:4)

(4) ﴿وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ﴾ ''اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔'' یعنی تمہارے ماضی کے گناہ بخش دے گا جو تمہاری ہلاکت کا سبب ہیں۔ اور مستقبل کے گناہوں پر دل میں توبہ ڈال دے گا۔

(5) ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی ، بہت بڑی کامیابی'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو جہنم سے بچا لیا جائے گا اور جنتوں تک پہنچا دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـئًا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات:14)

سوال2: انسان فوز عظیم کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے نتیجہ میں اللہ کی اطاعت کر لینا بہت بڑی کامیابی ہے۔

سوال3: دُنیا میں انسان کی اصلاح اور آخرت میں گناہوں کی معافی کس طریقے سے ممکن ہے؟

جواب: تقویٰ اور قول سدید کی وجہ سے اعمال کی اصلاح اور مغفرت ہو سکتی ہے۔

﴿اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا

﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾

''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا

اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' (72)

سوال: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے۔'' انسان نے بار امانت اٹھالیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی۔'' اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کے سامنے پیش کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا کہ اگر تم اسے قائم کرو گے اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کرو گے تو تمہارے لیے ثواب ہے اور اگر تم اس کو قائم کر سکے نہ اسے ادا کر سکے تو تمہیں عذاب ملے گا۔ (تفسیر سعدی: 2175/3)

(2) ﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ ''تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا۔'' رب العزت کی بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین، پہاڑ، جن نہ اٹھا سکے انہوں نے معذوری کا اظہار کیا کہ ہم میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں۔ ہماری طاقت سے باہر ہے، ویسے ہم تیرے مطیع فرماں ہیں۔ وہ سب ڈر گئے۔ ان کا انکار نافرمانی کے طور پر نہیں تھا ثواب میں بے رغبتی کی وجہ سے تھا۔

(3) ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر: 21)

(4) ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ ''اور انسان نے اسے اٹھالیا'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے سامنے جب امانت اسی شرط کے ساتھ پیش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر کے اس کا بار اٹھالیا۔ اب لوگ امانت کو اٹھانے، اس کو قائم رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں تین قسموں میں منقسم ہیں۔ منافق جو ظاہری طور پر امانت کو قائم رکھتے ہیں لیکن اندر سے ضائع کرتے ہیں۔ مشرک جنہوں نے مکمل طور پر امانت ضائع کر دی اور مومن جنہوں نے ہر لحاظ سے امانت کو قائم رکھا ہے۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔ وہ انجام کو نہیں دیکھتا۔

انسان نے بھولے پن سے امانت کو اٹھالیا۔

(6) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو حدیثیں سنی ہیں ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے وقوع پذیر ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے۔ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری، پھر لوگوں نے قرآن کو سیکھا اور حدیث کا علم حاصل کیا (یعنی ان کے ذریعے سے امانت کی مضبوطی ہوتی ہے) پھر آپ ﷺ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا: آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا، پھر ایک دفعہ اور سوئے گا تو اب اس کا نشان ایک چھالے کی طرح ہوجائے گا، جیسے تو کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکائے تو ایک چھالا پھول پڑتا ہے، اب وہ بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔حال یہ ہوجائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ لین دین اور خرید و فروخت کریں گے، لیکن ایک بھی ایماندار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ مشہور ہوجائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی ایماندار ہے اور یہاں تک کہا جائے گا کہ یہ شخص کیسا عقلمند، کس قدر زیرک و دانا اور فراست والا ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ،دیکھو! اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار کرلیا کرتا تھا، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا اسلام اسے بے ایمانی سے روک دے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا مددگار اسے بے ایمانی سے روک دے گا، لیکن اب تو میں صرف فلاں فلاں ہی سے معاملہ کروں گا۔(بخاری:6497)

سوال2: امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) امانت سے مراد شرعی احکامات، فرائض اور واجبات ہیں جن کو ادا کرنے سے ثواب اور ادا نہ کرنے سے عذاب ہوگا۔

(2) ارادے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اطاعت کی ذمہ داریاں اُٹھانا اپنے میلانات اور خواہشات پر قابو پانا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے سامنے امانت کو کیسے پیش کیا؟

جواب: ہم اس کی کیفیت کو نہیں جان سکتے۔

سوال4: آسمانوں اور زمین نے کیسے جواب دیا؟

جواب: ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے امانت کو زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو اُن کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: وہ اس امانت کو اُٹھانے سے ڈر گئے اُنہوں نے انکار کیا۔

سوال6: انسان نے امانت پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: انسان نے امانت کو اُٹھالیا۔

سوال 7: انسان نے کن صفات کی وجہ سے امانت کو اُٹھالیا؟

جواب: (1) ظلم (2) جہالت۔

سوال 8: انسان نے امانت کو کیوں اُٹھایا؟

جواب: انسان جلد باز ہے اُس نے انجام پر نظر رکھنے کی بجائے فضیلت کے شوق میں اسے اُٹھالیا۔

سوال 9: انسان نے امانت اُٹھا کر کیسے ظلم اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے؟

جواب: (1) انسان نے امانت کے تقاضوں سے منہ موڑ کر ظلم کیا۔

(2) انسان نے امانت کی ذمہ داریوں سے غفلت برت کر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (73)

سوال: ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بار امانت اٹھانے کی وجہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔'' انسان نے یہ بار امانت اس لیے اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ منافق اور مشرک مردوں عورتوں کو عذاب دے۔ (2) منافق وہ جس کے اندر شر ہے لیکن وہ مسلمانوں کے ڈر سے مومن ہو۔

(3) مشرک وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور شرک میں مبتلا ہیں۔

(4) ﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔'' انسان نے یہ بار امانت اس لے اٹھایا تا کہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں پر رحم فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور امانت کو ادا کرتے ہیں۔

(5)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا اور ان کی توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ ان کے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے اور ایمان والوں پر وہ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(6) ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس آیت مبارکہ کو ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت بے پایاں رحمت اور لامحدود جود و کرم پر دلالت کرتے ہیں بایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے نفاق اور شرک کے باعث اس مغفرت اور رحمت کے مستحق نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2175)

اٰیاتھا ۵۴ ۳۴ سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ ۵۸ رکوعاتھا ۶

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 34 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 58 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رکوع نمبر 7

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جس کی ملکیت میں ساری کائنات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے واجب ہے اور وہی اپنے اوصاف کی بنا پر حمد کا

مستحق ہے۔ وہ اپنے افعال کی بنا پر حمد کا مستحق ہے۔ اس کے تمام افعال کامل ہیں اس کے تمام افعال عدل پر مبنی ہیں جس کے لیے اس کی حمد ہے۔ اس کے افعال اس کے فضل پر مبنی ہیں، جس کے لیے اس کی حمد ہے اس کی حمد سے آسمان اور زمین گونجتے ہیں۔ الحمدللہ

(2) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا۔'' (الزمر:74)

(3) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾ ''(الحمداللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی۔

(4) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔'' (فاطر:34)

(5) ﴿الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' ہر چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اسی کی تخلیق ہے، اسی کی ملکیت ہے، اس کا تصرف اور اسی کی تدبیر سے ہر چیز موجود ہے اور اپنے افعال انجام دے رہی ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (سورۃ القصص:70) وہ مالک ہے سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے غلام اس کے احسان مند ہیں۔ اس کے احسانات پر اس کی حمد ہے۔ ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے۔'' (الیل:13)

(6) ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے'' آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کے کامل فیصلے اور کامل عدل میں اس کی حکمت کو دیکھ کر اس کی حمد بیان کرے گی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گے جگہ بنا لیں'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!'' (الزمر:74)

(7) ﴿وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اہل جنت اس کے لامحدود کمال کو دیکھیں گے تو سانس کی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد جاری ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے اقتدار اپنے احکام میں حکمت والا ہے۔

(8) ﴿الْخَبِيْرُ﴾ ''پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ خبیر ہے وہ تمام امور کی خبر رکھتا ہے، انہوں نے کیا عمل کیے اور کیا عمل کر رہے ہیں وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے۔ (جامع البیان:64/22)

سوال 2: زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کا کیا سبب بتایا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت کی وجہ سے اپنے ارادے اور اختیار کی وجہ سے یہ واضح کیا ہے کہ زمین و آسمان میں تعریف اسی کے

لیے ہے۔

(2) انسان کو جو کچھ ملا ہے مالک نے عطا کیا ہے۔ وہ احسان کرنے والا ہے۔ اسی لیے تعریف اسی ذات کی ہے۔

(3) زمین و آسمان کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہر چیز پر چلتا ہے، اسی کا اختیار ہے، اسی کا احسان ہے۔ اسی لیے تعریف اسی ذات کی ہے۔

(4) زمین و آسمان کی کسی چیز کی تعریف بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے، کیونکہ ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے۔ ہر چیز کے اندر جو وصف اور خوبی ہے اسی کی پیدا کردہ ہے اسی لیے ہر چیز کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الحکیم اور الخبیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت سے اپنی حکمت اور اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اور اپنے ارادوں سے اپنی حکمت اور اپنی خبر کا شعور دلایا ہے۔

﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾

''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' (2)

سوال: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے'' یعنی بارش، زمین میں جو کچھ بویا جاتا ہے، حیوانات وغیرہ۔

(2) ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے'' یعنی مختلف قسم کے نباتات اور حیوانات وغیرہ۔

(3) ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے'' یعنی آسمان سے جو فرشتے، رزق اور تقدیر اترتی ہے۔

(4) ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ ''اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے'' یعنی آسمان کی طرف جو فرشتے اور روحیں وغیرہ چڑھتی ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اُس کو بلند کرتا ہے۔'' (فاطر: 10)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس رات اور دن کو باری باری فرشتے آتے جاتے ہیں اور وہ صبح اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوجاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمہارے پاس رات گزارتے ہیں، وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں: ہم انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔'' (بخاری:555)

(7) ﴿تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِيۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور روح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' (المعارج:4)

(8) ﴿وَهُوَ الرَّحِيۡمُ الۡغَفُوۡرُ﴾ ''اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے'' یعنی رحمت اور مغفرت جس کا وصف ہے اس کے بندے رحمت اور مغفرت کے تقاضوں کو جس قدر پورا کرتے ہیں، اس کے مطابق ہر وقت اس کی رحمت اور مغفرت کے آثار نازل ہوتے رہتے ہیں۔'' (سعدی:2177/3)

(9) وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا الرحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا الغفور ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰى وَرَبِّىۡ لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَلَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرُ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' (3)

سوال: ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰى وَرَبِّىۡ لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَلَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرُ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے'' قیامت ضرور آئے گی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا السَّاعَةُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی'' جن لوگوں نے کفر کیا، رسولوں کی دعوت کو نہیں مانا انہوں نے کہا قیامت نہیں آئے گی، زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ انہوں نے مردوں کو زندہ

کرنے کی قدرت اور قیامت کا انکار کیا۔

(2)﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی'' رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب عظیم کی قسم کھا کر فرمائیں کہ قیامت ضرور آئے گی خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

(3) جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ واقعی حق ہے؟ آپ فرما دیں کہ ہاں میرے ربّ کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں'' (یونس:53)

(4)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے'' (التغابن:7)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:''میں کیونکر آرام کروں جب کہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے یعنی صور اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لٹکائے ہوئے ہے منتظر ہے پھونکنے کا حکم ہو اور فوراً پھونک ماردے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کیا کہیں ہم یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ اور کیا اچھا وکیل ہے توکل کیا ہم نے اللہ تعالیٰ پر وہ ہمارا پروردگار ہے اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔'' (ترمذی:3243)

(6) یعنی قیامت ضرور آئے گی مجھے عالم الغیب رب کی قسم ہے۔

(7)﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ﴾ ''وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں'' اس کی نگاہوں سے، اس کے علم سے زمین وآسمان کی کوئی چیز اوجھل نہیں ہوتی۔

(8)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کردے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:59-60)

(9)﴿وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں

ہے’’ رب العزت کی روشن کتاب میں ذرے سے چھوٹی اور ذرے سے بڑی ہر چیز لکھی ہوئی ہے وہ جانتا ہے کون زندہ ہیں اور کون جہان فانی سے جا چکے ہیں۔ وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا سزا دے۔

(10)﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ’’اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔‘‘ (الحج:7)

سوال 4: قیامت کیوں برپا ہوگی؟

جواب: (1) قیامت جزا کے لیے برپا ہوگی۔ تا کہ نیک لوگوں کو ان کی نیکی کی جزا اور بروں کو ان کی برائی کی سزا دی جا سکے۔

(2) اگر یہ دن نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نیک اور بد یکساں ہو گئے۔

(3) قیامت عدل کے لیے برپا ہوگی۔

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

’’تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باوقار رزق ہے‘‘ (4)

سوال: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ’’تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باوقار رزق ہے‘‘ زندگی بعد موت جزا سزا کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ’’تا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے‘‘ رب العزت نے قیامت اور زندگی بعد موت کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ جزا سزا کے لیے ہے۔ تو جو لوگ دل سے اپنے رب کی، اس کے رسولوں کی اور آخرت کی ملاقات کی تصدیق کرتے ہیں ان کو جزا دے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ’’اور جنہوں نے نیکیاں کیں‘‘ اور اپنے ایمان کا ثبوت نیک اعمال کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔

(3)﴿اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت ہے‘‘ ان کے لیے ایمان اور نیک اعمال کے سبب گناہوں کی بخشش ہے۔ ان سے ہر برائی اور عذاب دور کر دیا جائے گا۔

(4)﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ’’اور باوقار رزق ہے‘‘ ان کو جنت میں رزق کریم دیا جائے گا۔ ان کی ہر آرزو پوری ہوگی۔

(5) یہ قیامت یا اخروی زندگی پر عقلی دلیل ہے۔ اس دنیا میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جنھوں نے ایمان لا کر راہ حق میں بے شمار جانی

اور مالی قربانیاں دیں اور تمام عمر فقر وفاقہ پریشانیوں اور کفار کے ہاتھوں ظلم وستم سہنے میں گزارے۔کیا یہ انصاف کا تقاضانہیں کہ انہیں ان کے اعمال کی جزادی جائے؟(تیسر القرآن:3/621,620)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ﴾''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟''(ص:28)

(7)﴿لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ‌ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔''(الحشر:20)

﴿وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے''(5)

سوال:﴿وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا﴾''اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں کوشش کی''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جادوگری، کہانت یا شاعری قرار دیا اور آیات لانے والے کو رسولوں کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگایا۔انہوں نے زندگی بعد موت کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ﴾''اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے''ان کے لیے سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ان کے دلوں کو سخت اذیت سے دوچار کیا جائے گا اور اجسام بھی کوئلہ ہو رہے ہوں گے۔کہیں ان کی جلدیں بدل کر عذاب بڑھانے کی تیاری ہوگی، کہیں انہیں زقوم کھلایا اور پیپ پلائی جائے گی۔اَللّٰھُمَّ اَجِرۡنَا مِنۡ خِزۡىِ النَّارِ

سوال1:اللہ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟

(1)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے مقابلے میں دوسرے کلاموں کو افضل ثابت کرتے رہے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کا کلام حق پر مبنی ہے، حق کی دعوت دیتا ہے، حق پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کلام کو نیچا دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حق کی آواز کو دبانا چاہتا ہے، حق کے نظام کی مخالفت کرتا ہے، اور حق کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کو، اس کے نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے'' علم والے جانتے ہیں رسول حق لے کر آئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) منکرین قیامت کو حق نہیں سمجھتے تھے اس کے مقابلے میں علم والوں کا حال بیان فرمایا ہے۔ ﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ﴾ ''اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو آپ کے رب کی جناب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے'' علم والوں سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو کتاب نازل کی ہے وہ حق ہے۔ یعنی کہ حق اسی کتاب میں ہے۔ اس کے احکامات حق، اس کی خبریں حق، اس کے واقعات حق ہیں۔ انہیں اپنے علم کی وجہ سے خبر دینے والے کی سچائی کا یقین ہے۔

(2) یہ اہل علم کی فضیلت ہے، جتنا کسی کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے احکامات اور کتاب وسنت کی خبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

(3) ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اور وہ اس کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو سب پر غالب، تمام خوبیوں والا ہے'' یہ قرآن اسلام کا راستہ دکھاتا ہے جو اونچی عزت والے رب کا دین ہے۔ وہ رب بے حد خوبیوں والا ہے وہ کسی سے دبتا نہیں اس کے کام میں کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا، اس کے ایک ایک فعل اور ایک ایک بات کی دنیا اور آخرت میں تعریف کی جاتی ہے۔

سوال 2: علم والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: علم والوں سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین یا اہل کتاب میں سے ایمان والے یا سب ایمان والے جن کو اس بات پر یقین ہے۔

سوال 3: حق کا راستہ کیا ہے؟

جواب:(1)حق کا راستہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا راستہ ہے۔

(2)حق کا راستہ اس رب کا راستہ ہے جو اس کائنات میں سب پر غلبہ رکھتا ہے اور قابل تعریف ہے۔

سوال 4:اللہ تعالیٰ حق کے راستے کی طرف کیسے راہ نمائی کرتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی جو اچھائی اور برائی کی تمیز کرتی ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کو برائی اور بھلائی کی تمیز دی ہے۔اسی سے انسان حق کو پہچان سکتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعے حق کے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابیں بھیج کر حق کے راستے کی طرف مستقل طور پر راہ نمائی کی ہے۔

سوال 5:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

(1)اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔اس نے اہل علم کے حق کو شناخت کرنے سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔وہ علم کی صلاحیت اور قوت دے کر اپنی پہچان کروانے پر،حق کی شناخت کروانے پر قدرت رکھتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ العزیز ہے۔حق پر چلاتا ہے۔اس کے لیے جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔اس کا کوئی شکر ادا نہ بھی کرے تو وہ خود ہی قابل تعریف کاموں والا ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے''(7)

سوال 1:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہو گے'' زندگی بعد موت کا انکار کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا اور زندگی بعد موت کا انکار کیا انہوں نے کہا۔(2)﴿هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ﴾ ''انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی نہ بتائیں'' یعنی محمد ﷺ کے بارے میں بتائیں وہ کیا کہتا ہے؟

(3)﴿يُنَبِّئُكُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾ ''کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ کیا جانا'' یعنی زندگی بعد موت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کہتا ہے جب تم ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے۔تمہارے جسم کا کوئی ذرہ باقی نہیں رہے گا۔

(4)﴿اِنَّكُمۡ لَفِيۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ﴾ ''تو بلاشبہ تم یقیناً نئی تخلیق میں ہوگے'' تب تم نئی پیدائش میں آؤ گے اور کھاؤ پیو گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلۡقَهٗ قَالَ مَنۡ يُّحۡيِ الۡعِظَامَ وَهِيَ رَمِيۡمٌ﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (یٰس:78)

سوال2: کافروں نے کس سے کہا؟

جواب: کافروں نے ایک دوسرے سے کہا۔

سوال3: کافروں نے موت کے بعد کی زندگی کو خبر کیوں قرار دیا؟

جواب: کافروں کے نزدیک موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ عجیب وغریب تھا انہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔انہیں یہ ناقابل فہم خبر لگتی تھی۔

﴿اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِي الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ﴾

''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا اُس کو جنون ہے؟ بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' (8)

سوال1:﴿اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِي الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ﴾ ''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا اُس کو جنون ہے؟ بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' وہ آخرت کے بارے میں دور کی گمراہی میں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے'' اس شخص نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات منسوب کی ہے۔

(2)﴿اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ ''یا اُس کو جنون ہے؟'' وہ دیوانہ ہے کہتا ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے۔

(3)﴿بَلِ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِي الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِيۡدِ﴾ ''بلکہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں'' جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اس کے بارے میں دور کی گمراہی میں ہیں وہ ظلم اور عناد کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں بے بنیاد باتیں کہتے ہیں۔آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کی گواہی انہوں نے عمر بھر دی ہے۔نبوت سے پہلے کی 40 سالہ زندگی میں یہ ایک جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے۔نیک اور صالح شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔دیوانوں کی سی باتیں نہیں کرتا۔وہ

توسچا دین لے کرآئے ہیں تم دور کی گمراہی میں ہو۔

سوال 2: دور کی گمراہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دور کی گمراہی سے مراد حق سے حد درجہ کی دوری ہے یعنی ان کا انکار آخرت انہیں حق سے بہت دور لے جا رہا ہے۔

﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾

''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں، یقیناً اس میں ضرور ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے''(9)

سوال 1: ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں، یقیناً اس میں ضرور ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہمہ گیری کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور اپنے پیچھے سے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا؟'' رب العزت نے اپنی کامل قدرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے اوپر آسمان اور زمین پر غور تو کرو، آگے، پیچھے، دائیں، بائیں جہاں بھی جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناظر نظر آئیں گے اوپر نیلا آسمان نیچے دریاؤں، صحراؤں، پہاڑوں، سمندروں سے مزین زمین جن کے بارے میں فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (۴۷) وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (۴۸)﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور یقیناً ہم ہی بلا شبہ وسعت والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (الذریات: 47-48)

(2) کیا زمین و آسمان اور اس میں موجود مخلوقات کی تخلیق مردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ عظیم نہیں ہے پھر کیا چیز ہے جو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ (3) ﴿اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں زمین میں دھنسا دیں'' اس کفر کی پاداش میں ہم چاہیں تو تمہیں زمین میں دھنسا دیں۔

(4) ﴿اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''یا آسمان سے ٹکڑے اُن پر گرا دیں'' یا آسمان سے عذاب کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ دونوں حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ ہم ہر کام پر قادر ہیں۔ اس لیے باز آ جاؤ ورنہ سخت سزا دیں گے۔

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''یقیناً اس میں ضرور'' یقیناً زمین وآسمان کی تخلیقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ہیں۔
(6) ﴿لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾ ''ہر اُس بندے کے لیے ایک نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہے'' ہر اس بندے کے لیے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھتا ہے، کس کی اطاعت کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ رب العزت موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ جتنا کوئی رجوع کرنے والا ہوا تنا ہی اس کی سمت اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتے ہیں۔ ہر معاملے میں رجوع کرنے والا رب کے قریب ہوجاتا ہے وہ اپنے رب کی رضا کے لیے ہر اس کام میں مشغول ہوجاتا ہے۔ جس کا اس نے حکم دیا ہے۔

سوال 2: آسمان وزمین پر غور وفکر کر کے انسان آخرت کی زندگی کا یقین کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

جواب: آسمان وزمین کی وسعتیں خالق کی قدرت کا پتہ دیتی ہیں۔ جو ربّ اتنا وسیع آسمان پہلی بار پیدا کرسکتا ہے، کیا اپنی ہی پیدا کردہ چیز کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے ممکن نہیں؟

سوال 3: عبد منیب کسے کہتے ہیں؟

(1) عبد منیب اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے کو کہتے ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ خوشی میں بھی غم میں بھی۔ سفر میں بھی، حالت قیام میں بھی۔ اقتدار پا کر بھی، بے اختیار ہو کر بھی۔
(2) جو اپنے ربّ پر کامل بھروسہ رکھنے والا ہو۔

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾

''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑ و اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کردیا'' (10)

سوال: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا، اے پہاڑ و اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کردیا'' سیدنا داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضل عطا کیا'' رب العزت نے اپنے بندے سیدنا داؤد علیہ السلام پر اپنے فضل کا ذکر فرمایا ہے کہ انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی۔
(2) ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾ ''اے پہاڑ و اور پرندو! اُس کے ساتھ تسبیح دہراؤ'' اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں، پرندوں اور حیوانات کو ان کے

ساتھ تسبیح کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو سر بفلک پہاڑ، اڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور آنے جانے والے کھڑے ہو کر سننے لگتے اور وجد میں آ کر پرندے اپنی اپنی آواز ساتھ ملانے لگتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "داوٗد علیہ السلام کے لیے قرآن (یعنی زبور) کی قرآت بہت آسان کر دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسی جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔" (بخاری:3417)

(3) یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے کہ اس نے پہاڑوں، حیوانات اور پرندوں کو حکم دیا کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام کی حمد تسبیح کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملائیں۔ یہ ایسی نعمت ہے جو آپ کے خصائص میں شمار ہوتی ہے اور یہ خصوصیت آپ سے پہلے کسی کو عطا کی گئی نہ آپ کے بعد۔ یہ آواز آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر آمادہ کرتی تھی۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ جمادات، پہاڑ اور حیوانات سیدنا داوٗد علیہ السلام کی آواز کا جواب دیتے ہوئے اپنے رب کی تسبیح و تکبیر اور تمجید و تحمید کرتے ہیں تو یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر پر آمادہ کرتی۔ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ نعمت سیدنا داوٗد علیہ السلام کی آواز کی طرب خیزی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت خوبصورت آواز سے سرفراز فرمایا تھا اور انھیں اس میدان میں سب پر فوقیت حاصل تھی۔ جب آپ تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید میں اپنی طرب انگیز آواز بلند کرتے تو جن و انس، پرندے اور پہاڑ آپ کی آواز پر جھوم اٹھتے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح بیان کرنے لگتے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی کہ آپ کی آواز پر طرب میں آ کر تسبیح و تحمید بیان کرنے والے جمادات و حیوانات کی تسبیح کا اجر بھی آپ کو حاصل ہوتا تھا کیونکہ آپ ان کی تسبیح و تحمید کا سبب تھے۔ (تفسیر سعدی:2183,2182/3)

(4) سیدنا داوٗد علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی۔ وہ بے حد عبادت گزار تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کا سب سے پسندیدہ طریقہ سیدنا داوٗد علیہ السلام کا طریقہ تھا ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ طریقہ سیدنا داوٗد علیہ السلام کی نماز کا طریقہ تھا آپ علیہ السلام آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی حصے میں عبادت کیا کرتے تھے پھر بقیہ چھٹے حصے میں بھی سوتے تھے۔" (بخاری:3420) انہیں طاقتور حکومت اور جنگی طاقت بھی دی گئی۔ ان کے پاس بڑی فوج اور اکثر اسلحہ تھا۔ وہ ہاتھ سے روزی کما کر کھاتے تھے۔

(5) ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ "اور ہم نے اُس کے لیے لوہا نرم کر دیا" سیدنا داوٗد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تا کہ وہ زرہیں تیار کریں۔

(6) آپ کے نیک اعمال میں سے ایک قابل ذکر نیک عمل یہ بھی تھا کہ آپ بادشاہ اور نبی ہونے کے باوجود بھی اپنی ذاتی اخراجات کا بار بھی بیت المال پر ڈالنا گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ زرہیں بنا کر ان کی آمدنی سے بسر اوقات کرتے تھے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے

کما کر کھاتا ہے، اللہ کے نبی سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری:2072)

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور نیک کام کیا کرو، یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں'' (11)

سوال: ﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور نیک کام کیا کرو، یقینا جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں۔'' زرہوں میں زنجیریں ڈالنا سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی ایجاد ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ ''یہ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو'' اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو لوہے کے پگھلانے کا اور ڈھلائی کا کام سکھادیا تھا۔ آپ کا زمانہ اندازاً 1010ق م سے 945ق م تک ہے۔ جبکہ یہی زمانہ لوہے کا زمانہ (AgeIron) کہلاتا ہے۔ اس سے بیشتر جو لوہے سے تلواریں اور نیزے یا دوسری اشیاء بنائی جاتی تھیں اس کا طریقہ کار یہ ہی تھا کہ لوہے کو آگ میں تپایا جاتا اور جب وہ آگ کی طرح سرخ ہو جاتا تو اس کو کوٹ کاٹ کر اشیاء بنائی جاتی تھیں لوہے کی ڈھلائی کے فن سے بھی اگرچہ چند ایک اقوام واقف ہو چکی تھی تاہم یہ سب کچھ صیغہ راز میں ہی رکھا جاتا تھا اور جنگی اغراض کے لیے زرہیں بنانے کا کام داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام نے ہی شروع کیا تھا۔ لڑائی کے دوران زرہ چونکہ ایک نہایت اہم ہتھیار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہو کہ اس نے سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعہ بنی نوع انسان کو زرہ سازی کا فن سکھادیا واضح رہے کہ سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام بیت المال میں سے کچھ نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ کی کمائی پر ہی گزر اوقات کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی گزر اوقات صرف اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی۔'' (بخاری) (تیسر القرآن 3/121,122)

(2) رب العزت نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو زرہ کی صنعت کی تعلیم دی اور زرہ کے حلقوں کو اندازے پر رکھنا سکھایا یعنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام اندازے کے ساتھ زرہ کا حلقہ بناتے تھے پھر ان کو ایک دوسرے میں داخل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے زرہ بنانی سکھائی تا کہ تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھے، پھر کیا تم شکر گزار ہو؟'' (الانبیاء:80) (سعدی:3/2182,2183)

(3) ﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ ''اور نیک کام کیا کرو'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے خالص کام کرو، فرائض اور واجبات ادا کرو، گناہ اور حرام کام ترک کر دو۔ (4) ﴿اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو میں اُس کو خوب دیکھنے والا ہوں'' یعنی اپنے اعمال کو مفسدات

سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈریں کیونکہ وہ اعمال کو دیکھتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾

''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے'' (12)

سوال: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)، اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے۔'' سیدنا سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ﴾ ''اور سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا)'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام پر اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ہوا ان کے قبضے میں دے دی تھی، جو ان کے حکم پر چلتی تھی۔ جو آپ علیہ السلام کی فوج اور تخت کو لے کر ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں طے کر لیتی تھی۔ یوں دو ماہ کی مسافت ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔

(2) ﴿غُدُوُّهَا شَهْرٌ﴾ ''اُس کا صبح کو چلنا ایک مہینہ کا'' دن کے آغاز سے زوال تک، کسی صبح دمشق سے سوار ہوتے اور اصطخر میں جا کر ناشتہ کر لیتے تھے۔ (3) ﴿وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ ''اور اُس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ کا تھا'' زوال آفتاب سے لے کر دن کے آخر تک یعنی زوال کے بعد اصطخر سے چلتے تو شام تک کابل پہنچ جاتے اور وہاں رات گزارتے۔ دمشق سے اصطخر تک پہنچنے میں ایک تیز رفتار مسافر کو پورا ایک ماہ لگتا۔ اس طرح اصطخر سے کابل تک ایک ماہ لگتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1614)

(4) رب العزت نے فرمایا: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾ ''اور سُلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اُس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ اور ہم ہر چیز کا علم رکھنے والے تھے۔'' (الانبیاء:81)

(5) ﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ ''اور ہم نے اُس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ جاری

کردیا تھا۔اس طرح ان کے لیے برتن بنانے کے اسباب کو جاری کردیا۔سیدنا سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام اس سے مختلف طرح کے برتن بناتے تھے۔

(6)﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ﴾ ''اور اُس کے رب کے حکم سے بعض جنات اُس کے سامنے کام کرتے تھے۔'' رب العزت نے سیدنا سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام کے لیے اپنے حکم سے جنات اور شیاطین کو مسخر کردیا تھا۔وہ ان کے حکم کو پورا کرتے تھے اور ان کے روکنے سے رک جاتے تھے۔وہ اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔

(7)﴿وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا﴾ ''اور اُن میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرتا۔'' جنوں میں سے جو ہمارے حکم سے سرکشی کرے گا جو ہم نے سیدنا سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام کی فرماں برداری کے لیے دیا تھا۔(قرطبی:199/7)

(8)﴿نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ''ہم اُسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے۔'' ہم اسے آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

(9)جو جن سیدنا سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام کے حکم سے منہ موڑتا تھا اس کو ایک فرشتہ آگ کا سوٹا مارتا تھا جس سے وہ جل کر راکھ ہوجاتا تھا۔(فتح القدیر)

(10)اس مقام پر جنوں کا لفظ آیا ہے۔جبکہ سورۃ انبیاء کی آیت 82 میں انہی معنوں میں شیاطین کا لفظ آیا ہے۔﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ ''اور شیاطین میں سے بھی، جو اُس کے لیے غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام کرتے تھے۔اور ہم ان کے نگہبان تھے۔'' بات ایک ہی ہے جن کا لفظ اسم جنس ہے۔جبکہ شیاطین کا اطلاق صرف سرکش اور متکبر قسم کے جنوں پر ہوتا ہے۔(اور شیاطین انسانوں میں سے بھی ہوسکتے ہیں) یہ جن معمولی قلیوں، خدمت گاروں اور مزدوروں کی طرح آپ کے کام کرتے اور آپ کے حکم پر چلتے تھے۔وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو سیدنا سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام کا تابع بنا رکھا تھا اور وہ آپ کی اطاعت پر مجبور تھے۔اگر وہ ذرا بھی سرکشی کرتے تو آگ میں جھونک دیئے جاتے تھے۔(الانبیاء:82)(تیسیر القرآن:623,624/3)

﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾

''وہ اُس کے لیے تیار کردیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں'' (13)

سوال:﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''وہ اُس کے لیے تیار کردیتے تھے جو وہ چاہتا، عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں اے آلِ داؤد! شکر کے لیے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں'' سیدنا سلیمان

علیہ السلام کے لیے جن بڑی بڑی تعمیرات کرتے تھے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ اُس کے لیے تیار کردیتے تھے جو وہ چاہتا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے شیاطین اور جن وہ سارے کام کرتے تھے جن کا وہ حکم دیتے تھے۔

(2)﴿مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ﴾ ''عالی شان عمارتیں اور مجسمے اور حوض نما لگن اور ایک جگہ جمی ہوئی دیگیں۔'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے بڑی بڑی شاہی عمارتیں جنات تعمیر کرتے تھے،مسجدیں،حیوانات اور جمادات کی تماثیل،بڑے بڑے حوض جن میں کھانا ڈالا جاتا تھا،بڑی دیگیں جو اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جاسکتی تھیں۔

(3)یہ جنات سیدنا سلیمان علیہ السلام کے آڈر کے مطابق بڑے بڑے محل،مساجد،قلعے،مختلف مسجدوں کے ماڈل یا سینریوں کے ماڈل،بڑے بڑے لگن اور اتنی بڑی دیگیں بناتے تھے جو بوجھل اور ناقابلِ حمل ونقل ہونے کی وجہ سے کسی خاص مقام پر نصب کردی جاتی تھیں اور ان میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کے لیے کھانا تیار کیا جاتا تھا۔بعض لوگوں نے جنوں یا شیاطین سے دیہاتی مضبوط قسم کے انسان مراد لیے ہیں یہ توجیہ غلط اور قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔(تیسیر القرآن:624,623/3)

(4)﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ ''اے آلِ داوٗد!شکر کے لیے عمل کرو'' آل داوٗد پر اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات ہیں۔رب العزت نے حکم دیا ہے کہ آل داوٗد ان دینی اور دنیاوی نعمتوں کے شکر میں نیک عمل کرتے رہنا۔

(5)شکر فعل سے بھی ادا کیا جاتا ہے قول سے بھی اور قلب سے بھی۔

(6)شکر کی حقیقت یہ ہے کہ منعم کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے انہیں اس کی اطاعت کے کاموں میں استعمال کیا جائے اور نافرمانی کے کاموں میں استعمال نہ کیا جائے۔(تفسیر منیر:488/11)

(7)﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے شکر گزار ہیں۔'' اکثر لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے جو اللہ رب العزت نے انہیں عطا کی ہیں۔

(8)اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے ان تکالیف پر جو اللہ تعالیٰ نے دور کردی ہیں۔

(9)ابراہیم التیمی نے کہا کہ ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کہا:اے اللہ مجھے قلیل لوگوں میں شامل کردے۔تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ تم کیسی دعا کررہے ہو؟اس نے کہا:میں نے یہ آیت پڑھی﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے قلیل لوگوں میں شامل کردے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:سب لوگ عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔(الدرالمنثور:431/5)(الکشاف:583,582/3)

(10)سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر قیام فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں یا(یہ کہا کہ)آپ کی دونوں پنڈلیوں پر ورم آجاتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس قدر عبادت شاقہ نہ کیجیے)تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جواب میں فرماتے: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (بخاری:1130)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾

''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' (14)

سوال: ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بیان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ﴾ ''پھر جب ہم نے اُس پر موت کا فیصلہ کیا'' رب العزت نے جب سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات جنوں پر ظاہر نہیں ہونے دی جو سخت مشقت کے کاموں میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم کے تابع تھے۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ جن جب وہاں سے گزرتے اور انہیں دیکھتے کہ وہ سہارا لیے کھڑے ہیں تو انہیں زندہ سمجھتے ہوئے ان سے ڈرتے رہے۔

(4) سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنی وفات کے بعد ایک زمانے تک عصا پر ٹیک لگائے کھڑے رہے۔ ایک قول کے مطابق جن سال بھر کام کرتے رہے۔

(5) ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ ''تو کسی چیز نے اُن کو اُس کی موت کا پتہ نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اُس کے عصا کو کھا رہا تھا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام جس عصا پر ٹیک لگائے کھڑے تھے اسے دیمک نے کھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ عصا بالکل ختم ہو گیا۔

(6) ﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''پھر جب سلیمان گر پڑا تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔'' عصا کے ختم ہونے کے ساتھ ہی سیدنا سلیمان

علیہ السلام کا جسد زمین پر آ رہا۔جنوں کوتب معلوم ہوا کہ وہ تو بہت عرصے سے وفات پا چکے ہیں۔اس وقت جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ جن غیب دان نہیں ہیں۔لوگوں کو بھی یقین آ گیا کہ اگر جن غیب دان ہوتے تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کو جان لیتے اور سال بھر تک اس مشقت بھرے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ۥ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾

’’بلاشبہ یقیناسبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی،دائیں اور بائیں دو باغ تھے،اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکرادا کرو،پاکیزہ شہر ہے اور رب ہے بے حد بخشنے والا‘‘(15)

سوال:﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۥ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ ’’بلاشبہ یقیناسبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی،دائیں اور بائیں دو باغ تھے،اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکرادا کرو،پاکیزہ شہر ہے اور رب ہے بے حد بخشنے والا‘‘ قوم سبا کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ﴾’’بلاشبہ یقیناسبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن میں نشانی موجود تھی‘‘رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ قوم سبا کے لیے مساکن میں جہاں وہ آباد تھے ایک نشانی تھی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا اور ان کی تکالیف دور کی تھیں۔(2) سبا ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن کے قریب ترین علاقوں میں آباد تھا۔

(3)سبا والے یمن کے بادشاہ اور اس کے باشندے تھے۔یہاں کے بادشاہ تبع کہلاتے تھے۔بلقیس بھی جس کو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی ملک سبا ہی کی ملکہ تھیں۔یہ لوگ بڑے عیش وآرام سے اس علاقے میں رہتے تھے۔ان کا ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب علاقہ رشک آفرین تھا۔روزیوں کی فراوانی،غلوں کی ارزانی،میووں اور پھلوں کی بہتات تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے جو انہیں یہ ہدایت کرتے تھے کہ اللہ کی عطا کردہ روزیاں کھاؤ پیو اور اس کی توحید کے قائل ہو کر اسی کی عبادت کیے جاؤ تا کہ اس کی نعمتوں کا کچھ تھوڑا بہت شکرادا ہو سکے چنانچہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا یہ توحید پرست رہے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہے پھر انہوں نے انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کی۔آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں جو ایک سیلاب کی شکل میں آیا تھا مبتلا ہو گئے اور یہاں سے ہجرت کر کے دنیا میں تتر بتر ہو گئے۔(مختصر ابن کثیر:2/1616)

(4)﴿جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ﴾’’دائیں اور بائیں دو باغ تھے‘‘ان کے پاس ایک وادی تھی جہاں بہت سی کثرت سے سیلاب آتے

تھے انھوں نے اس پانی کا ذخیرہ کرنے کے لیے ایک بہت مضبوط بند تعمیر کیا۔ چنانچہ سیلاب کا پانی آکر اس وادی میں جمع ہوجاتا پھر وہ اس وادی کے دائیں بائیں لگائے ہوئے اپنے باغات کو اس پانی سے سیراب کرتے یہ دو عظیم باغ ان کے لیے اتنا پھل پیدا کرتے جو ان کی معیشت کے لیے کافی ہوتا۔ اس سے انھیں بہت مسرت حاصل ہوتی۔ (تفسیر سعدی:3/2186،2187)

(5) ﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ ''اپنے رب کے رزق میں سے کھاؤ اور اُس کا شکر ادا کرو'' رب العزت نے حکم دیا تھا کہ اپنے رب کی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو کہ اس نے پھلوں کی فراوانی دی جو خوراک کا بڑا حصہ فراہم کرتے تھے۔

(6) ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ ''پاکیزہ شہر ہے'' یعنی یہ شہر پاکیزہ اور صحت افزا ہے۔ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اس پر شکر ادا کرو کہ اس نے اس علاقے کی آب وہوا کو معتدل، نہایت خوشگوار، پاکیزہ اور صاف بنایا تھا۔ وہاں مکھیاں، مچھر، پسو اور دیگر کیڑے مکوڑے نہیں تھے۔

(7) ﴿وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ ''اور رب ہے بے حد بخشنے والا'' رب العزت نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ انہیں بخش دے گا۔

﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾

''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے'' (16)

سوال: ﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾ ''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے'' قوم سبا کی ناشکری اور سیلاب کی آمد آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ ''پھر بھی وہ منہ موڑ گئے چنانچہ ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا'' قوم سبا نے توحید اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب بھیج دیا جس نے سد مآرب کو توڑ دیا۔ (2) سد مآرب دو پہاڑوں کے درمیان مضبوط اور مستحکم دیوار تھی جس سے پانی محفوظ ہو گیا تھا اور اسی پانی سے نہروں کا جال میلوں تک پھیلے ہوئے باغات کو سیراب کرتا تھا۔

(3) جب اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیج کر انہیں سزا دینی چاہی تو دیوار میں سوراخ کر دیا۔ پانی کے زور سے دیوار ٹوٹ گئی اور پوری تباہیوں کے

ساتھ طوفان آ گیا۔(4)﴿ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴾ ''اور اُن کے دو باغوں کے بدلے ہم نے انہیں دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔'' جب سیلاب اتر گیا تو ہرے بھرے باغوں کی بجائے جھاؤ، جھاڑیاں اور کچھ جنگلی بدمزہ پھلوں کے درخت رہ گئے تھے یا پیلو کے اور ببول کے درخت اُگ آئے تھے۔کفر اور شرک کا، حق کو جھٹلانے کا خوف ناک انجام ہے۔ یہ ان کی زرعی ترقی کا حشر تھا جس پر وہ پھولے نہیں سماتے تھے۔

﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴾

''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جوانہوں نے ناشکری کی تھی اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟''(17)

سوال:﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴾ ''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جوانہوں نے ناشکری کی تھی اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟'' ناشکری کی سزا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ﴾ ''یہ ہم نے اُنہیں اس کا بدلہ دیا جوانہوں نے ناشکری کی تھی'' یہ ان کے کفر، شرک اور حق کے جھٹلانے اور حق دشمنی کی جزا ہے۔(2)﴿ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴾ ''اور یہ بدلہ ہم نہیں دیتے مگر جو بہت ناشکرا ہو؟'' یہ کفر کی سزا ہے۔ ایسی سزا ناشکروں کو نا قدروں کو ہی ملا کرتی ہے۔ایسی سزا احسان فراموشوں کو ہی ملا کرتی ہے۔

(3) یہ سزا کچھ قوم سبا سے ہی مختص نہ تھی، بلکہ جو قوم بھی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد اپنے محسن حقیقی کو بھول جاتی ہے اور اس کا شکرادا کرنے کے بجائے سرکشی کی راہ اختیار کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ اس قوم کو ایسے ہی انجام سے دوچار کر دیتا ہے۔(تیسیر القرآن:626/3، 627)

(4) سیدنا ابو خیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آجائے، روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں سختی آجائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا فوراً کوئی زحمت آپڑی اور مزہ مٹی ہو گیا۔(ابن کثیر:294)

﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴾

''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنادی تھیں اور ہم نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا، اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو''(18)

سوال1:﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنادی تھیں اور ہم

نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا، اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو'' مآرب والوں کے عیش، امن وامان اور عافیت کے بیان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نظر آنے والی بستیاں بنادی تھیں'' مآرب والوں کے عیش وآرام ان کے امن وامان اور ان کی عافیت کا بیان ہے۔ وہ سونا اگلتی زمین میں عیش وآرام اور امن سے زندگی گزار رہے تھے۔ مسافروں کو سامان سفر ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہر جگہ پانی اور پھل موجود تھے۔

(2) ان کی ترقی اور خوشحالی کی دوسری وجہ ان کا تجارتی نظام تھا۔ ان کے تجارتی قافلے اپنے علاقے (موجودہ یمن) سے لے کر شام تک جاتے تھے اور شام ہی کی سرزمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ''ایسی زمین جسے ہم نے برکت دے رکھی ہے'' کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان دنوں یہ چار ماہ کا سفر تھا اور تجارتی شاہراہ کو اللہ نے ''امام مبین'' کے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اسی تجارتی شاہراہ پر قریش کے تجارتی قافلے مکہ سے شام تک سفر کرتے تھے۔ یہ تجارتی شاہراہ اس لحاظ سے تھی کہ برلب سڑک اور نزدیک نزدیک آبادیاں موجود تھیں۔ جہاں مسافروں کو کھانا پانی مل سکتا تھا ایک بستی پر انسان پہنچ جائے تو اگلی بستی اس کو سامنے نظر آنے لگتی تھی (اور یہ قری ظاہرۃ کا مطلب ہے) اس شاہراہ کی بڑی خوبی یہ تھی کہ کوئی شخص جس وقت بھی آرام کرنا چاہتا تو وہ کر سکتا تھا اور آرام کرنے کے لئے اگلی منزل اس کے قریب ہی ہوتی تھی۔ پھر چونکہ اس شاہراہ پر بکثرت آمدورفت رہتی تھی اس لئے لوٹ مار کا بھی اتنا خطرہ نہیں ہوتا تھا جتنا کہ عرب کے دوسرے علاقوں میں تھا۔ اس لحاظ سے ان کا یہ تجارتی سفر دوسرے علاقوں کی نسبت بہت آسان بھی تھا اور پرامن بھی۔ (تیسیر القرآن 628/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے اور برکت والی بستیوں کے درمیان دیہات بنائے تھے۔ ایک مقرر راستہ تھا جسے وہ پہچانتے تھے اور گھنی چھاؤں میں امن وامان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔

(4)﴿وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ﴾ ''اور ہم نے اُن میں چلنے کا اندازہ مقرر کر دیا تھا'' یعنی ان کے لیے راستہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں ہوتے تھے۔

(5)﴿سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا اٰمِنِينَ﴾ ''اُن میں رات دن امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو'' وہ ان میں دن رات بے خوف ہو کر امن اور اطمینان سے سفر کرتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم، اس کا احسان اور اس کی نعمتوں کی تکمیل تھی کہ اس نے انہیں امن دیا اور خوف سے مامون رکھا۔

سوال 2: اُن کے اور برکت والی بستیوں کے درمیان کون سی اور بستیاں آباد کی گئیں تھیں؟

جواب: یہ ملک سبا جو کہ یمن میں واقع تھا اور برکت والی بستیوں یعنی شام کے درمیان سڑک پر واقع بستیاں ہیں جن کے بارے میں رب

نے وضاحت کی ہے کہ وہ بستیاں ہم نے آباد کی تھیں۔

﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾

''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' اور انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور ہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں'' (19)

سوال 1: ﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' اور انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تو ہم نے اُنہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور ہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔'' سبا والے قریب قریب کی بستیوں سے اکتا گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ ''تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے'' سبا والے قریب قریب کی بستیوں سے اکتا گئے تو تمنا کرنے لگے کہ ان کی بستیوں کے درمیان کا آسان سفر دور ہو جائے۔ سفر کے لیے لمبے چوڑے میدان اور بیابان ہوں تا کہ سفر کا حقیقی لطف اٹھائیں سامان سفر بھی ہو اور صعوبتیں بھی تو سفر کا مزہ آئے گا۔

(2) جب انسان مال و دولت کے نشہ میں مست ہوتا ہے اور اس کو ہر طرف سے آسودگی اور آسانیاں ہی میسر ہونے لگتی ہیں تو بعض دفعہ وہ اس مستی میں بعض انہونی باتیں بھی بکنے لگتا ہے کہ لوگ جو سفر سے متعلق ایسی مشکلات بیان کرتے ہیں کہ اتنے دن کچھ کھانے کو ملا نہ پینے کو، ہم فلاں مقام پر جا کر راستہ بھول گئے تو ہمیں کوئی آدم زاد نظر نہ آتا تھا جس سے راستہ ہی پوچھ سکیں وغیرہ وغیرہ چنانچہ وہ یہ آرزو کرنے لگے کہ ہمارا بھی کوئی سفر تو ایسا ہونا چاہیے ممکن ہے ان لوگوں نے یہ بات زبان قال سے نہ کہی ہو زبان حال سے کہی ہو۔ یعنی دل میں ایسے خیالات آنے لگتے ہوں۔ جب ان لوگوں کی زرعی معیشت تباہ ہوگئی تو یہی چیز ان کی تجارتی ترقی کی تباہی کا باعث بن گئی۔ جب اپنے مال کی پیداوار ہی ختم ہو جائے تو پھر تجارت کیسی؟ اگر بیرون ملک کی چیزیں ہی خریدی جائیں اور بیرون ملک ہی بیچی جائیں تو اس کا کتنا منافع ہو سکتا ہے اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثیر آبادیاں جو اس شاہراہ کے کنارے آباد تھیں۔ وہاں سے اٹھ کر دوسرے مقامات کی طرف چلی گئیں کیونکہ ان کی معیشت کا انحصار بھی زیادہ تر انہی تجارتی قافلوں کی اشیائے خوردنی کی خرید و فروخت پر تھا۔ اس طرح سبا کی تمام

نوآبادیاں تباہ وبرباد ہوکررہ گئیں۔(تیسیرالقرآن:627/3)

(3)﴿وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾''اورانھوں نے خودہی اپنے اوپرظلم کیا''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر کے خود پر ظلم کیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی نعمت کے ذریعے سزادی جس نے انہیں سرکش بنادیا تھا۔رب العزت نے ان پر بند توڑنے والا منہ زور سیلاب بھیج دیا۔

(4)﴿فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾''توہم نے اُنہیں افسانہ بنا کرر کھ دیا اورہم نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا،ہرطرح سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔''جب سیلاب آیا توان کے باغات جھاؤ اور جھاڑ جھنکار میں بدل گئے۔وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قصے کہانیاں بنا کررکھ دیا۔ان کی مثال دی جانے لگی''تفرقوا ایدی سبا''وہ ایسے بکھر گئے جیسے قوم سبا بکھر گئی۔

(5)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ کو خط لکھا اور سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے بحرین کے گورنر کے حوالے کردے،تو بحرین کے گورنر نے اسے کسریٰ (شاہ ایران)کے پاس پہنچادیا۔توجب اس نے خط پڑھاتو اسے پھاڑ دیا۔(امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ)میراخیال ہے کہ سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (مجوسیوں)کے لیے بدعا کی:﴿اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ﴾''اے اللہ!وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو(کر تباہ ہو)جائیں۔(بخاری:4424)

(6)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾''بلاشبہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے،بہت شکر کرنے والے کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔''اس واقعے میں ہر صابر اور شکر گزار کے لیے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

(7)ناپسندیدہ اموراور سختیوں پر صبر کرنے والا،جوان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر برداشت کرتا ہے،ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ان پر صبر کرتا ہے،وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار اور اعتراف کر کے اس پر اس کا شکر ادا کرتا ہے،منعم کی حمد وثنا بیان کرتا ہے اور اس نعمت کو اس کی اطاعت میں صرف کرتا ہے۔جب ان کا قصہ سنا جاتا ہے کہ ان کے کرتوت کیا تھے اور ان کے ساتھ کیا کیا گیا تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کو یہ سزا اس بنا پر دی گئی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناسپاسی کی تھی،نیز یہ اس پر بھی دلیل ہے کہ جو کوئی اس قسم کا رویہ اختیار کرے گا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔(i)یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ''شکر''اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حفاظت اور اس کی ناراضی کو دور کرتا ہے۔(ii)یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنی خبر میں سچے ہیں۔(iii)ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جزا حق ہے جیسا کہ اس کا نمونہ دنیا میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2187,2188/3)

سوال 2:ملک سبا کے لوگوں کی اس دعا کا کیا مطلب ہے کہ''اے ہمارے رب ہمارے سفر دور دراز کردے؟

جواب:اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سفر طویل ہوجائیں راستے میں بستیوں کی بجائے صحرا اور جنگلات ہوں۔

(2)اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سفر شدّت والے ہوجائیں یعنی سردیوں میں شدید ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور گرمیوں میں تپتی لو ہمیں

تکلیف دے۔(3)اس دعا کا یہ بھی مطلب ہے کہ ہمیں راستوں کی سختیاں برداشت کرنی پڑیں۔بھوک اور پیاس کے لیے کھانے پینے کا انتظام بھی خود کرنا پڑے۔(4)ان کی دعا بنی اسرائیل کی طرح ہے جیسے انہوں نے من وسلوٰی کی جگہ دالوں اور سبزیوں کا مطالبہ کیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا اُن سب نے اُس کا پیچھا کیا''(20)

سوال:﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا اُن سب نے اُس کا پیچھا کیا'' ناشکروں نے شیطان کی بات سچ کر دکھائی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے اُن پر اپنا گمان سچ کر دکھایا'' رب العزت نے فرمایا کہ سبا ایسی قوم ہے جس پر ابلیس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (۸۲) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (۸۳)﴾ ''اس نے کہا:''سو تیری عزت کی قسم! میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کر دیئے گئے۔'' (ص:82-83)(2)یہ شیطان کا گمان تھا جو یقین پر مبنی نہ تھا کیونکہ شیطان غیب کا علم جانتا ہے نہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خبر ہی آئی تھی کہ وہ ان سب کو بدراہ کرے گا سوائے ان مستثنیٰ لوگوں کے۔پس یہ لوگ اور ان جیسے دیگر لوگ،جن کے بارے میں شیطان کا گمان سچا ثابت ہوا،اس نے ان کو اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی اور ان کو بہکایا۔(تفسیر سعدی:2189/3)

(3)﴿فَاتَّبَعُوهُ﴾ ''سو اُس کا پیچھا کیا'' سبا والوں نے جب خواہش پرستی کی اور شیطان کے پیچھے چلے تو ان کا کتنا حسرت ناک انجام ہوا۔ان پر شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا﴿قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ''اس نے کہا:کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔(بنی اسرائیل:62)

(4)﴿إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اہلِ ایمان کے ایک گروہ کے سوا'' سچے مومن ابلیس کی پیروی نہیں کرتے۔وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور شیطان ان کو اغوا کرنے کا راستہ نہیں پاتا کیونکہ مومن اس کی پیروی نہیں کرتے۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ﴾

''اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک

میں ہے؟اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے‘‘(21)

سوال:﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ﴾ ’’اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے؟اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے‘‘ شیطان مسلط کرنے کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ﴾ ’’اور ابلیس کا اُن پر کوئی غلبہ نہ تھا‘‘ رب العزت نے شیطان کو مسلط کرنے کی حکمت واضح فرمائی ہے کہ شیطان کو ان پر کوئی غلبہ تو حاصل نہیں ہے نہ وہ کسی کو اپنے ارادے کے مطابق عمل کرنے کے لیے مجبور کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ کی حکمت ہے کہ وہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے انہیں فریب دیتا ہے۔

(2)﴿اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ﴾ ’’مگر تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ اُن میں سے کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک میں ہے؟‘‘ تا کہ مومن اور کافر کا فرق واضح ہو جائے کہ کون بن دیکھے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔

(3) تا کہ امتحان کا بازار گرم رہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز واقع ہو جائے، وہ شخص پہچانا جائے جس کا ایمان صحیح ہے جو امتحان، آزمائش اور شیطانی شبہات کے وقت ثابت قدم رہا اور وہ شخص بھی پہچان لیا جائے جس کا ایمان صحیح نہیں جو ادنیٰ سے شبہے پر متزلزل ہو جاتا ہے اور اس سے متضاد تھوڑی سی دعوت پر اپنے موقف سے ہٹ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور پاک لوگوں میں سے ناپاک کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2189/3)

(4)﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ﴾ ’’اور آپ کا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے‘‘ یعنی آپ کا رب محافظ ہے۔ اس کی حفاظت کے باوجود لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر مومن اس کی حفاظت میں آجاتے ہیں تو شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی، ان کے اعمال کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

رکوع نمبر 9

﴿قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ﴾

’’آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں

رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے“ (22)

سوال:﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ ”آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے۔“ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”آپ کہہ دیں پکارو اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے“ اے ہمارے رسول ﷺ ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کو باطل کرنے کے لیے آپ کہہ دیں۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو اس کا شریک سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو۔﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتا۔“ (فاطر:13)

(2) وہ بے بس ہیں، عاجز ہیں تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔

(3)﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ”وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے“۔

(4)﴿وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ﴾ ”اور نہ ہی اُن کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے“ زمین و آسمان میں نہ تو وہ کسی چیز کے مالک ہیں نہ ملکیت میں شریک ہیں۔ وہ زمین اور آسمان میں سے کسی ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

(5)﴿وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ ”اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے“ ان میں سے کوئی رب کا مددگار نہیں ہے کہ ان کو پکارنا نفع مند ہو، ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ وہ اکیلا معبود ہے، وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، اس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ تنہا بلا شرکت غیرے تمام کام کرتا ہے۔

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

”اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی

ہےتو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق'' اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے'' (23)

سوال:﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہےتو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق'' اور وہ سب سے بلند، بہت بڑا ہے'' اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا جلال کا عالم ایسا ہوگا کہ کوئی اس کی مرضی کے بغیر زبان نہیں کھولے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (البقرہ:255)

(2) فرشتوں کی سفارش بھی کام نہیں آئے گی فرمایا:﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔'' (النجم:26)

(3) فرشتے ان کی سفارش کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:28)

(4)﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾ ''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمن اجازت دے گا اور اُس سے بات کرنا پسند کرے گا۔'' (طٰہٰ:109)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس کے سامنے سجدے میں

گر پڑوں گا۔ مجھے میرا رب سجدے میں پڑا رہنے دے گا جب تک وہ چاہے گا۔ وہ میرا سینہ کھول دے گا اور مجھے اپنی حمد وثنا کے وہ اچھے اچھے کلمات سکھلائے گا جو اس نے مجھ سے پہلے کسی کو نہیں سکھلائے ہوں گے (اور میں ان کلمات کے ساتھ اس کی خوب حمد وثنا بیان کروں گا) پھر اللہ تعالیٰ کہے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھایئے آپ بات کیجیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا، آپ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' (بخاری:7410)

(6) یہ وہ تعلقات اور امیدیں ہیں جو مشرکین اپنے خودساختہ معبودوں، بتوں، انسانوں اور شجر وحجر سے وابستہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امیدوں کو منقطع کر دیا اور ان کے بطلان کو اچھی طرح واضح کر کے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ چونکہ مشرک غیر اللہ کی عبادت صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے غیر اللہ سے کسی نفع کی امید ہوتی ہے اور یہی امید شرک کی موجب ہوتی ہے تو جب یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ہستی، جسے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتا ہے، کسی نفع ونقصان کی مالک ہے نہ مالک کی ملکیت میں شریک ہے، نہ اس کی معاون اور مددگار ہے اور نہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتی ہے تو اس کا یہ پکارنا اور اس کی یہ عبادت عقل کے مطابق گمراہی اور شرع کے مطابق باطل ہے۔ اس کے برعکس مشرک کو اس سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ اس کے مقصود مطلوب کے بالکل الٹ ہوتی ہے۔ مشرک ان خودساختہ معبودوں کے ذریعے سے نفع چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس نفع کا بطلان اور اس کا معدوم ہونا واضح کر دیا ہے اور بعض دیگر آیات میں ان خودساختہ معبودوں کی عبادت کرنے والے کے لیے ان کے ضرر کو بیان کر دیا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت کے روز یہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ فرمایا:﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6) بڑی عجیب بات ہے کہ مشرک آدمی تکبر واستکبار کی وجہ سے رسولوں کی اطاعت اس گمان سے نہیں کرتا کہ وہ بشر ہیں اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ شجر وحجر کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، محض تکبر کی بنا پر رحمان کے لیے اخلاص نہیں رکھتا مگر اپنے بدترین دشمن شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے ان ہستیوں کی عبادت پر راضی ہو جاتا ہے جن کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔'' (سعدی:3/2190، 2191)

(7)﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ﴾ ''حتیٰ کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے ''حق''۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ

تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے۔ پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں۔ شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح سے شیاطین ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں۔ پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں، اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتائیں، آگ کا گولہ انہیں آ دبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارہ ان پر پڑتا ہے۔ اس کے بعد کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ (ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا، کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔'' (بخاری:4800) جن کی عظمت کے آگے مقرب فرشتے غش کھاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ وہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ مشرکوں کو کیا ہے کہ وہ تکبر سے اپنے رب کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔

(8) قیامت کے روز جب مشرکین کی گھبراہٹ دور ہوگی اور انہیں ہوش آئے گا تو ان سے دنیا میں ان کے احوال کے بارے میں سوال کیا جائے گا، حق لانے والے رسولوں کی تکذیب کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا تو وہ اقرار کریں گے کہ کفر اور شرک پر مبنی ان کا موقف باطل تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور انبیاء و مرسلین نے اس کے بارے میں خبر دی تھی وہی حق تھا۔ تو اس سے پہلے جو کچھ وہ چھپایا کرتے تھے سب ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ (تفسیر سعدی:2191/3)

(9) ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور وہ سب سے بلند'' اور وہ ساری مخلوقات سے اوپر ہے وہ عالی قدر ہے اپنی صفات کی عظمت اور بلندی کی بنا پر وہ سب پر غالب ہے۔ (10) ﴿الْكَبِيْرُ﴾ ''بہت بڑا ہے'' وہ اپنی ذات میں کبیر ہے وہ اپنی صفات میں سب سے بڑا ہے۔ اس کا حکم سب پر غالب ہے۔

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى
اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' (24)

سوال: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ

دیں کہ تمہیں آسمانوں اورزمین سے رزق کون دیتا ہے آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے سوال کرتے ہوئے کہیں۔

(2)﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہ تمہیں آسمانوں اورزمین سے رزق کون دیتا ہے'' کون ہے جو بارش نازل کرکے زمین سے تمہارے لیے رزق پیدا کرتا ہے۔

(3)﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی مشرک بھی یہی جواب دیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جو آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے، وہ دریاؤں کو چلاتا ہے، سبزیاں، اجناس اور پھل اگاتا ہے۔ وہ حیوانات کو تمہارے لیے نفع مند بناتا ہے تو جب تم اقرار کرتے ہو تو تمہیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق رکھتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

(4)﴿ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں'' یعنی ہم دونوں میں سے ایک گروہ حق پر ہے اور ایک باطل پر۔ ہم نے توحید کی کھلی دلیل پیش کردی ہے لہٰذا شرک کا راستہ غلط ثابت ہوا۔ (5) ہم نے وہ تمام دلائل واضح کردیے ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں اور جو تم پیش کرتے ہو۔ جن سے کسی شک کے بغیر یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ؟ حتیٰ کہ اس کے بعد تعیین ایسے ہو جاتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔'' (تفسیر سعدی: 3/2193، 2194)

﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا'' (25)

سوال: ﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا''۔ تمہارا راستہ الگ، ہمارا راستہ الگ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2)﴿ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا'' یعنی ہمارا راستہ الگ ہے، تمہارا الگ ہمارے جرائم کے بارے

میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔چھوڑ و اس بات کو کہ ہم کیا کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰٮكَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ‌ ؕ قَالَ اِنِّىۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَاشۡهَدُوۡۤا اَنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۙ‏ (۵۴) مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ فَكِيۡدُوۡنِىۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ﴾ ''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے''اُس نے کہا:''یقینا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا تا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔''(ہود:55,54)

(3)﴿وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ ۚ اَنۡـتُمۡ بَرِيۡٓــئُوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔''(یونس:41)

(4)﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَۙ‏ (۱) لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَۙ‏ (۲) وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ‌ۚ‏ (۳) وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡۙ‏ (۴) وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ‏ (۵) لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ (۶)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو!۔میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے''(الکافرون:1۔6)

(5)﴿سَيَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰٮهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا‌ ؕ قُل لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ‌ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''جلد ہی لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے ان کے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس پر وہ تھے؟ آپ کہہ دو: مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(البقرہ:142)

(6)ہمارا مقصد صرف سچائی کی تلاش اور انصاف کے راستے پر چلنا ہونا چاہیے۔

(7)دنیا کے احکام ظاہر پر جاری رہتے ہیں جن میں حق کی پیروی کی جاتی ہے اور باطل سے اجتناب ہوتا ہے اور اعمال کا فیصلہ تو آخرت میں احکم الحاکمین کرے گا۔

﴿قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَـقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(26)

سوال:﴿قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَـقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ ہمارا رب ہمیں جمع

کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا اور وہی، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' قیامت کے روز سعادت اور شقاوت کھلے گی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿قُلۡ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ کہہ دیجئے

(2)﴿یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفۡتَحُ بَیۡنَنَا﴾ ''کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا'' قیامت کے دن وہ ساری مخلوق کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ جس سے ہر ایک کو پتہ چل جائے گا سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ ﴿۱۴﴾ فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَہۡلِیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اَلَا ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۵﴾ لَہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنۡ تَحۡتِہِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۶﴾﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔ اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر:14۔16)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوۡنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَہُمۡ فِیۡ رَوۡضَۃٍ یُّحۡبَرُوۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۶﴾﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، پس وہی ایک باغ میں خوش رکھے جائیں گے۔ مگر جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ (روم:14۔16)

(4)﴿وَ ہُوَ الۡفَتَّاحُ﴾ ''وہی خوب فیصلہ کرنے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ حاکم اور عادل ہے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ وہ یقیناً سب سے اچھے فیصلے کرنے والا ہے۔

(5)﴿الۡعَلِیۡمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے۔'' وہ حقائق، حالات اور امور سے واقف ہے وہ حالات کے حقائق سے خوب واقف ہے۔ وہ مخلوق کے حالات سے خوب واقف ہے، بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

﴿قُلۡ اَرُوۡنِیَ الَّذِیۡنَ اَلۡحَقۡتُمۡ بِہٖ شُرَکَآءَ کَلَّا ؕ بَلۡ ہُوَ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (27)

سوال:﴿قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ’’آپ کہہ دیں‘‘ اے نبی ﷺ! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ﴾ ’’کہ مجھے دکھاؤ جنہیں تم نے اُس کے ساتھ شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے‘‘ مجھے اپنے معبود تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے برابر کا سمجھتے ہو، جنہیں تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ’’اور وہ اللہ تعالیٰ کے ما سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں‘‘ (یونس:18) (3)﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ’’سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔‘‘ (یونس:66)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اسکا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ اکیلا ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، کسی میں اس کا شریک بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ (5)﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ’’بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے‘‘ وہ العزیز ہے جو ہر چیز پر غالب ہے، اس کے سوا ہر چیز مقہور اور اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے۔﴿الْحَكِيْمُ﴾ اس نے جو چیز بھی تخلیق کی نہایت مہارت سے تخلیق کی۔ اس نے جو شریعت بنائی، بہترین شریعت بنائی۔ اگر اس کی شریعت میں صرف یہی حکمت پنہاں ہوتی کہ اس نے اپنی توحید اور اخلاص فی الدین کا حکم دیا، اسی کو پسند فرمایا اور اسی کو نجات کی راہ قرار دیا ہے، اس نے شرک اور اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنانے سے روکا اور اس کو ہلاکت اور بدبختی کا راستہ قرار دیا ہے۔ تو اس کے کمال حکمت کے اثبات کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔ تب اس شریعت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے تمام اوامر و نواہی حکمت پر مشتمل ہیں۔ (تفسیر سعدی:2195/3)

(6) وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے، قدرتوں والا، حکمت والا مشرکوں کے بہتانوں سے پاک، سب سے بلند ساری کائنات سے اعلیٰ ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' (28)

سوال:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' نبی ﷺ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے نبی ﷺ کو ساری دنیا کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157)

(2)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

(3) سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عرب و عجم کے لیے رسول بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب پر عزت دی تا کہ وہ سب ان کی اطاعت کرے۔ (جامع البیان:102/22)

(4) سیدنا عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تا کہ وہ اسے کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور نبی ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (ابن کثیر) (تفسیر الاساس:4533/8)

(5) آپ ﷺ کو بشیر بنا کر بھیجا گیا تا کہ آپ ﷺ ان اعمال سے آگاہ کر دیں جو ثواب کا باعث بنتے ہیں۔

(6) آپ ﷺ کو نذیر بنا کر بھیجا گیا تا کہ آپ ﷺ ان کاموں سے ڈرا دیں، جو عذاب کا باعث بنتے ہیں۔

(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی ہے پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت عطا کی۔ اور تمام انبیاء اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (بخاری:335)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد (کے صحن) میں بٹھا کر باندھ دیا، پھر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا، یہی سفید رنگ کے جو آدمی تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ آپ ﷺ سے کہنے لگا، اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ نے اس سے فرمایا: کہو میں سن رہا ہوں، وہ کہنے لگا، میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن قدرے سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ پورے سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، ہاں! وہ شخص کہنے لگا، جو شریعت آپ لائے ہیں اس پر میں ایمان لایا، مجھے میری قوم کے لوگوں نے بھیجا ہے، جو یہاں نہیں آئے، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ (بخاری:63)

(9) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ہر سیاہ سرخ (یعنی جن وانس یا عرب وعجم) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' (مسند احمد:2135)

(10) ﴿وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟'' (29)

سوال: ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ’’اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟ قیامت کو جھٹلانے کے لیے قیامت کا سوال‘‘ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ﴾ ’اور وہ کہتے ہیں‘‘ کافر کہتے ہیں اہل مکہ بعث اور جزا کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے۔

(2) ﴿مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ’’کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا‘‘ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا، قیامت کب آئے گی؟ وہ قیامت کو ناممکن سمجھتے ہوئے سوال کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُمَارُوۡنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىۡ ضَلٰلٍ بَعِيۡدٍ﴾ ’’اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناوہ حق ہے۔ سن لو! یقینا جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناوہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔‘‘ (الشوریٰ:18)

﴿قُلۡ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ﴾

’’آپ کہہ دیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے‘‘ (30)

سوال: ﴿قُلۡ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے‘‘ وعدہ کا دن مقرر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ’’آپ کہہ دیں‘‘ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو عذاب کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہوئے کہہ دیں۔ (2) ﴿لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ﴾ ’’کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے‘‘ یعنی تمہارے وعدے کا دن تو مقرر کیا جا چکا وہ لکھا جا چکا۔ شمار کیا جا چکا۔ اس کے وقت میں کمی بیشی ناممکن ہے۔ اس میں گھڑی برابر بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَغۡفِرۡ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ’’وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آجاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے۔‘‘ (نوح:4)

(3) ﴿يَوۡمَ يَاۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِىٌّ وَّسَعِيۡدٌ﴾ ’’جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔‘‘ (ہود:105)

(4) ﴿قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَلَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً

وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ﴾ ''کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، ہر اُمت کے لیے ایک وقت ہے جب اُن کا وقت آجاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔'' (یونس:49)

(5) اس دن سے ڈر جاؤ اور اس کے لیے تیاری کرو۔

رکوع نمبر 10

﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚۖ یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۣ الۡقَوۡلَ ۚ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے'' (31)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚۖ یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۣ الۡقَوۡلَ ۚ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔'' کافر قرآن اور آخرت پر ایمان نہیں لائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا'' کافروں نے سرکشی سے کہا۔ یہی ہٹ دھرمی ان کے قرآن اور آخرت پر ایمان نہ لانے کا سبب ہے۔

(2) ﴿لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ﴾ ''کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے'' کافروں نے اعلان کیا کہ ہم قرآن پر کبھی ایمان لانے والے نہیں جو محمد ﷺ پر نازل ہوا نہ ان پر ایمان لائیں گے جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ انہوں نے تکبر اور عناد سے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

(3) ﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚۖ یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۣ الۡقَوۡلَ﴾ ''اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو

ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا‘‘ رب العزت نے انہیں ڈرانے کے طور پر فرمایا ہے۔ کاش تم ان کافروں کو اس وقت دیکھو جب یہ رب کے سامنے ذلت سے کھڑے ہوئے جھگڑ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔

(4)﴿يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا﴾ ’’جو لوگ کمزور سمجھے گئے‘‘ یعنی پیروکار کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔

(5)﴿لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا﴾ ’’وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے‘‘ اپنے لیڈروں سے کہیں گے جن کی اتباع کی جاتی تھی۔

(6)﴿لَوْلَآ أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ﴾ ’’اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔‘‘ یعنی تم ہمیں ایمان نہیں لانے دیتے تھے، تم تھے جنھوں نے کفر کو ہمارے لیے مزین کیا، تم ہمارے اور ہمارے ایمان کے درمیان حائل ہو گئے۔ تمہارے پیچھے ہم نے کفر اختیار کیا۔

سوال 1: کافر تمام تر دلائل کے باوجود قرآن مجید اور آخرت پر ایمان کیوں نہیں لانا چاہتے تھے؟

جواب: (1) کافروں نے یہ پختہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ہدایت کو نہیں مانیں گے اگرچہ پچھلی کتابوں میں اس کا ذکر ہو۔ نہ قرآن کو مانیں گے نہ پچھلی کتابوں کو۔

(2) کافروں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہدایت کے دلائل پر غور ہی نہیں کریں گے۔

سوال 2: پہلے کی کتابوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تورات، زبور، انجیل وغیرہ ہیں۔

سوال 3: حقیقت کا انکار بڑا جرم ہے لیکن انسان بے دھڑک اس کا انکار کیوں کر دیتا ہے؟

جواب: دنیا میں حقیقت کے انکار کا انجام انسان کے سامنے نہیں آتا اس لیے وہ بے خوف ہو کر اس کا انکار کر دیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کو ان کے برے انجام کا خوف کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انکارِ حق کے برے انجام کو قیامت کے منظر میں دکھایا ہے جب انکار کرنے والے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔

(2) جب کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انکار کے برے انجام کا اس طرح شعور دلایا ہے کہ وہ عجیب حال میں ہیں اور انجام ان پر ٹوٹ پڑا ہے۔

سوال 5: قیامت کے دن رب کے سامنے لوگ ایک دوسرے کو الزام کیوں دیں گے؟

جواب: قیامت کے دن کفر اور شرک پر اکٹھے ہونے والے ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اس لیے ایک دوسرے کو الزام دیں گے۔

سوال6: کمزور لوگ بڑے لوگوں سے یہ کیوں کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے؟

جواب: بڑے لوگ ہی دنیا میں پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں اور حق کی طرف بلانے والوں کے پیچھے چلنے سے روکتے ہیں۔ اسی وجہ سے کمزور لوگ یہ کہیں گے کہ تم نہ روکتے تو ہم نہ رُکتے۔

سوال7: کمزور لوگ بڑوں سے یہ کیسے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے؟

جواب: دنیا میں کمزوری حق بات کہنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ انسان آخرت میں خوفناک حالات سے دوچار ہوگا تو جھوٹی بڑائی کا پول کھل جائے گا۔ مصیبت سر پر پڑے گی تو ان کی زبانیں حق کہنے لگ جائیں گی۔

سوال8: دنیا میں حق بات کہنے کی توفیق کیوں نہیں ملتی؟

جواب: دنیا میں انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل اور سمجھنے کی صلاحیتیں استعمال نہیں کرتا جس کی وجہ سے حق سمجھنے اور کہنے سے باز رہتا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ﴾

''جو لوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' (32)

سوال1: ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ﴾ ''جو لوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' سردار جواب دیں گے کیا ہدایت آنے کے بعد تمہیں ہم نے اس سے روکا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ﴾ ''جو لوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟'' لیڈر اور سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کیا ہم نے ہدایت آ جانے کے بعد تمہیں اپنی قوت سے روکا تھا۔ ہمیں تم پر کوئی اختیار تو نہیں تھا ہم نے تو تمہیں اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دی تھی تمہارے سامنے کفر کو مزین کیا تھا۔ تم نے بے دلیل آنکھیں بند کر کے ہماری بات مان لی اور جو کچھ رسول لائے تھے ان دل لگتے قطعی دلائل کو تم نے ٹھکرا دیا۔ تم نے اپنی پسند، اپنے دلی رجحان کے مطابق یہ راستہ اختیار کیا۔

(2)﴿بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ﴾ ''بلکہ تم خود ہی مجرم تھے'' تمہارا دلی رجحان ہدایت کی طرف نہیں تھا تو یہ تمہارا جرم تھا، تمہارے دلوں میں کھوٹ تھا تو یہ تمہارا جرم تھا۔ اس کا الزام ہمیں کیوں دیتے ہو، ہم نے جبراً تم سے کفر نہیں کروایا تھا۔ تم نے اپنے اختیار سے کفر کیا تھا اس لیے تم خود مجرم ہو۔

سوال 2: بڑے لوگ کمزور لوگوں کی گمراہی کی ذمہ داری کو قبول کرنے سے کیسے انکار کر دیں گے؟

جواب: بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ کیا ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ تم اپنی خواہشات کی وجہ سے حق قبول کرنے سے گریز کرتے رہے ہو۔ اپنی مرضی سے تم نے جو چاہا کیا اس لیے مجرم تم خود ہی ہو۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اس کے ساتھ شریک بنائیں'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (33)

سوال 1: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' وہ دن رات کے دھوکے تھے جس سے تم ہمیں شر پر ابھارتے رہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے'' پیروکار یعنی کمزور لوگ اپنے لیڈروں اور سرداروں کے جواب میں کہیں گے۔

(2)﴿بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا﴾ ''بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اس کے ساتھ شریک بنائیں'' تم دن رات دھوکے دے کر ہمیں شر پر ابھارتے رہتے تھے۔ تم نے ہمیں یقین دلایا کہ یہ سیدھا راستہ ہے، تم ہمارے سامنے کفر کو مزین کرتے تھے جب کہتے تھے کہ ہم ہدایت اور صحیح دین پر ہیں۔ تم کہتے

تھے ہم حق پر ہیں۔تم ہی تو ہمیں حق کے خلاف بہکایا کرتے تھے۔تم ہی تو حق کو باطل قرار دیتے تھے۔تم ہی تو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست نہیں ملتا۔اللہ والوں سے گناہ بخشواؤ۔تم ہی تو ہمارے دلوں میں شک پیدا کرتے تھے۔تم نے ہمارے خلاف جو دن رات سازشیں کیں اس سے ہم دھوکے میں مبتلا ہو گئے اس طرح تم نے ہمیں گمراہ کر کے فتنے میں ڈال دیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّۃٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَہَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَکُوۡا فِیۡہَا جَمِیۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰىہُمۡ لِاُوۡلٰىہُمۡ رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِہِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعۡفٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف:38)

(3)﴿وَ یَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡہِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا ﴿۲۸﴾﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا۔وہ کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کیا ہوتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا!'' (الفرقان:28,27)

سوال2:﴿وَ اَسَرُّوا النَّدَامَۃَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ؕ وَ جَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِیۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ ہَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اَسَرُّوا النَّدَامَۃَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ﴾ ''اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے'' جب وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل میں بہت پچھتائیں گے۔لیڈر بھی عوام بھی، سردار اور پیروکار، بڑے اور کمزور سب پشیمان ہوں گے کہ ہائے افسوس ہم اللہ کی راہ سے بھٹک گئے۔ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو پہنچ گئے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۰﴾ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِہِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ﴾ ''اور وہ کہیں گے:''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' (الملک:11,10)

(2)﴿وَ جَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِیۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے'' پھر کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے اور انہیں قیدیوں کی طرح زنجیریں پہنا دی جائیں جیسا کہ فرمایا﴿اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ

وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسۡحَبُوۡنَ (۷۱) فِی الۡحَمِیۡمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (المومن:72,71)

(3)﴿هَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴾ ''انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' رب العزت ان کو مخاطب کر کے کہیں گے ہم تمہیں تمہارے اعمال کی سزا کے طور پر عذاب دے رہے ہیں۔ تم جو کفر، نافرمانیاں اور فسق کرتے تھے اس کے مطابق ہر ایک سزا دے رہے ہیں۔

سوال 3: کافروں کو ان کے اعمال کا بدلہ کیسے دیا جائے گا؟

جواب: (1) ہر ایک کو بدلہ اس کے عمل کے مطابق ملے گا۔ بڑوں کو ان کے اعمال کے مطابق اور کمزوروں کو ان کے اعمال کے مطابق۔

(2) کافروں کو ایسی زنجیریں ڈال دی جائیں گی جو ان کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دیں گی۔

(3) کافروں کی گردن میں طوق ڈال دیئے جائیں گے۔

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبر دار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' (34)

سوال 1:﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبر دار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' رسولوں کو پہلے مال دار ہی جھٹلاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبر دار کرنے والا نہیں بھیجا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: پچھلی امتوں میں بھی ہم نے جب کبھی کوئی خبر دار کرنے والا بھیجا ان کی مخالفت کی گئی آپ ﷺ مخالفوں کی پرواہ نہ کریں رسولوں کی اتباع کریں۔

(2)﴿اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾ ''مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' مال دار لوگوں نے ہی رسولوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے اپنی نعمتوں پر تکبر کر کے کفر کیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِیۡ كُلِّ قَرۡیَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِیۡهَا لِیَمۡكُرُوۡا فِیۡهَا وَمَا یَمۡكُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو مجرم بنا دیا ہے تا کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور جو مکر و فریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں

اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (الانعام:123)

(3)﴿وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا﴾ ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو ہم حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں تو بات ان پر ثابت ہوجاتی ہے پھر ہم اُسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (بنی اسرائیل:16)

(4)﴿فَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثۡلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيۡنَ هُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاۡىِۚ وَمَا نَرٰى لَـكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍۢ بَلۡ نَظُنُّكُمۡ كٰذِبِيۡنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

(5) اہل ثروت نے رسولوں سے بھی کہا جو توحید اور ایمان تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں (فتح القدیر:4/412)

(6) جیسا کہ صالح علیہ السلام سے کہا گیا: ﴿وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ‌ (۸۵) وَلَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوۡعِدُوۡنَ وَتَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ كُنۡتُمۡ قَلِيۡلًا فَكَثَّرَكُمۡ وَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ‏ (۸۶)﴾ ''اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے۔'' ان لوگوں نے کہا جو بڑے ہوئے تھے'' بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (الاعراف:76,75)

سوال 2: پچھلے ادوار کے خوش حال لوگوں کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کو کیسے تسلی دی گئی؟

جواب: پچھلے ادوار کے خوش حال لوگوں کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ مکہ کے سردار اگر ایمان نہیں لا رہے تو ہر دور کے خوش حال لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔

﴿وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ﴾

''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' (35)

سوال: ﴿وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم

ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں‘‘ مال اور اولاد کی کثرت پر تکبر کر کے رسولوں کا انکار کر دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا﴾ ’’اور انہوں نے کہا: ’’ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں‘‘ تکبر کرنے والوں نے رسولوں کو نہیں مانا۔ انہوں نے مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے کرم کی نشانی سمجھا اور یہ سمجھا کہ جب دنیا میں ہمیں نوازا ہے تو آخرت میں بھی مہربانی کرے گا جیسا کہ فرمایا:﴿اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ (۵۶)﴾ ’’کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔‘‘ (المومنون:56,55)

(2)﴿فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴾ ’’سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔‘‘ (التوبہ:55)

(3)﴿وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ﴾ ’’اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔‘‘ یعنی اول تو آخرت آئے گی نہیں اور آگ آئے گی تو ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ہمیں دنیا سے بھی بڑھ کر مال اور اولاد دیے جائیں گے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شاہِ روم ہرقل کے نام خط لکھا تو اس وقت ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا، ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر ان سے کئی سوال پوچھے، ان میں سے ایک سوال اس نے یہ پوچھا کہ کیا اس رسول کے پیروکار قوم کے امیر و طاقت ور لوگ ہیں یا غریب و کمزور؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب و کمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا، دراصل غریب و کمزور لوگ ہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ (بخاری:7)

سوال 2: کافر یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ مال اور اولاد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟

جواب: جن لوگوں کے پاس دنیا میں مال اور قوت آ جاتی ہے انہیں دنیا میں بڑا مقام مل جاتا ہے یہ چیز انسان کو جھوٹے اعتماد میں مبتلا کر دیتی ہے انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جس رب نے ہمیں دنیا میں مال اور اولاد سے نوازا ہے وہ قیامت کے دن بھی ہمیں عذاب نہیں دے گا وہ دنیا کے معاملے کے مطابق ہی آخرت کے معاملے کو لیتے ہیں انہیں یقین نہیں آتا کہ جب دنیا میں اللہ نے عزت دی ہے تو آخرت میں انہیں بے عزت کر دیا جائے گا۔ حالانکہ دنیا تو امتحان کی جگہ ہے اور آخرت جزا کی جگہ۔ یہاں انسانوں کو جو کچھ ملتا ہے آزمائش کے لیے ملتا ہے۔

سوال 2: جھوٹا اعتماد انسان کو کیا نقصان دیتا ہے؟

جواب:(1) جھوٹا اعتماد ہر دور میں بڑوں کے لیے حق قبول نہ کرنے کا سبب بنا ہے۔

(2) جب وقت کے بڑے حق کو کمتر سمجھ لیتے ہیں تو عوام بھی ان کے پیچھے حق قبول کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقینا میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' (36)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقینا میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' مال دوست دشمن سب کو ملتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقینا میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے'' رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ جواباً یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ مال تو دوست دشمن سب کو دیتا ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

(2) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر اکثر لوگ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے کسی کو مال دار بنا دیتا ہے کسی کو فقیر۔ کسی کو اللہ تعالیٰ مال دے اس میں بھی حکمت ہے جس کی گہرائی تک لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ مال اور اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے

سوال 2: رزق کی کشادگی یا تنگی کے بارے میں کافروں کے مغالطے کو کیسے دور کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ملتا ہے جس کو چاہتا ہے تنگ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے۔ (2) رزق کا تعلق اللہ کی حکمت اور مشیت سے ہے اللہ کی رضا سے نہیں۔

(3) اللہ مال اس کو بھی دیتا ہے جس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو بھی جسے پسند کرتا ہے۔

(4) وہ جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محتاج کر دیتا ہے۔

(5) مال واسباب کی زیادتی کسی کے مقرب ہونے کی اور کسی کے غیر مقرب ہونے کی دلیل نہیں۔

رکوع نمبر 11

﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾

''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے'' (37)

سوال1:﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کردیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے'' مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قُرب میں نزدیک کردیں'' مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کا مقام اور مرتبہ مال اور اولاد کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

(2) مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرتے جیسا کہ ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶)﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں'' (المومنون:56,55)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔ (مسلم:6543)

(4)﴿اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے'' اللہ تعالیٰ کے ہاں جو چیز مرتبہ بڑھاتی ہے وہ انبیا کی دعوت پر ایمان اور نیک اعمال ہیں۔

(5)﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بناء پر ان کی دوگنی جزا ہے'' صالحین کو ان کے اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر عطا کیا جائے گا۔ ان کی ہر نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال کے اجر کو جتنا چاہے بڑھا سکتا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(6)﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پُرامن ہوں گے'' ایسے نیک لوگوں کو جنت کے عالی شان، بلند محلات میں امن و امان اور اطمینان سے بسایا جائے گا۔ انہیں کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

(7) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایسے کمرے ہیں جن کا بیرونی حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا''۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے لیے ہوں گے جو اچھی گفتگو کرے، کھانا کھلائے، پابندی سے روزے رکھے اور جب لوگ سو رہے ہوں تو اللہ کی رضا کے لیے رات میں نماز پڑھے'' (ترمذی:2527)

(8) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس

طرح دیکھیں گے جس طرح وہ اس ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے افضل ہوگا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ محل (یعنی بالا خانے) تو انبیاء کے ہوں گے۔ جنہیں ان کے سوا اور کوئی بھی نہ پا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ محل ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (بخاری:7144)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' (بنی اسرائیل:21)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مال کے بارے میں غلط فہمی کو کیسے دور کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے مال اور اولاد تمہیں ہم سے قریب کرنے والے نہیں یعنی مال تمہیں محبت کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔

(2) اس اعتبار سے یہ بھی واضح کیا گیا کہ مال کی کمی کسی کے رب سے دور ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا تعلق رزق سے نہیں ہے۔

(4) حساب کتاب جزا وسزا کا معاملہ مال اور تنگدستی سے جدا ہے۔

سوال 3: یہاں ایمان اور عمل صالح کا ذکر کس نسبت سے کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کرنے کے لیے کہ اللہ کی محبت اور قرب کا ذریعہ مال نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح ہے۔

سوال 4: ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے دوہرے اجر کا وعدہ ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد صرف دوگنا نہیں بلکہ کئی گنا۔ ایک نیکی کا اجر سات سو گنا یا اس سے زیادہ تک ہے۔

سوال 5: ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو کس بہترین جزا کی خوش خبری سنائی گئی؟

جواب: (1) نڈر اور بے خوف ہوں گے۔ (2) بالا خانوں میں رہیں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾

''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں

کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دِکھانے والے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' رسولوں کو عاجز کرنے والے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے، آیت کی روشنی میں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کر رہے ہیں اس حال میں کہ وہ نیچا دِکھانے والے ہیں'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور انہیں عاجز اور بے بس کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں یعنی لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' (العنکبوت:22)

(2)﴿وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں کوششیں کیں اس حالت میں کہ وہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی دوزخ والے ہیں'' (الحج:51)

(3)﴿اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ﴾ ''وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں'' انہیں ان کے اعمال کے مطابق عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ انہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں اُن کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اُس سے نکلیں تو اُس میں لوٹا دیے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے'' (السجدہ:20)

سوال 2: اللہ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے کلام کے مقابلے میں دوسرے کلاموں کو افضل ثابت کرتے رہے ہیں۔

(2) اللہ کا کلام حق پر مبنی ہے، حق کی دعوت دیتا ہے، حق پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کلام کو نیچا دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حق کی آواز کو دبانا چاہتا ہے، حق کے نظام کی مخالفت کرتا ہے، اور حق کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کو، اس کے نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے۔

سوال 3: عذاب میں حاضر کیے جانے کی بات یہاں کیوں کی گئی ہے؟

جواب: اہل مکہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے مؤاخذہ کرنے کی قدرت نہیں رکھے گا اس لیے ہمیں قیامت کے آنے کا ڈر کیوں ہو تو انہیں کہا گیا کہ یہ سب لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ

﴿وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' (39)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے بلاشبہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے خوب رزق میں اضافہ کرتا ہے، خوشحال اور فارغ البال کر دیتا ہے، خوب ہی حال دیتا ہے۔ (2) ﴿وَيَقْدِرُ لَهٗ﴾ ''اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے'' اور کسی کو کنگال اور کسی کو بدحال کر دیتا ہے۔

(3) جس کو چاہے شاہ بنا دے اور جس کو چاہے گدا بنا دے۔

(4) رزق کی تنگی بدبختی اور خوشحالی سعادت کی دلیل نہیں ہے۔

(5) رزق کی تنگی اور فراخی میں اللہ تعالیٰ کی گہری حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟ اور یقیناً آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے'' (بنی اسرائیل:21)

(6) اصل فوقیت آداب کی ہے جہاں کوئی جنت کے محلات میں اور کوئی دوزخ کی بستیوں میں ہوگا۔

سوال 1: ﴿وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' اے انسان! خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور جو تم خرچ کرتے ہو'' جو بھی تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو وہ کسی قریبی رشتہ دار پر کرو یا مسکین، یتیم پر، وہ کسی ہمسائے پر کرو یا اجنبی پر، واجب صدقہ کرو یا مستحب۔

(2) ﴿فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ ''پس وہی اُس کا بدلہ بھی دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کی جگہ رزق عطا کرے گا۔ خرچ کرنے سے تمہارے رزق میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تمہیں اس کے بدلے میں زیادہ عطا فرمائے گا۔

(3) ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے'' وہ تمہیں ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے تم نے گمان بھی نہ کیا

ہو۔اس لئے اسی سے رزق مانگو اور اس رزق کو بڑھانے کے لئے کوشش کرو۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿قَالَ اللّٰهُ : اَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم خرچ کرو تو میں تم پر خرچ کروں گا'' (بخاری:7496)

(5) اسماء بنت ابی بکر نے عرض کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا خرچ کیا کر، گنا نہ کر، تا کہ تمہیں بھی گن کر نہ ملے، اور جوڑ کے نہ رکھ، تا کہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو چھپا نہ لے۔(بخاری:2591)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم وحکمت سے نوازا اور وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔(بخاری:73)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریوں کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے وہ بکریاں اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہنے لگا، اے میری قوم! اسلام قبول کرلو، اس لیے کہ محمد ﷺ اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا ہے، لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔(مسلم:6021)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔(مسلم:6592)

سوال 2: رزق کی تنگی اور وسعت کیسے ممکن ہوتی ہے؟

جواب: رزق کی تنگی اور وسعت اللہ کی مشیت کے تحت ہوتی ہے اس کا اللہ کی رضامندی اور ناراضگی سے تعلق نہیں ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کبھی کافر کو خوب مال کیوں دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ استدراج کے لیے آہستہ آہستہ انجام تک پہنچانے کے لیے کافر کو رزق میں وسعت دیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کبھی مومن کو مال کی تنگی میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ مومن کے اجر میں اضافے کے لیے کبھی مال کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

سوال 5: مال کا حقیقی فائدہ انسان کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب: مال کا حقیقی فائدہ انسان کو تب حاصل ہوتا ہے جب انسان مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کیے جانے والے مال کا بدلہ کہاں عطا کریں گے؟

جواب: یہ بدلہ دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے ساتھ یہ وضاحت کی ہے کہ وہ بہترین رزق دینے والوں میں سے ہے اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دینے والے کے ذہن کے رخ کو درست کیا ہے کہ تم کسی کو دے کر اس کے رازق نہیں بن جاتے۔ رازق تو اللہ ہی ہے۔

(2) انسان اگر کسی کو کچھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دیتا ہے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ایسا رازق ہے جو اپنے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے اور اس پر اجر بھی عطا فرماتا ہے یقیناً وہ بہترین رازق ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ﴾

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' (40)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' فرشتوں نے اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا'' یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں اور ملائکہ پرستوں کو اکٹھا کرے گا۔ (تفسیر ماوردی: 4/455)

(2) ﴿ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ﴾ ''پھر وہ فرشتوں سے کہے گا'' اللہ تعالیٰ مشرکوں کے سامنے فرشتوں سے پوچھے گا۔

(3) ﴿أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ﴾ ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' کیا تم نے ان لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا تھا تو یہ آپ لوگوں کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِى هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' (الفرقان: 17)

(4) یعنی کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود بھٹک گئے تھے۔

﴿قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ﴾

''وہ کہیں گے:''پاک ہے تیری ذات،اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے،ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''(41)

سوال1:﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات،اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے،ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''فرشتے برأت کا اظہار کیسے کریں گے،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے''فرشتے کہیں گے۔

(2)﴿سُبْحٰنَكَ﴾ ''پاک ہے تیری ذات''اے اللہ! تیری ذات اس سے پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو تیرے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو۔

(3)﴿اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ ''اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں''ہم تو تیرے محتاج ہیں تو ہمارا سر پرست ہے۔ہم تیرے سوا دوسروں کو اپنا سر پرست کیسے بنا سکتے ہیں۔ہم کسی کو اپنی عبادت کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں؟

(4)﴿بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ﴾ ''بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے''وہ تو شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ان بتوں کی خوبیاں شیطان نے ہی ان کے دلوں میں بٹھا رکھی تھیں۔انہوں نے شیطان کی اطاعت کی،اطاعت ہی تو عبادت ہے۔ان میں سے اکثر شیطان کو پوجتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔''(یٰس:61)

(6)﴿اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے''اکثر لوگ جنوں پر ہی ایمان رکھتے ہیں۔ان ہی کی مانتے ہیں اور ان ہی کی اطاعت کرتے ہیں۔

سوال2:فرشتے اپنی عبادت سے کیسے اظہار برأت کریں گے؟

جواب:(1)فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر کے اظہار برأت کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا ولی ہے۔ہمارا ان سے نہیں آپ سے تعلق ہے۔

(2)فرشتے یہ بھی واضح کریں گے کہ یہ ہماری نہیں جنوں کی عبادت کرتے تھے۔

سوال3:یہاں جنوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:یہاں جنوں سے مراد شیاطین ہیں۔

سوال4:مشرکین تو بتوں کی عبادت کرتے تھے ان کو یہ کیوں کہا گیا کہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے؟

جواب: جن یعنی شیاطین ہی اصل میں بتوں کی عبادت کے لیے تیار کرتے تھے اور انہیں گمراہ کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عورتوں کو ہی پکارتے ہیں۔ اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ (النساء:117)

﴿فَالۡیَوۡمَ لَا یَمۡلِکُ بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ﴾

''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا، اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' (42)

سوال 1. ﴿فَالۡیَوۡمَ لَا یَمۡلِکُ بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ﴾ ''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا، اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' آج کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالۡیَوۡمَ لَا یَمۡلِکُ بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا﴾ ''چنانچہ آج تم میں سے کوئی نہ ایک دوسرے کے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نقصان کا'' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ان سے اظہار بے زاری کے بعد فرمائیں گے آج تمہارے تعلقات کٹ گئے۔

(2) آج کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا یعنی شفاعت نہیں کر سکے گا، نجات نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی کسی کو عذاب دے سکے گا اور نہ ہلاک کر سکے گا۔

(3) ﴿وَ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا﴾ ''اور ہم اُن سے کہیں گے جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی جن لوگوں نے شرک کیا، غیر اللہ کی عبادت کی یعنی، انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی عبادت رب العزت ان سے فرمائیں گے۔

(4) ﴿ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ﴾ ''کہ اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے'' تم دنیا میں جس بعث اور جزا کو جھٹلاتے تھے اسے آج تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اب دوزخ کے عذاب کو چکھو جس سے نجات پانے کے لئے تم نے کوئی سبب اختیار نہیں کیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ کوئی بھی نفع ونقصان کا مالک نہ ہوگا اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: دنیا میں رب کو چھوڑ کر جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس غلط فہمی کی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ یہ فائدہ پہنچائیں گے اور نقصان سے بچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو آخرت کے منظر میں لے جا کر دکھا دیا ہے کہ دیکھو آج کوئی بھی کسی کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔ دیکھو آج جھٹلانے کی وجہ سے آگ کے عذاب کا مزہ چکھایا جا رہا ہے۔

سوال3: مشرک جن کی عبادت کرتے ہیں ان سے کس نفع کی امید رکھتے ہیں؟

جواب: مشرک دنیا اور آخرت دونوں کے نفع کی امید رکھتے ہیں۔ دنیا میں وہ امید رکھتے ہیں کہ صحت، رزق میں برکت وغیرہ ان کے توسط سے ملے گی اور آخرت میں یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

سوال4: مشرک جھوٹے معبودوں سے کس نقصان سے بچانے کی امید رکھتے ہیں؟

جواب: مشرک دنیا اور آخرت کے نقصان سے بچانے کی امید رکھتے ہیں۔ دنیا کے نقصان مثلاً رزق میں تنگی، بیماریاں، دکھ، تکلیفیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلوانے کی امید رکھتے ہیں۔

﴿وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ ۚ وَقَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکٌ مُّفۡتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۙ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾

''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' (43)

سوال1: ﴿وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ﴾ ''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے'' کافروں کا رسولوں پر جو الزام رہا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ﴾ ''اور جب ہماری واضح آیات اُن پر پڑھی جاتی ہیں'' رب العزت نے فرمایا کافر جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ ان کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کی تلاوت کو سنتے تو انہیں جھٹلا دیتے تھے، جس میں قطعی دلائل پیش کئے جاتے تھے۔ جو بھلائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ آیات تو عنایات ربانی تھیں۔ ان آیات پر ایمان لا کر ان کی اطاعت کرنی تھی اور انہوں نے کیا کہا۔ (2)﴿قَالُوۡا﴾ ''تو کہتے ہیں'' کافروں نے کہا۔

(3)﴿مَا ہٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ﴾ ''کہ یہ ایک آدمی ہی تو ہے جو ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں ان سے

روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے'' یہ شخص تمہیں آباؤاجداد کے دین سے ہٹانا چاہتا ہے۔

(4) یعنی جب وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیا کرتا تھا تو اس وقت اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تم اپنے باپ دادا کی عادات کو ترک کردو، جن کی تم تعظیم اور ان کی پیروی کرتے ہو۔ پس انھوں نے گمراہوں کے کہنے پر حق کو ٹھکرا دیا اور اس کو ٹھکراتے وقت انھوں نے کوئی دلیل اور برہان پیش کی نہ کوئی شبہ وارد کیا اور یہ کون سا شبہ ہے کہ جب رسول بعض گمراہ لوگوں کو اتباع حق کی دعوت دیں تو یہ لوگ دعویٰ کریں کہ گزشتہ زمانے میں ان کے بھائی بند بھی، جن کے یہ پیروکار ہیں، اسی طریقہ پر کار بند تھے؟ اگر آپ ان کی اس سفاہت، حماقت اور گمراہ لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ان کے حق کو ٹھکرانے پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی حماقت کے ڈانڈے مشرکوں، دہریوں، فلسفیوں، صابیوں، ملحدوں اور اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل بھاگنے والوں کے گمراہ نظریات سے جا ملتے ہیں۔ قیامت تک ہر شخص کے لیے یہی اسوہ رہے گا جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ انھوں نے اپنے آباءاجداد کے افعال کو دلیل بنا کر انبیاء مرسلین کی دعوت کو ٹھکرایا اور اس کے بعد حق کو مطعون کیا۔ (تفسیر سعدی: 2/2202,2203)

سوال 2: ﴿وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' کافروں نے قرآن کو خود تراشیدہ کھلا جادو قرار دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' کافروں نے کہا۔

(2) ﴿مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى﴾ ''کہ یہ محض ایک من گھڑت جھوٹ ہے'' یعنی یہ تو خود تراشیدہ، گھڑا ہوا جھوٹ ہے

(3) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ان لوگوں نے حق کے بارے میں کہا جنہوں نے کفر کیا، جب وہ ان کے سامنے آیا کہ یہ محض ایک کھلا جادو ہے'' جب محمد ﷺ قرآن لے کر آئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔ یہ بات وہ حق کو جھٹلانے اور لوگوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنے کے لئے کہتے تھے۔

سوال 1: قرآن مجید کی آیات پڑھنے پر مشرک یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے؟

جواب: مشرک باپ دادا کے دین کو درست سمجھتے تھے اس لیے اس کے مقابلے میں آنے والے حق کے بارے میں تعصب میں مبتلا تھے۔ اپنے شعور کے دروازے بند کر کے بلا تحقیق بے دھڑک یہ کہتے تھے یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

سوال 2: مشرک کسے جھوٹ قرار دیتے تھے؟

جواب: مشرک قرآن مجید کو گھڑا ہوا جھوٹ قرار دیتے تھے۔

سوال 3: مشرک رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے، آپ ﷺ کا پیغام سننے سے لوگوں کو کیسے روکتے تھے؟

جواب: مشرک کہتے تھے کہ یہ شخص تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روک دینا چاہتا ہے۔

سوال 4: کافروں نے حق آ جانے کے بعد اس کے بارے میں کیا کہا؟

جواب: کافروں نے قرآن مجید کی سچائی کے کھل جانے کے بعد یہ کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔

سوال 5: قرآن مجید کو کافروں نے پہلے گھڑا ہوا جھوٹ قرار دیا پھر جادو۔ دونوں الزامات کی حقیقت واضح کریں۔

جواب: (1) کافروں نے قرآن مجید کے مفہوم کے بارے میں یہ الزام لگایا کہ یہ سچ نہیں ہے، گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔

(2) کافروں نے قرآن مجید کے اعجاز اور بلاغت سے اس کے معجزانہ نظم واسلوب کی وجہ سے یہ الزام عائد کیا کہ یہ گھڑا ہوا جادو ہے۔ (فتح القدیر)

﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ﴾

''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' (44)

سوال 1: وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴾ ''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' اہل عرب کس کتاب کی اور کس رسول کی تعلیمات یا طریقے سے شرک کو اختیار کئے ہوئے ہیں، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا﴾ ''حالانکہ ہم نے اُنہیں کوئی کتاب نہیں دی جسے وہ پڑھتے ہوں'' یعنی عربوں کو، مشرکین قریش کو رب العزت نے کوئی کتاب نہیں دی تھی جس میں وہ شرک کرنے کے بارے میں پڑھتے ہوں یا کسی کتاب میں وہ شرک کی اجازت اور مشروطیت کے بارے میں پڑھتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' (الزخرف:21)

(2) ﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (۳۷) اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ (۳۸)﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' (القلم:38,37)

(3) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا'' یعنی ان کے پاس کوئی رسول بھی ایسا نہیں آیا تھا جو انہیں شرک کی اجازت دیتا یا وہ ان کے لئے شرک کا طریقہ چھوڑ جاتا، پھر یہ بتائیں وہ شرک کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

سوال 2: اہل مکہ سے یہ بات کہی گئی کہ نہ تو کتاب دی جسے یہ پڑھتے ہوں نہ کوئی آگاہ کرنے والا آیا۔ اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: اہل مکہ یہ تمنا کرتے تھے کہ ان کے پاس بھی کوئی اللہ کی کتاب، اللہ کا کوئی رسول آئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو بے دار کرنے کے لیے یہ کہا کہ نہ تو کتاب آئی نہ رسول اس لیے اب کتاب اور رسول بھیجا ہے تا کہ تم قبول کرلو۔

﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اوران لوگوں نے جھٹلا دیا جواُن سے پہلے تھے، اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''؟(45)

سوال1:﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''اوران لوگوں نے جھٹلا دیا جواُن سے پہلے تھے، اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب''؟ رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب آتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اوران لوگوں نے جھٹلا دیا جواُن سے پہلے تھے'' یعنی ان سے پہلے کی قوموں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

(2)﴿وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ﴾ ''اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں'' جتنی ہم نے انہیں دنیا دے رکھی تھی یہ اس کے دسویں حصّے کو بھی نہیں پہنچے جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کررہے تھے اور اُنہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

(3)﴿فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلا دیا، تو کیسا تھا میرا عذاب؟'' یعنی امتوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھو ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ گزشتہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے طوفانی ہوا سے، سخت طوفان سے، چنگھاڑ سے، زلزلے سے، زمین میں دھنسا کر، آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کیا تھا۔ اے جھٹلانے والو بچ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے اور عذاب سے بچ نہ پاؤ گے۔(4)﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (۱۳۷) وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۳۸)﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (الصفت:138,137)

(4)﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي

الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے۔'' (المومن:82)

سوال 2: اہل مکہ نے پیغمبر اور کتاب آنے کے بعد کیا کیا؟

جواب: اہل مکہ نے پیغمبر اور کتاب کو ماننے سے انکار کر دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی تکذیب پر کیسے تنبیہ کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو تنبیہ کی کہ انکار اور تکذیب کا راستہ خطرناک ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کے حوالے سے بھی واضح کیا کہ وہ بھی انکار کر کے، جھٹلا کر برباد ہوئیں تھیں۔ حالانکہ وہ مال و دولت اور قوت کے اعتبار سے تم سے بہت آگے تھیں تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔

(3) پہلی قومیں بھی رسولوں کو جھٹلانے کے بعد تباہ کر دی گئیں پھر رسول کو جھٹلا کر تم تباہی سے کیسے بچ سکتے ہو۔

رکوع نمبر 12

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے'' (46)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے؟ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے'' محمد ﷺ کو جنون نہیں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے رسول آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ''کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں'' میں تمہیں اس کا مشورہ دیتا ہوں اور اس بارے میں تمہارے ساتھ خیر خواہی کرتا ہوں۔ یہی انصاف پر مبنی طریقہ ہے، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم میری بات مانو، نہ یہ کہتا ہوں کہ تم بغیر کسی

موجب کے اپنی بات چھوڑ دو، میں تم لوگوں سے صرف یہ کہتا ہوں۔ (تفسیر سعدی:2205,2204/3)

(3)﴿اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کیا تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے''، یعنی تعصب سے اوپر اٹھ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے، حق طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

(4) یعنی ہمت، نشاط، اتباع صواب کے قصد اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ، تحقیق وجستجو کی خاطر اکٹھے ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مخاطب کرے۔ تم اکیلے اکیلے اور دور کھڑے ہو کر اپنی عقل وفکر کو استعمال کرو، اپنے رسول ﷺ کے احوال میں غور وفکر کرو کہ کیا وہ مجنون ہے؟ کیا اس کے کلام اور ہیبت واوصاف میں مجانین کی صفات پائی جاتی ہیں؟ یا وہ سچا نبی ہے اور آنے والے سخت عذاب ضرر سے تمھیں ڈراتا ہے؟ اگر وہ اس نصیحت کو قبول کر کے اس پر عمل کریں، تو دوسروں سے زیادہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ مجنون نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ کی ہیبت مجانین کی ہیبت کی مانند نہیں ہے۔ اس کے برعکس آپ کی ہیبت بہترین، آپ ﷺ کی حرکات وسکنات جلیل ترین، ادب، سکینت، تواضع اور وقار کے اعتبار سے آپ ﷺ کی تخلیق کامل ترین تھی۔ یہ صفات جلیلہ کسی نہایت عقل مند اور باوقار شخص ہی میں ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ آپ ﷺ کے فصیح وبلیغ کلام، آپ ﷺ کے خوبصورت الفاظ اور آپ کے ان کلمات پر غور کریں جو دلوں کو امن وایمان سے لبریز کر دیتے ہیں، نفوس کا تزکیہ اور قلوب کی تطہیر کرتے ہیں، جو انسان کو مکارم اخلاق اور اچھی عادات کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے برعکس برے اخلاق اور رذیل عادات سے روکتے ہیں۔ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے ہیں تو ہیبت، جلال اور تعظیم کی بنا پر آنکھیں دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں مجانین کی بکواس اور ان کی اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں اور ان کے اس کلام سے مشابہت رکھتی ہیں، جو ان کے احوال سے مطابقت رکھتا ہے؟

(5) یعنی تعصب اور ضد چھوڑ کر غور وفکر کرو گے تو یہی بات ثابت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو جنون نہیں ہے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور (عرب کے دستور کے مطابق) باآواز بلند ''یَا صَبَاحَاهُ'' پکارا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لیے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی قریش کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ عجب نہیں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے (بیک زبان) جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: (سنو!) میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب (ملعون) نے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے، کیا اسی کے لیے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (1) مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (2) سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (3) وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (4) فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (5)﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ

ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو۔اُس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا اُس کے کسی کام نہ آیا۔وہ جلد ہی بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔اُس کی گردن میں چھال کی رسی ہوگی۔(بخاری:4801)

(6)﴿اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّـكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ﴾''وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے''یعنی آپ تو لوگوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آگاہ کردینے والے ہیں۔

(7) سیدنا ابو حازم نے بیان کیا ان سے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں اور قیامت اتنے نزدیک بھیجے گئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے اشارہ سے اس نزدیکی کو بتایا پھر ان دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔''(بخاری:6503)

سوال 2: مشرکین مکہ کو حقیقت کی تلاش کے لیے ضد اور تعصب چھوڑنے کے لیے کیا راستہ بتایا گیا؟

جواب: (1) مشرکین مکہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت کرنے کے لیے کہا گیا کہ فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ایک ایک دو دو ہو کر سوچو کہ میں نے تمہارے درمیان زندگی گزاری ہے مجھے دیوانگی لاحق نہیں ہے۔

(2) میں جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں اس کے بارے میں بھی غور کرو کہ اس میں دیوانگی کا کون سا پہلو ہے۔

(3) اگر تم تعصب اور ضد سے بالاتر ہو کر سوچو گے تو تمہیں اپنے ساتھی کے کام کی حقیقت سمجھ آجائے گی کہ وہ تو صرف برے انجام سے ڈرانے والا ہے۔

﴿قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَـكُمۡ‌ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ‌ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے

اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''(47)

سوال:﴿قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَـكُمۡ‌ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ‌ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ﴾''آپ کہہ دیں کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''میں تبلیغ کرنے پر تم سے مزدوری طلب نہیں کرتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلۡ﴾''آپ کہہ دیں''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے کہہ دیں کہ میں تبلیغ کرنے پر، اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے پر تم سے کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ بلا معاوضہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا رہا ہوں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلۡ مَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اَنۡ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا﴾''آپ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے۔''(الفرقان:57)

(3) ﴿اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ﴾ ''میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے'' یعنی یہ میرے اخلاص کی دلیل ہے کہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دے رہا ہوں۔ اور ہر طرح سے تمہارے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہوں اس کا صلہ میں اپنے رب سے لوں گا۔

(4) ﴿وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' وہ میری سرگرمیوں پر بھی نگران ہے اور تمہاری مخالفت بھی اس کی نظر میں ہے یعنی وہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اگر میں دعوت دینے کے عمل میں جھوٹا ہوا تو وہ اپنے عذاب سے گرفت کرے گا۔ وہ تمہارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ تمہیں ان کی خبر دے گا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے اپنی بے غرضی کا اظہار کیسے کروایا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ﷺ کہہ دیں جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے لیے ہے۔

(2) میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ سے بے غرضی کا اظہار کیوں کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے بے غرضی کا اظہار شک اور شبے کو دور کرنے کے لیے کروایا گیا کہ نبوت کا مقصد کہیں دنیا کا مال کمانا تو نہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی صفت ''شھید'' کو رسول اللہ کے اعمال کے حوالے سے کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی بے غرضی کا اظہار کرنے کا حکم دیا اور اس بے غرضی پر آپ ﷺ نے اللہ کو گواہ ٹھہرا کر یہ واضح کیا کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اسے دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ اس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا۔

﴿قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾

''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' (48)

سوال: ﴿قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' میرا رب مجھ پر سچی وحی نازل کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب حق (دل میں) ڈالتا ہے وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ مجھ پر سچی وحی نازل کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اور حق کو ثبات دیتا ہے۔ حق سے وہ باطل کا سر پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اس طرح باطل ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور حق کو ثبات ملتا ہے۔ (جامع البیان: 111/22)

(3) ﴿عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ ''وہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' وہ سب چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ دلوں میں پیدا ہونے

والے شبہات کو بھی جانتا ہے اوران کے دلائل کو بھی جانتا ہے جو شبہات کو رد کرتے ہیں۔ جو شبہات کے مقابلے میں پیدا ہوتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ ''بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔'' (غافر:15)

سوال 2: یقذف بالحق سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) قذف کے معنی تیر اندازی کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کلام کرنا ہے۔

(2) یقذف بالحق سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ کیسے کلام کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں پر وحی نازل فرماتا ہے اوراس طرح لوگوں پر حق واضح کرتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے علّام الغیوب ہونے کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں وہ ہر چھپی ہوئی چیز کو جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نہ آغاز کرسکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کرسکتا ہے'' (49)

سوال: ﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نہ آغاز کرسکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کر سکتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے عظیم شریعت آ گئی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿جَآءَ الْحَقُّ﴾ ''کہ حق آ گیا'' حق آ گیا یعنی قرآن جو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ (جامع البیان:111/22)

(3) ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾ ''اور باطل نہ آغاز کرسکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کرسکتا ہے'' باطل یعنی خود ساختہ معبود کسی کو نہ پیدا کرسکتا ہے اور نہ موت کے بعد زندگی کا اعادہ کرسکتا ہے۔

(4) ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، چنانچہ اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کی وجہ سے تمہارے لیے تباہی ہے'' (الانبیاء:18)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم جب مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے نبی ﷺ

اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ہر ایک کو ٹکراتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے، ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ ''حق آیا اور جھوٹ نابود ہو گیا بے شک جھوٹ نابود ہونے والا ہی تھا۔ حق آ گیا ہے اور باطل نہ آغاز کرسکتا ہے اور نہ وہ اعادہ کرسکتا ہے۔'' (بخاری:4720)

سوال 2: باطل سے کیا مراد ہے؟

جواب: باطل سے مراد شرک اور کفر ہے۔

سوال 3: حق کے آنے سے باطل کیوں چلا جاتا ہے؟

جواب: حق ہی اس کائنات کی اصل حقیقت ہے۔ حق ہی کی بنیاد پر یہ کائنات بنی ہے اور یہاں ساری قوت حق کی ہے۔ یہاں باطل کا نہ کوئی زور ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے۔ یہاں عملاً ساری قوت حق کی ہونی چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا ہے یہاں باطل کو ابھرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جب بھی حق پر یقین رکھنے والے اٹھتے ہیں تو پھر حق آ جاتا ہے اور باطل چلا جاتا ہے۔ کیونکہ باطل کی کوئی اصل کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ باطل کی نہ تو کوئی ابتداء ہوتی ہے نہ آئندہ وہ سر اٹھانے کے قابل ہوگا۔

﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بلاشبہ وہ کچھ سننے والا، قریب ہے'' (50)

سوال 1: ﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بلاشبہ وہ کچھ سننے والا، قریب ہے'' حق وحی سے معلوم ہوتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اے نبی آپ ﷺ اپنی قوم سے کہہ دیں۔

(2) ﴿إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي﴾ ''کہ اگر میں گمراہی پر ہوں تو اپنی جان پر ہی گمراہ ہوں گا'' یعنی اگر میں ہدایت سے گمراہی کی طرف آ گیا ہوا اور میں حق کے علاوہ کسی اور راستے پر چلنے لگا ہوں تو میری گمراہی مجھ پر ہے، مجھے ہی اس کا نقصان پہنچے گا۔

(3) ﴿وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي﴾ ''اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اس کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے'' اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کا سبب وحی ہے۔ جو میرے لیے اور سب لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

(4) ﴿إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾ ''بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے'' یعنی میرا رب سنتا ہے جو تم کہتے ہو اور وہ اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور وہ

مجھے میری صلاحیت کی جزا دے گا۔ میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں اور تم جو کچھ کہتے ہو وہ سنتا ہے۔ وہ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

سوال 2: کہہ دو اگر میں بہک جاؤں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے۔ یہ بات کہہ کر کیا واضح کیا گیا؟

جواب: یہاں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ انسان اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہے وہ کوتاہی کرتا ہے اور اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگ کر اپنی گمراہی کے لیے خود کوشش کرتا ہے اور اپنی گمراہی کا وبال بھی خود ہی برداشت کرے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کے بارے میں کیا وضاحت کرنے کے کے لیے کہا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ واضح کر دیں کہ اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بنیاد پر جو مجھ پر نازل کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت اور بھلائی اللہ کی طرف سے ہے اور ہدایت کا راستہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے ملتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سمیع اور قریب ہونے کو اس آیت کے ذریعے کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قریب ہے انسانوں کی ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو قریب سے دیکھتا ہے۔ ان کے مشورے، ان کی ترغیبات کو سنتا ہے وہ السمیع ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو چھوڑ نہیں رکھا ہے وہ بندوں کے قریب ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے، ہدایت کے تمنائی کی بھی اور گمراہ ہونے کے بعد بھٹکنے والے کی ذلت بھری آہوں کو بھی سنتا ہے۔ وہ السمیع ہے۔

﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ﴾

''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے'' (51)

سوال: ﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے'' قیامت کے دن کافروں کی گھبراہٹ دیکھنے کے قابل ہوگی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ فَزِعُوۡا﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے'' اے رسول ﷺ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کی گھبراہٹ قابل دید ہوگی۔

(2) ﴿اِذۡ فَزِعُوۡا﴾ ''پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے'' اس دن وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے کسی آڑ کے پیچھے چھپ نہیں سکیں گے ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ فَقَالُوۡا یٰلَیۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے

رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں‘‘ (الانعام:27)

(3)﴿وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ ’’اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے‘‘ وہ فوراً پکڑے جائیں گے۔ دنیا میں بھی وہ عذابوں میں پکڑے جائیں گے۔ یہاں قیامت کے دن کی پکڑ مراد ہے۔

﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾

’’اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے‘‘ (52)

سوال 1: ﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ’’اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے‘‘ مشرک قیامت کے دن ایمان لے آئیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ’’اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں‘‘ مشرک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، اور اس کے فرشتوں پر ایمان لے آئیں گے۔

(2) جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ’’اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔‘‘ (السجدہ:12)

(3)﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ’’حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے‘‘ یعنی اب وہ ایمان کی قبولیت والی جگہ سے دور ہٹ کر دوسرے جہان میں آ گئے ہیں۔ یہ مقام جزا ہے، یہ جزا کا گھر ہے، امتحان کا نہیں۔ اب ان کے لیے توبہ اور رجوع کہاں ہے؟

سوال 2: تناوش کے معنی کیا ہیں؟

جواب: تناوش کے معنی پکڑنے کے ہیں۔

سوال 3: حشر کے میدان میں لوگ ایمان لانا چاہیں گے لیکن کیوں نہیں لا پائیں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں ایمان لانے کی جگہ نہیں، جزا سزا کی جگہ ہے۔ جب دنیا میں ایمان نہ لائے تو میدان حشر دنیا کے مقابلے میں دور کی جگہ ہے جیسے دور سے کسی کو پکڑنا ممکن نہیں ایسے ہی دور سے ایمان لانا یا ایمان کو حاصل کرنا یا ایمان کو پکڑنا ممکن نہیں۔

﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾

’’حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں‘‘ (53)

سوال 1: ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ’’حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں‘‘ آخرت میں ایمان قبول نہیں کیا جا سکتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ’’حالانکہ یقیناً اس سے پہلے انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا‘‘ یعنی جب دنیا میں ایمان لانے کا موقع تھا انہوں نے حق کی دعوت کو جھٹلا دیا۔ اب آخرت میں ان کا ایمان قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(2) ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ’’اور وہ بن دیکھے دور کی جگہ سے پھینکتے رہے ہیں‘‘ یعنی وہ محض قیاس اور رائے سے رسولوں کی باتوں کو جھٹلاتے رہتے تھے جیسے بہت دور سے تیر اندازی کرنے والے کا تیر صحیح نشانے پر نہیں پڑتا اسی طرح جب یہ رسول اللہ ﷺ کو کاہن، شاعر، جادوگر اور دیوانہ کہتے رہے تو اس کی وجہ سے حقائق نہیں بدل گئے وہ جزا کے دن کے قائل نہیں تھے۔ وہ دیوانہ کہہ کر جزا کے دن کو تو دور نہیں کر سکے۔

سوال 2: کافر اپنے گمان سے کیا باتیں پھینکتے رہے؟

جواب: (1) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے رہے کہ قیامت اور حساب کتاب نہیں ہے۔

(2) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے رہے کہ قرآن جادو ہے، جھوٹ ہے۔

(3) کافر اپنے گمان سے یہ کہتے کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، شاعر ہیں، کاہن ہیں یا مجنون ہیں۔

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾

’’اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا بلا شبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے‘‘ (54)

سوال 1: ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ ’’اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا بلا شبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے‘‘ ان میں اور ایمان میں حجاب حائل ہو گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ﴾ ’’اور اُن کے اور اُس چیز کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی جن کی وہ تمنا کر رہے ہوں گے‘‘ یعنی اب تو ان میں اور ایمان میں حجاب حائل ہو گیا۔ اب تو ان میں اور ان کی خواہشات میں دیواریں کھینچ دی گئیں، دنیا

کی بہاریں چھین لی گئیں۔اب ایمان اور توبہ کی خواہش بے سود اور بے محل ہے۔(مختصر ابن کثیر:1632/2)

(2)﴿كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ﴾ ''جیسا کہ اُن جیسوں کے ساتھ کیا گیا''یعنی پہلی قوموں پر بھی جب عذاب نازل ہوا وہ رسولوں کو جھٹلاتی تھیں۔عذاب کے وقت ان کی لذات وشہوات،مال واولاد کے درمیان حجاب حائل کر دیا گیا۔عذاب کے وقت ان کی تمنا تھی وہ ایمان لے آئیں لیکن ان کا ایمان قبول نہیں کیا گیا جیسا کہ فرمایا:﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (۸۴) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (۸۵)﴾ ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا،اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے،اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔''(غافر:84۔85)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ﴾ ''بلاشبہ وہ بے چین کرنے والے شک میں تھے۔''دنیا میں ان کے دلوں میں شکوک وشبہات تھے،انہیں بدگمانی تھی۔جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لائے اور انہوں نے توبہ نہیں کی۔اب عذاب کے وقت ان سے ایمان کیسے قبول کر لیا جائے

(4) جب وہ دارالجزا میں پہنچیں گے اس وقت بھی وہ تمنا کریں گے کاش وہ مومن ہوتے۔اس وقت ان کے اور ایمان کے درمیان حجاب حائل ہو جائے گا۔

سوال 2: کافروں اور ان کی خواہش کے درمیان پردہ حائل کرنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے ان کی خواہش رد کر دی جائے گی۔

سوال 3: ان جیسے پہلوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟

جواب: پہلوں کا بھی ایمان قبول نہیں کیا گیا تھا جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لائے۔

سوال 4: پہلوں کے ایمان قبول نہ کرنے کا سبب کیا تھا؟

جواب: وہ شک میں پڑے ہوئے تھے۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ریب اور شک سے بچو۔جو شک کی حالت میں فوت ہو گیا وہ اسی حالت میں اٹھے گا اور جو یقین پر مرے گا قیامت والے دن یقین پر ہی اٹھے گا۔(ابن کثیر)

ایاتها ۴۵ | ۳۵ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ۴۳ | رکوعاتها ۵

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔اس میں 5 رکوع اور 45 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟
جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 35 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 43 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو ہیں، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی حمد بیان کی ہے کہ اس نے اپنی قدرت کے کمال سے زمین و آسمان بنائے۔ اس نے بغیر کسی نمونے کے زمین و آسمان ایجاد کیے اس نے اپنی حکمت سے اس میں ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کا اقتدار وسعت والا ہے۔ وہ اپنے علم سے پوری کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(2) ﴿جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا﴾ ''فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے'' حمد اس ذات کے لئے ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنا کر انبیاء کے پاس بھیجتا ہے تاکہ وہ تیزی سے پیغام رسانی کر سکیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق انسانوں کو ان کی زندگی کی راہ نمائی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحۡیًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ اَوۡ یُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَیُوۡحِیَ بِاِذۡنِہٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیۡمٌ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی

پیغامبر بھیجتا ہے۔ پھر وہ اُس کے حکم سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ یقیناوہ برتر ہے، بہت دانا ہے۔'' (الشوریٰ:51)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وحی کی کیفیت مجھ پر بڑی شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل ودماغ پر (اس فرشتے کے ذریعے سے) نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔'' (بخاری:6059)

(5) فرشتے اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(6) فرشتے کائنات کے معاملات کی تدبیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اس لئے ان کی رفتار کی تیزی اور ان کی قوت کا ذکر فرمایا: ﴿اُوْلِيْٓ اَجْنِحَةٍ﴾ ''پروں والے'' فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت سرعت سے پرواز کرتے ہیں۔

(7) ﴿مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''جو دو دو، تین تین اور چار چار'' اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور ان کی ضرورت کے مطابق دو دو، تین تین اور چار چار پردے رکھے ہیں۔

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو (ان کی اصلی صورت میں) دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری:3232)

(9) ﴿يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ﴾ ''وہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے'' یعنی وہ جس کو چاہے زیادہ پر عطا کر سکتا ہے۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی کا کوئی اختیار نہیں وہ جس پر چاہتا ہے اپنی قدرت کو نافذ کرتا ہے۔ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔

سوال 2: سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے کیا گیا۔ اس کی حکمت واضح کریں۔

جواب: (1) حمد سے سورۃ کا آغاز کر کے انسانی دل کو اللہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

(2) حمد سے اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کا شعور بیدار کیا گیا ہے۔

(3) حمد سے آغاز کر کے انسانی احساسات کو اللہ کی تخلیق اور اس کی قدرتوں کا احساس دلانا ہے تاکہ انسان اس کی حمد میں رطب اللسان ہو۔

سوال 3: فرشتوں کو اللہ نے کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟

جواب: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات نافذ کرنے کے لیے اور پیغام رسانی کے لیے پیدا کیا۔

سوال 4: فرشتوں کی پیدائش اور ان کے کاموں کے بارے میں یہاں کیوں وضاحت کی گئی ہے؟

جواب:(1)فرشتوں کے بارے میں اہل عرب بہت ہی غلط فہمیوں میں مبتلا تھے۔مثلاً

(i)فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس اعتبار سے ان کی حیثیت مستقل بالذّات ہے۔

(ii)فرشتے دنیا میں برکت کا سبب ہیں۔

(iii)فرشتے آخرت میں نجات کا سبب ہو سکتے ہیں۔

(2)فرشتوں کی مفروضہ عظمت پر یقین رکھنے والے ان کے بت بنا کر انہیں پوجنے لگ گئے تھے مثلاً لات اور منات وعزیٰ وغیرہ۔

سوال 5:اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب:(1)فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

(2)فرشتوں کو اللہ تعالیٰ قاصد بناتا ہے۔

(3)فرشتوں کے پر ہوتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہے اضافہ کرتا ہے۔

سوال 6:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

(1)اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایجاد کرنے یعنی پہلے پہل بغیر نمونے کے پیدا کرنے سے اپنی صفت قدرت کا شعور دلایا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کی اس ایجاد پر غور کرے تو اس کا دل پکار اٹھتا ہے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾

(2)اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی پیدائش سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے وہ جو چاہے پیدا کر سکتا ہے،اسی کی قدرت ہے،اسی کا اختیار ہے۔

﴿مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾

''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''(2)

سوال 1:﴿مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' تدبیر کائنات،عطا کرنے اور محروم کرنے میں اللہ تعالیٰ اکیلا اختیار کا مالک ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اس کائنات کی تدبیر کرتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔وہی عطا کرتا ہے اور وہی محروم کر دیتا ہے۔اس کی عطا کو کوئی

روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ وہ اکیلا ہی سارے اختیار کا مالک ہے۔

(2)﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اُسے کوئی بند کرنے والا نہیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی بخشش کو کوئی روکنے والا نہیں۔

(3)﴿وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ ''اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اُسے کوئی بھیجنے والا نہیں۔'' وہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ وہ جس کو نہ دینا چاہے، جس سے روک دے تو اس کی روکی ہوئی چیز کو کوئی دینے والا نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ ہی دینے والا اور روکنے والا ہے اور بندہ محتاج ہے۔ اس لئے بندے کو اسی کو پکارنا چاہیے، صرف اسی سے ڈرنا چاہیے صرف اسی سے امید باندھنی چاہیے۔

(5) رحمت کی مادی شکل بارش اور روحانی شکل وحی الٰہی ہے۔ باقی ہر طرح کی رحمتیں ان کے بعد ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں خالصتاً اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ جن میں مشرکوں کے معبودوں کا ذرہ بھر دخل نہیں۔ وہ چاہیں بھی کہ وحی الٰہی کو روک دیں تو کبھی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی وہ یہ کر سکتے کہ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر قحط مسلط کر دے تو وہ بارش برسا کر اپنے عبادت گزاروں کی تکلیف کو رفع کر دیں اور جو کچھ خود چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق کرتا ہے اور جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ سب پر غالب ہے۔ (تیسیر القرآن)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (یونس:107)

(7)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے اپنی رحمت کو روک کر، برائیوں کو روک کر ان سے انتقام لے سکتا ہے۔ وہ ''الحکیم'' ہے اپنی مخلوق کے ساتھ حکمت سے تدبیر کرتا ہے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے جب رحمت کے کھلنے میں بھلائی ہوتی ہے اور رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے جب بند کرنے میں حکمت ہوتی ہے۔ (جامع البیان:120/22)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ ہے کہ انسان اس کی رحمت کو محسوس کرے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

’’اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو‘‘ (3)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڭ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ’’اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو‘‘ اللہ تعالیٰ ہی خالق وہی رزاق ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ’’اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو‘‘ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ ان نعمتوں کو یاد کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں۔ دل سے نعمتوں کا اعتراف کریں، زبان سے اس کی حمد کریں اور اعضاء سے اطاعت کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ اس کے انعامات کو تم گن نہیں سکتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔‘‘ (ابراہیم:34)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ’’اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔‘‘ (نحل:18)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ’’اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘ (البقرہ:231)

(4) ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا‘‘ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے۔ رب العزت نے توحید خالص، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دلیل دی ہے کہ جس طرح پیدا کرنے اور روزی دینے میں اسکا کوئی شریک نہیں ایسے ہی عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیے۔

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ’’آپ پوچھیں کہ تمہیں آسمان وزمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو سماعت اور آنکھوں پر اختیار رکھتا ہے؟ اور کون بے جان سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ اور کون معاملات کا انتظام کرتا ہے؟ سو جلد ہی وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کہو: ’’تو کیا تم ڈرتے نہیں؟‘‘ (یونس:31)

(5)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اُس کے سوا کوئی معبود نہیں''، یعنی وہی معبود حقیقی ہے جو خالق اور رزاق ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لئے عبادت کو خالص کرو۔

(6)﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو''یعنی تم خالق اور رزاق کی عبادت کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو خود مخلوق ہے اور جو رزق کی محتاج ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْن﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو۔'' (المومن:62)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کثیر ہیں انسان ان کا تجربہ کرتا رہتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنے کے لیے کیوں کہا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کثیر ہیں۔بہت واضح اور کھلی ہوئی ہیں۔انسان ان کا تجربہ کرتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں ان کو یہ نعمتیں یاد نہیں رہتیں اس لیے انہیں یاد کرنے کو کہا گیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاد دلا کر انسان کے شعور میں توحید کو کیسے پختہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کی توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہر قسم کی نعمتیں پا رہے ہو ناں! یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رازق ہے؟ مشرک بھی رازق کسی اور کو نہیں کہتے اس لیے اللہ تعالیٰ رزق کے بارے میں سوال کر کے انسان کو لا الہ الا اللہ تک پہنچاتے ہیں۔

سوال 4: فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) پھر کہاں سے وہ الٹے پھرائے جاتے ہیں یعنی کہاں سے دھوکہ کھاتے ہیں؟

(2) افک جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں جو حق اور سچ سے پھر جانے کا نام ہے۔حق اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ ہی خالق رازق ہے پھر تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کا انکار کیسے کرنے لگے؟

﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' (4)

سوال:﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے

رسول جھٹلائے گئے'' یعنی آج اگر مشرک آپ کو جھٹلائیں اور توحید کی مخالفت کریں۔

(2)﴿فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''تو بلاشبہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے'' تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے رسولوں کی مثالیں موجود ہیں ان کی قوموں نے بھی توحید کے پیغام اور واضح معجزات کو جھٹلا دیا، رسولوں کی دعوت ٹھکرادی اور ان کی مخالفت کی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ (١٢) وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْــَٔيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (١٣) اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا۔ اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے، یہی جتھے تھے۔ ان سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔'' (ص:12۔14)

(3)﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' تمام معاملات نے، تمام کاموں نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے وہ سب کو قرار واقعی سزا دے گا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمھیں دھوکے میں ڈالے'' (5)

سوال 1:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمھیں دھوکے میں ڈالے۔'' لذات اور شہوات تمھیں تمھارے تخلیق کے مقصد سے غافل نہ کردیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اے لوگوں موت کے بعد کی زندگی کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ وہ قیامت کے دن تمھیں تمھارے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

(2) جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو اس کی تیاری کرو۔ نیک اعمال کی طرف سبقت کرو اس سے پہلے کہ کالی رات کی طرح فتنے تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی لٹیرا تمھیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے۔

(3)﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''تو دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے'' ایسا نہ ہو کہ دنیا کی لذات اور شہوات اور نفسانی مطالبات تمھیں اپنی زندگی کے مقاصد سے غافل کردیں اور کل جب تم رب کے پاس پہنچو تو کہو:﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ﴾ ''وہ کہے گا: ''اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔'' (الفجر:24)

(4)﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے'' وہ بڑا دھوکے باز کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دے۔ وہ شیطان ہے جو تمہارا دشمن ہے۔ دشمن سے بچ جاؤ۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے؟'' (الانفطار:6)﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو' چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اُس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔ وہ اُن کو آوازیں دیں گے: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا۔'' (الحدید:14,13)

سوال2: دنیا کی زندگی کس چیز سے غافل کر سکتی ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی آخرت کی نعمتوں سے غافل کر سکتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کے کس دھوکے سے روکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی عارضی لذتوں میں کھو کر آخرت کی ہمیشہ کی نعمتوں کو نظر انداز کرنے سے روکا ہے۔

سوال4: دنیا کی زندگی کا دھوکہ کیا ہے؟

جواب: انسان دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لے اسی کے لیے محنت اور کوشش کرے، قوتیں اور مال لگائے اور آخرت کو بھول جائے۔

سوال5: بڑے دھوکے باز کے دھوکے سے بچنے کا رب نے حکم دیا؟ وہ انسان کو کیسے دھوکے میں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو فریب دیتا ہے دنیا کی اس زندگی میں الجھا دیتا ہے اور آخرت کی نعمتوں سے غافل کر دیتا ہے اور اس طرح عارضی دنیا کا قیدی بناتا ہے اور آخرت کے لیے عمل کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

'' یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے

ہو جائیں‘‘ (6)

سوال 1: ﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ﴾ ’’یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے ، یقینا وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں‘‘ شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن بنالو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب : (1) ﴿اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا﴾ ’’یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو‘ درحقیقت تمہارا دشمن شیطان ہے۔ اس کے دھوکوں سے بچ جاؤ۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ وَهُمۡ لَـكُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا﴾ ’’اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ ہے‘‘ (الکھف:50)

(3) ﴿فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا﴾ ’’تو تم دشمن بنالو اُسے‘‘ دشمن کو دشمن سمجھو اسے دشمن بنالو۔ اس کی بات کی مخالفت کرو، اس کے دھوکوں سے بچ جاؤ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم کسی طرح سے گمراہ ہو جاؤ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ (١٦) ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ (١٧)﴾ ’’ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لئے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ پھر میں لازماً ان کے آگے سے ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔‘‘ (الاعراف:16،17)

(4) ﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا﴾ ’’اور یقینا میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور یقینا میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور یقینا میں ضرور انہیں حکم دوں گا سو وہ ضرور (میرے حکم سے) جانوروں کے کان چیریں گے اور یقینا میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو یقینا وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔‘‘ (النساء:119)

(5) تمہاری دشمنی یہ ہے کہ اس جنگ میں تم کبھی سست نہ پڑو۔ وہ تمہاری گھات میں ہے اور تم بے خبر ہو۔ وہ تمہیں دیکھتا ہے، تم اسے نہیں دیکھتے۔ (6) ﴿اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ﴾ ’’یقینا وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ

والوں میں سے ہوجائیں'' وہ لذات اور خواہشات کی طرف بلاتا ہے تاکہ تمہارا جھکاؤ دنیا کی طرف ہوجائے اور تم شہوات کی پیروی کرنے میں لگ جاؤ۔(7) اس کا مقصد سمجھو وہ چاہتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے جاؤ۔

(8) شیطان کی دوستی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آجاؤ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے'' (الاعراف:196) یا اللہ! یاارحم الرحمین ہمیں شیطان کے پھندوں سے بچالے اور ہمیں اپنی ولایت میں لے لے۔(آمین)

﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' (7)

سوال1: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' کافروں کے لیے عذاب اور مومنوں کے لئے مغفرت کی وضاحت آیت کی روشنی کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت کا انکار کیا۔جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی ملاقات کا انکار کیا اور جن لوگوں نے شیطان کی پیروی کی۔

(2)﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''ان کے لیے سخت عذاب ہے'' ان کے لئے سخت عذاب ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(3)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے'' جن لوگوں نے سچے دل سے رسولوں کی دعوت کو قبول کیا، اس کی تصدیق کی۔

(4)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی'' جن لوگوں نے ان احکامات پر عمل کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے رک گئے ہیں جن سے رب العزت نے روکا ہے۔جو دنیا کے دھوکے سے بچ گئے، جنہوں نے شیطان کی دعوت قبول نہیں کی بلکہ انہیں اپنا دشمن بنالیا۔

(5)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے'' ان کے لئے گناہوں سے مغفرت ہے۔

(6)﴿وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور بہت بڑا اجر ہے'' ان کے نیک اعمال کی انہیں بہت بڑی جزا دی جائے گی۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۵۶) وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا اُنہیں میں دنیا اور آخرت

میں سخت عذاب دوں گا اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، تو اُنہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (آل عمران:57,56)

یا الرحم الرحمین! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما دینا جنہیں آپ اجر کبیر عطا فرمائیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کی اہمیت کو واضح کیا ہے تا کہ اہل ایمان اس کی طرف سے غافل نہ ہوں کیونکہ مغفرت اور اجر کبیر ایمان کے ساتھ عمل صالح پر ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' ہدایت اور گمراہی للہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو'' یعنی جس شخص کو شیطان اس کے برے عمل خوش نما بنا کر دکھائے اور جب وہ برائی کرے تو اسے بھلی لگے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ ''وہ جوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔'' (الکہف:104) وہ اپنے خیال میں برائی کو اچھا جان کر کریں تو یہ ان کی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔

(2) کیا ایسا شخص جو بدعمل ہے جو صحیح اور غلط کی پہچان نہیں کر سکتا جو حق کو باطل اور باطل کو حق دیکھتا ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص ہے

جو خیر وشر میں تمیز کر سکتا ہے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

(3)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' جن کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتے۔ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(4)﴿وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے مطابق ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کون ہدایت کے لائق ہے اور کس کو گمراہ کرنا ہے۔

(5)﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے'' جن لوگوں کے لیے شیطان نے ان کے برے عمل خوش نما بنا دیئے آپ ان گمراہ لوگوں پر حسرت اور غم سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ آپ کا فرض ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(6) رب العزت نے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شائد آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟ (الکھف:6)

(7)﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ وہ ان کے باطل کاموں کا بدلہ انہیں ضرور دے گا۔

سوال 2: برا عمل خوش نما کیسے بنتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب اپنے سوچنے سمجھنے کی فطری صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا تو حق اور ناحق کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا۔

(2) انسان کے سامنے جب حق آتا ہے تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں یا تو وہ حق کا اعتراف کر لے ایسی صورت میں اس کا ذہن صحیح رخ پر چل نکلتا ہے اور وہ حق کے راستے پر چل پڑتا ہے یا پھر اگر کوئی مصلحت یا ذہنی رکاوٹ سامنے آئے تو اس سے متاثر ہو کر حق کا اعتراف کرنے سے رک جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا ذہن منفی رخ پر چل نکلتا ہے پھر وہ اپنے برے عمل کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوں وہ ہمیشہ برے اعمال کو ہی خوش نما دیکھتے ہیں اور کبھی حق کا اعتراف نہیں کرتے۔

سوال 3: جو شخص برے اعمال کو خوش نما سمجھنا شروع کر دیتا ہے وہ اپنے کاموں کے بارے میں کیسے سوچتا ہے؟

جواب: (1) ایسا شخص اپنے تمام کاموں کو اچھا سمجھتا ہے۔

(2) کبھی اپنے کاموں کا جائزہ نہیں لیتا کہ کون سے غلطی کے مقامات ہیں کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ ایسا شخص یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اور کرتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ (3) ایسا شخص اپنی باتوں اور اپنے اعمال پر اتراتا ہے۔

(4) ایسا شخص کبھی اپنا محاسبہ نہیں کرتا کیونکہ اسے اپنے کاموں سے بے حد محبت ہوتی ہے۔

(5) ایسا شخص اپنے خیالات اور اعمال سے کبھی رجوع نہیں کرتا۔

سوال 4: اپنے برے اعمال سے کوئی شخص کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: برے اعمال سے وہی شخص بچ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے ہدایت اور بھلائی لکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیتے ہیں جو خود ہدایت کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہو۔

(1) لہذا سب سے پہلے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے نیت اور پختہ ارادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا علم حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ برے عمل کرنے کے لیے جہالت اور ظلم معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جہالت کو علم کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے اور ظلم کی پہچان بھی علم کے ذریعے ہوتی ہے اس لیے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے سے ہی انسان برائیوں کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

(4) شیطان کے طریقہ واردات کو سمجھنے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی کوشش کر کے انسان بُرے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(5) اپنے اعمال کی نگرانی کر کے اپنا محاسبہ کر کے انسان برے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(6) انسان اپنی برائیوں پر استغفار کر کے آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کر کے بُرے اعمال سے بچ سکتا ہے۔

(7) انسان مسلسل دعائیں کر کے اپنے برے اعمال سے بچ سکتا ہے

(8) انسان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر کے برے اعمال سے بچ سکتا ہے کیونکہ نیک لوگ تواصوا بالحق کر کے، نصیحت کر کے انسان کو اس کی برائیوں سے باز رکھ سکتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کسی کو کب ہدایت دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے فضل وکرم سے اس وقت ہدایت دیتا ہے جب وہ ہدایت کا طلب گار ہوتا ہے۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے کسی کی گمراہی پر حسرت اور افسوس کے اظہار سے کیسے روکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی کی گمراہی پر حسرت میں مبتلا ہونے اور افسوس کر کے جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے اس لئے روکا ہے کہ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا وہ اسی کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی کے لائق ہوتا ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور گمراہی کے حوالے سے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے واقف ہے جو انسان کرتے ہیں اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں نہ بات، نہ خیالات، نہ میلانات، نہ حالات وواقعات۔ وہ اپنے علم کی بنیاد پر ہدایت اور گمراہی کے فیصلے کرتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ انسانوں کے کام کو اس وقت بھی جانتے تھے جب وہ کام ابھی واقع نہیں ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ انسانوں کو مواقع دیتے ہیں پھر اُن کے اعمال کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' (9)

سوال:﴿وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' بعث بعد الموت کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اُسے ایک بے آباد علاقے کی طرف ہانک کرلے جاتے ہیں۔'' رب العزت نے زمین کی زندگی سے موت کے بعد کی زندگی پر دلیل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد کی زندگی کا نقشہ ذہن نشین کروایا ہے کہ دیکھو زمین خشک ہے اس میں روئیدگی کا نشان تک نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ وہ حکم پورا کرتی ہے۔ ہوا آتی ہے بادلوں کو اٹھا لیتی ہے ہوا تیار ہے، بادل بھی تیار ہیں، کہاں جانا ہے؟ حکم کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے بے آباد علاقے کی طرف جانا ہے تو وہ مردہ زمین کی طرف چل پڑتے ہیں۔ بادلوں کے لشکر ہیں جو مردہ زمین کی طرف جارہے ہیں جہاں نہ نباتات ہے، نہ کھیتیاں۔

(2)﴿فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو بارش کے ذریعے زندہ کرتے ہیں۔ گھٹا جھک کر آتی ہے اور پانی ٹھنڈا کر دیتی ہے ہر طرف جل تھل ہے۔ وہی زمین جہاں خاک اڑ رہی تھی، جہاں زندگی کا نشان تک نہیں تھا سرسبز وشاداب ہوگئی لہلہانے لگی ہے۔ پانی اللہ تعالیٰ کا پابند ہے۔ اس کے حکم سے برسا ہے اور اب

ہر جگہ زندگی ہے، خوش نما نظارے ہیں اسی طرح انسان بھی دوبارہ پیدا ہو جائیں گے۔

(3) ﴿فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے؟ بلا شبہ وہ مُردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(4) ﴿كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ ''جی اُٹھنا بھی اسی طرح ہوگا'' جیسے زمین کی زندگی پر تمہیں کوئی شک نہیں، تم شبہات میں مبتلا نہیں ہوتے ایسے ہی کل موت کے بعد بھی زندگی ہوگی اس میں بھی تمہیں شک نہیں ہونا چاہیے اللہ رب العزت جب تمہارے جسموں کو زندگی دینا چاہے گا تو ایک بارش برسائے گا اور تمام انسانوں کے جسم اسی طرح اپنی قبروں میں پیدا ہو جائیں گے۔ جیسے آج زمین میں دانہ بوئیں تو اگ آتا ہے۔

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم تمام گل سڑ جاتا ہے، لیکن اس کی ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے دوبارہ ترکیب دیا جائے گا۔ (بخاری:4814)

(6) سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو رزین! کیا تم کبھی اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سرسبز ہوتی ہے اور لہرا رہی ہوتی ہے سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔ (مسند احمد:16200)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مرے ہوئے انسانوں کے جی اٹھنے کو سادہ اور دل لگتی دلیل کے ساتھ کیسے شعور میں اتارا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کی زندگی کے لئے کئے جانے والے انتظامات سے جی اٹھنے کے معاملے کو واضح کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو چلانے سے، بادلوں کو اُٹھانے سے پھر خشک زمین پر لے جانے سے، پھر بارش کے برسانے کے انتظامات کے ذریعے زمین کو زندہ کرنے سے جی اُٹھنے کے معاملے کو سمجھایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جیسے پانی سے زمین زندہ ہوتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان زمین سے زندہ ہو کر اُٹھیں گے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾

''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل

اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے
اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی'' (10)

سوال 1: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دنیا اور آخرت کی عزت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو'' جو شخص عزت کا طلب گار ہے، جو عزت کو عزیز رکھتا ہے تو اسے عزت اس ہستی سے مانگنی چاہیے جس کے ہاتھ میں عزت ہے۔ عزت کی طلب ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے بھاگ دوڑ کرو۔

(2) ﴿فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کس کے پاس عزت تلاش کرتے ہو عزت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اس کی اطاعت کے بغیر عزت حاصل نہیں ہوگی۔ اس کی اطاعت سے چمٹ جاؤ۔ وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ وہ دنیا میں بھی عزت دے گا آخرت میں بھی۔ رب العزت نے فرمایا: (3) ﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں (المنافقون:8) ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور ان کی بات آپ کو غم زدہ نہ کرے، یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ وہ سب سننے والا، وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یونس:65) اللہ تعالیٰ دشمنوں کو عزت نہیں دے گا۔

سوال 2: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے'' نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے'' پاکیزہ اور طیب کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر ﴿سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر﴾ ''تلاوت قرآن وغیرہ۔

(2) ہر کلام جو اچھا اور پاک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور رب العزت ملاء اعلیٰ میں اس کی مدح و ثنا کرتا ہے۔

(3) ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ﴾ ''اور نیک عمل'' یعنی دل کے اعمال مثلاً اخلاص، توکل، اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ سے امید، اللہ تعالیٰ کی رضا، صبر، شکر، تفکر، محاسبہ، اور اعضا کے اعمال نماز اور دیگر نیکی کے کام۔

(4) ﴿يَرْفَعُهٗ﴾ ''اس کو بلند کرتا ہے'' یعنی کلمات طیبہ کی طرح نیکی کے کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلند کرتا ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یکے بعد دیگرے تمہارے پاس رات اور دن فرشتے کے آتے رہتے ہیں اور

یہ عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ اوپر چڑھتے ہیں۔ جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اسے تمہاری خوب خبر ہوتی ہے، پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (بخاری:7429)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کی اور اللہ تعالیٰ کو حلال ہی کمائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ قبول کر لیتا ہے اور خیرات کرنے والے کے لئے اسے بڑھاتا رہتا ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری:7430)

سوال 3: ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی'' بری چالیں چلنے والوں کو پستی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور جو لوگ بُرائیوں کی خفیہ تدبیریں کرتے ہیں'' جو لوگ مکر و فریب سے برائیاں کرتے ہیں یعنی شرک اور نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1253)

(2) یعنی جو ریاکار لوگوں کو دکھانے کے لیے بظاہر نیک عمل کرتے ہیں چونکہ ان کے عمل خلوص سے خالی ہیں اس لیے منہ پر دے مارے جاتے ہیں وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ والے ہیں حالانکہ اس کی حضوری سے دور رہتے ہیں۔ ﴿وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں مگر تھوڑا۔ (النساء:142) (مختصر ابن کثیر:1638/2)

(3) برے اعمال کرنے والا اپنے اعمال کے ذریعے بلند ہونا چاہتا ہے وہ جو چالیں چلتا ہے اور جو سازشیں کرتا ہے۔ اس کا مکر اسی پر الٹ جاتا ہے اور اسے پستی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(4) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اُن کے لیے سخت عذاب ہے'' اسے سخت عذاب دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ ''اور اُن کی تدبیریں خود ہی غارت ہو کر رہیں گی۔'' ان کے اعمال فاسد اور باطل ہیں۔

(6) ان کا فریب بکھر جائے گا، ان کی سازشیں، ان کی چالیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گی۔

سوال 2: جو انسان عزت حاصل کرنا چاہے اسے کیسے عزت حاصل کرنی چاہیے؟

جواب: (1) جو انسان دنیا اور آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہے اسے جان لینا چاہیے کہ (i) عزت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ساری عزت اسی کے پاس ہے۔ (ii) وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ (iii) جسے وہ ذلیل کر دے اسے دنیا کی کوئی طاقت عزت نہیں دے سکتی۔ (iv) جسے وہ عزت دینا چاہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔

(2) جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت کا مقام پانے کے لیے اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ہی انسان کو عزت نصیب ہوتی ہے۔

سوال 3: پاکیزہ کلمات سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح، کلام اللہ کی تلاوت، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے کلمات پاکیزہ کلمات ہیں۔

سوال 4: نیک عمل کس چیز کو بلند کرتا ہے؟

جواب: (1) نیک عمل پاکیزہ کلمات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتا ہے یعنی زبان سے کیا جانے والا ذکر، تسبیح تبھی بلند ہوتی ہے، قبول ہوتی ہے جب اس کے ساتھ نیک کام ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل وغیرہ۔

(2) نیک عمل کو اللہ تعالیٰ کلمات طیبات پر بلند کرتے ہیں یعنی اسے ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نیک اعمال کی وجہ سے ہی انسان کے پاکیزہ کلمات کی اللہ تعالیٰ کے ہاں حیثیت بنتی ہے۔

سوال 5: مکر کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) کفر اور شرک کا ارتکاب مکر ہے کیونکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

(2) ریاکاری بھی مکر ہے۔ (3) کسی کو خفیہ طریقے سے نقصان پہنچانے کے لیے جو تدبیر کی جاتی ہے وہ بھی مکر ہے۔

سوال 6: بری تدبیریں اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے برے انجام سے خبردار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ (2) ان کا مکر برباد ہوگا۔

سوال 7: مکر کے برباد ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ ان کے مکر کا وبال ان ہی پر ہوگا جو اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' (11)

سوال 1: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ

﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقینا اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالی تمہارا خالق علّام الغیوب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ (2) ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''پھر نطفے سے'' پھر انسان کی نسل کا سلسلہ حقیر پانی کے قطرے سے چلایا۔

(3) ﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''پھر تمہارے جوڑے بنائے'' پھر اس نے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے۔

(4) ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے'' کوئی مادہ جو حاملہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے، اس کے اذن سے جو مادہ بچہ جنتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کی قضاوقدر سے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (۸) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اُٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اُس کے یہاں ایک اندازے سے ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے۔'' (الرعد: 8، 9)

(5) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء: 1)

(6) اللہ تعالیٰ کو پیٹ کے بچوں کا بھی پورا علم ہے اور بچوں کے پیدا ہونے کا بھی۔

(7) ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ﴾ ''اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے'' کسی بڑی عمر والے کو طویل عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے۔

(8) کوتاہ عمری یا طویل عمر کے اسباب ہیں مثلاً عمر میں کمی کا سبب کرنا والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی وغیرہ ہیں۔ صلہ رحمی عمر میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو، یا اس کی

عمر بڑھا دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری:2067)

(10)﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ﴾ ''مگر وہ ایک کتاب میں ہے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اس نے اپنی کتابِ تقدیر میں درج کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت وسیع ہے۔

(11)﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے''یعنی لوگوں کے اعمال، ان کے بارے میں معلومات کا احاطہ کرنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو کس چیز سے وابستہ کر دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے انسان اوّل سیدنا آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی نسل کو قائم رکھنے کے لیے انسان کی تخلیق کو نطفے سے وابستہ کر دیا۔

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے انسانی نسل کے ارتقاء سے اپنے علم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حاملہ ہونے کے علم سے اور بچوں کی پیدائش کے علم سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یقینا کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

سوال 4:عمر کی کمی بیشی کا تعلق کس چیز سے ہے؟

جواب:اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا سے ہے۔

سوال 5:عمر میں کمی کے کیا اسباب ہیں؟

جواب:عمر میں کمی کا سبب انسان کی نافرمانیاں ہیں۔

سوال 6:عمر کی کمی بیشی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا شعور کیسے دیا ہے؟

جواب:انسان اپنی عمر کا تعین خود نہیں کر سکتا اس سے پتہ چلتا ہے وہ کوئی اور ہے جو انسان کی عمر کا فیصلہ کرتا ہے۔اس میں کسی فرضی معبود کا تعلق نہیں وہی انسان کی تقدیر بنانے والا ہے جو کائنات کی تقدیر بنانے والا ہے اسی سے خوف رکھنا چاہیے اسی سے امیدیں باندھنی چاہئیں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے اور تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو

تا کہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو'' (12)

سوال 1 ﴿وَمَا يَسۡتَوِي الۡبَحۡرٰنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے دریا پیدا کیے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَسۡتَوِي الۡبَحۡرٰنِ﴾ ''اور دو سمندر یکساں نہیں ہیں'' اللہ رب العزت کی عظیم قدرت اس کی وسیع رحمت اور حکمت ہے کہ اس نے زمین میں پانی کے بہت بڑے ذخائر بنائے اور ان کو ایک جیسا نہیں بنایا۔

(2) ﴿هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ﴾ ''جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے'' میٹھا پانی جو دریاؤں میں ہوتا ہے، پینے میں خوش گوار، پیاس بجھاتا ہے۔ کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتا ہے۔

(3) ﴿وَهٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور یہ کھاری کڑوا ہے'' سخت کھاری پانی سمندروں کا ہے، تلخ اور کڑوا ہے، سمندروں کے حیوانات کی زندگی کے لیے اور سمندری جانوروں کے مرنے سے یہ پانی خراب نہیں ہوتا ہے۔

(4) سمندر کا پانی تو تلخی کی وجہ سے نہیں پیا جا سکتا لیکن اس کے جانور مچھلی اور دیگر جانور بہت لذیذ ہوتے ہیں۔

(5) سمندر کا پانی ساکن ہوتا ہے۔ اس کا کھارا پن اسے خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

سوال 2: ﴿وَمِنۡ كُلٍّ تَاۡكُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا﴾ ''تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو'' سمندر میں غذا اور زیورات کے بڑے ذخائر ہیں۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡ كُلٍّ﴾ ''اور تم میں سے ہر ایک'' یعنی میٹھے اور کھاری پانیوں کے ذخائر سے۔

(2) ﴿تَاۡكُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِيًّا﴾ ''تازہ گوشت کھاتے ہو'' تم تر و تازہ مچھلی نکالتے ہو یعنی تمہارے لیے غذا کے ذخائر ہیں۔ گوشت وہ بھی تر و تازہ ہر وقت دستیاب ہے۔

(3) ﴿وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا﴾ ''اور تم زیورات نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو'' سمندروں میں موتیوں اور مونگوں کے بھی ذخائر ہیں جن کو زیورات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ﴾ ''ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔'' (الرحمن: 22)

(4) ﴿اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِيۡ تَجۡرِيۡ فِي الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں

جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اُس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (البقرہ:164)

سوال3:﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ ''اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو'' سمندر کا سیپ دیو تجارتی سفروں کے لیے تمہارے قبضے میں دے دیا، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ ﴾ ''اور تم اُس میں پانی کو چیرنے والے جہاز دیکھتے ہو'' سمندر کا سیپ دیو ہے جس کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ وہ دیکھو اس میں کشتیاں اور جہاز تیر رہے ہیں۔

(2) ﴿ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ﴾ ''تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو'' تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش اور تجارتی سفروں سے مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر فروخت کرو۔

(3) ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ ''اور تاکہ تم شکر ادا کرو'' یعنی تم سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر و رزق کماؤ گے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں''، پھر فرمایا: ''اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا: اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ﴾ ''اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما''۔ (ابوداؤد:1522)

(4) ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اُس کے حکم سے کشتیاں اُس میں چلیں۔ اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار بنو'' ۝ (الجاثیۃ:12)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد:4811) (6) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی خوشی کی بات آتی یا آپ ﷺ کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے۔ (ابوداؤد:2774)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے زمین پر موجود پانی کے وسیع ذخائر سے کیسے اپنی ذات کا شعور دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پانی سے حاصل ہونے والے فوائد سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(1) میٹھا پانی پیاس بجھاتا ہے۔

(2) کھارے پانی یعنی سمندروں کے پانی سے قیمتی موتی، مونگے اوردوسری چیزیں حاصل کرتے ہو جو زیورات کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔(3) کھارے اور میٹھے پانیوں سے بہت بڑی مقدار میں آبی جانور حاصل ہوتے ہیں جو انسان کی قیمتی خوراک ہیں۔
(4) سمندر آبی سڑکیں ہیں جن کی وجہ سے سفر اور تجارتی سامان کی نقل وحمل آسان ہوگئی ہے۔
سوال3: آبی سڑکوں پر چلنے والی کشتیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے؟
جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل ڈھونڈو۔
(2) اور تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے'' (13)

سوال1:﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے''، عظیم غلبے اور کمال قدرت والا معبود ہے اور جھوٹے معبود کسی چیز پر قادر نہیں، کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم غلبے اور کمال قدرت سے اپنی تاریکیوں اور دن کو اپنی روشنیوں کے ساتھ تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے۔ کبھی راتیں بڑی ہوجاتی ہیں، کبھی دن بڑے، کبھی راتیں بڑی ہوجاتی ہیں تو دن چھوٹے۔ اس سے انسانوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں۔
(2)﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور سورج اور چاند کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے'' رب العزت نے اپنی کامل قدرت اور عظیم غلبے سے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔(3) اسی طرح سورج اور چاند کی تسخیر میں روشنی اور نور، حرکت اور سکون کے مصالح حاصل ہوتے

ہیں،سورج کی روشنی میں بندے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لیے پھیل جاتے ہیں۔سورج کی روشنی میں پھل پکتے ہیں اور دیگر ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کے فقدان سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے۔(تفسیر سعدی:2216/3)

(4)﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہر ایک مقررہ وقت تک کے لیے چل رہا ہے۔''یعنی سورج اور چاند دونوں قیامت تک اپنے مدار میں چلتے رہیں گے۔قیامت آئے گی تو ان کا نور اور ان کی طاقت سلب کر لی جائے گی سورج لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔(5)﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾ ''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، بادشاہی اُسی کی ہے''یعنی وہ ذات جس نے اپنے غلبے اور کمال قدرت سے اتنی عظیم مخلوقات بنائیں اور ان کو مسخر کیا، وہی تمہارا رب تمہارا معبود،تمہارا بادشاہ ہے۔

(6)﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ ''اور اُس کے سوا جن لوگوں کو بھی تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی ملکیت بھی نہیں رکھتے''اللہ تعالیٰ کے سوا جن خودساختہ معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ تو اس چھلکے کے مالک بھی نہیں ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔وہ زمین وآسمان کی کسی چیز کے مالک نہیں۔کسی چیز پر کیسے قادر ہوں گے؟

سوال2:اللہ تعالیٰ نے وسیع خلاء سے کیسے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے خلاء میں انسان کے فائدے کے لیے کیے جانے والے کاموں سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(1)اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے یعنی انسانوں کے کام میں لگا رکھا ہے جس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگانے سے انسانی فائدے کے لیے وسیع پیمانے پر کیے جانے والے کام سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔(3)وسیع کائناتی انتظامات صرف اللہ تعالیٰ کے قائم کرنے سے قائم ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو انسان کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے کیے جانے والے کاموں سے اپنے رب ہونے کا شعور دلایا ہے۔اس کی وضاحت کریں۔

جواب:اللہ تعالیٰ نے رب ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(1)ہواؤں سے جس کے ذریعے بادل بھیجتا ہے۔(2)بادلوں سے جس کے ذریعے بارش بھیجتا ہے۔

(3)مٹی سے جس کے ذریعے انسان کو پیدا کرتا ہے۔(4)نطفے سے جس کے ذریعے انسانی نسل کو چلاتا ہے۔

(5)مرد اور عورت کے جوڑے بنانے سے جس کے ذریعے انسانی نسل اور اس کی تربیت اور حفاظت کا سلسلہ چلتا ہے۔

(6)عورتوں کے حاملہ ہونے سے جس کے ذریعے بچے کی زندگی کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔

(7)بچوں کی پیدائش سے جس کے ذریعے سے والدین کے لیے اُمید کے دیئے روشن ہوتے ہیں۔

(8)انسانی عمر سے جس کا حساب کتاب لوح محفوظ میں رکھا جاتا ہے۔

(9)سمندروں سے جس کے ذریعے انسان کی خوراک کے بڑے ذخیرے کا اہتمام کیا ہے۔

(10)موتیوں اور مونگوں سے جن کے ذریعے زیورات کا انتظام کیا ہے۔

(11)آبی سڑکوں سے جس کی وجہ سے سفر اور تجارت کا اہتمام کیا ہے۔

(12)سورج اور چاند سے جنہیں انسان کے کام میں لگا دیا ہے۔

(13)رات اور دن سے جس سے آرام اور کام کے اوقات کا تعین کیا ہے۔

(14)اپنی ملکیت سے جس کے ذریعے انسان کو غیروں کی غلامی سے آزاد کیا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب بادشاہت اسی کی ہے۔

﴿اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَـكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ﴾

''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا'' (14)

سوال 1: ﴿اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَـكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سنیں بھی تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا'' جھوٹے معبود تمہاری دعائیں نہیں سنتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ﴾ ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔'' تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ پتھر ہیں یا مرے ہوئے انسان یا فرشتے جو ہر وقت اپنے رب کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔ (سعدی: 2216/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا (۸۱) كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم: 82,81)

(3) ﴿وَلَوۡ سَمِعُوۡا﴾ ''اور اگر وہ سنیں بھی'' اگر وہ تمہاری پکار سن بھی لیں۔

(4) ﴿مَا اسۡتَجَابُوۡا لَـكُمۡ﴾ ''تو تمہاری درخواست قبول نہیں کریں گے'' وہ تمہاری دعائیں قبول نہیں کر سکتے۔ جو مرادیں مانگتے ہو ان کو

پورا نہیں کر سکتے۔ وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔

(5)﴿وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّکَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۶﴾﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6,5)

(6)﴿وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُوۡنَ بِشِرۡکِکُمۡ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے''یعنی وہ قیامت کے دن تم سے اظہارِ بے زاری کرے گا۔﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِہِمۡ﴾ ''وہ کہیں گے: پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں۔'' (سبا:41)

(7)﴿وَیَوۡمَ نَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا مَکَانَکُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَکَآؤُکُمۡ ۚ فَزَیَّلۡنَا بَیۡنَہُمۡ وَقَالَ شُرَکَآؤُہُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اِنۡ کُنَّا عَنۡ عِبَادَتِکُمۡ لَغٰفِلِیۡنَ﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو پھر ہم اُن کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور اُن کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔'' (یونس:28،29)

(8)﴿وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔'' (الاعراف:197)

(8)﴿وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ﴾ ''اور پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی آپ کو خبر نہیں دے گا۔'' اللہ تعالیٰ علیم وخبیر سے بڑھ کر تمہارے کاموں کے نتائج کی تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔

(10) یہ آیات کریمہ روشن اور واضح دلائل پر مشتمل ہیں، جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی ہستی ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل اور باطل سے متعلق ہے اور وہ اپنی عبادت کرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ (سعدی:2217/3)

سوال:2 اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ پکار کیوں نہیں سن سکتے؟

جواب: (1) بت پتھر کے ہوں لکڑی کے یا کسی دھات کے زندگی نہیں رکھتے جب کہ سننا زندہ چیزوں کی خصوصیت ہے اس لیے وہ سن نہیں سکتے۔ (2) وہ لوگ جو منوں مٹی کے نیچے ہیں اس لیے نہیں سن سکتے کہ اب وہ زندہ نہیں ہیں جب کہ سننا زندہ لوگوں کی خصوصیت ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے اگر وہ بالفرض سن بھی لیں تو اُن کا سننا بے فائدہ کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کام بنانے کا اختیار نہیں اس لیے پکارنا بے فائدہ ہے کہ کام نہیں بنا سکتے۔

سوال4: معبودانِ غیر اللہ قیامت کے دن شرک کا کیوں انکار کریں گے؟

جواب: معبودانِ غیر اللہ اپنی لاعلمی اور بے خبری کی وجہ سے شرک کا انکار کریں گے کیونکہ کہ وہ پکارنے والوں کی پکار نہیں سنتے، اُن کے اعمال سے بے خبر رہتے ہیں اس لیے انکار کر دیں گے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ جیسی خبریں کوئی اور کیوں نہ دے گا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جیسا علم کسی کے پاس نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ جیسا حقیقت سے پوری طرح باخبر بھی اور کوئی نہیں۔

رکوع نمبر 15

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ﴾

''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' (15)

سوال1: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ﴾ ''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ﴾ ''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو'' اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔ تمہارا وجود نہیں تھا وجود میں آنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔

(2) تمہارے اعضا قوت کے محتاج ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ قوت نہ دے تو کام کرنے کی کوئی طاقت نہ ہو۔

(3) تمہیں زندگی کے لیے خوراک کی، رزق کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں رزق نہ دے، تمہاری غذا کے لیے اسباب پیدا نہ کرے تو کون تمہیں سب کچھ پیدا کر کے دے سکتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

(4) تمہاری زندگی میں مصیبتیں، دکھ، تکالیف آتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کو دور نہ کرے تو تم ہمیشہ مصیبتوں اور غموں میں گھرے رہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو وہ تمہاری تکلیفیں، تمہارے غم، تمھارے مصائب دور کرتا ہے۔

(5) ہم اس کو معبود بنانے کے محتاج ہیں۔ اس کی عبادت کرنے، اسے الٰہ بنانے کے ضرورت مند ہیں۔ اگر وہ توفیق نہ دے تو سب ہلاک

ہوجائیں۔

(6) تم اپنی زندگی کی اصلاح کے لیے اس کے علم کے محتاج ہو۔ اگر علم نہ ہو تو عمل صالح کرنے کیسے ممکن ہوں! تم علم کے ضرورت مند ہو اگر اللہ تعالیٰ علم عطا نہ کرے تو کبھی علم حاصل کرنے کے قابل نہ ہوں۔

(7) تم عمل صالح کرنے کے ضرورت مند ہو۔ عمل صالح کے بغیر، نیکیوں کے بغیر ہمیشہ کی آگ ہے جس کا ایندھن بن جاؤ گے۔ اگر اللہ تعالیٰ عمل صالح کی توفیق نہ دے تو کبھی نیکیاں نہ کرسکیں۔ یا اللہ! ہم فقیر ہیں، ہم ضرورت مند ہیں۔ لَوۡلَا اللّٰہُ مَا اهۡتَدَیۡنَا اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے یا اللہ! تو ہمیں ہمارے نفس کے حوالے ایک لمحے کے لیے نہ کرنا ہمارے حالات کی اصلاح کر دینا تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں۔

(8)﴿وَاللّٰہُ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ اپنی تمام مخلوقات سے، تمہاری عبادات سے، تمہاری خدمات سے بے نیاز ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ الحمید ہے۔ وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔ یا اللہ! حمد تیرے لیے ہے تو زمین و آسمان کا نور ہے۔ یا اللہ حمد تیرے لیے ہے تو زمین و آسمان کا مالک ان کا بادشاہ ہے۔

(10) سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت سے نواز دوں، پس تم مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کردوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ سے ہی مغفرت (بخشش) طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں)۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہوجائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، انس و جن سب ایک کھلے میدان میں جمع ہوکر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو اس سے

میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہو گی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یقینا تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے گن کر رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں، پس جو بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے، پس وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے''۔ (صحیح مسلم:6572)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے فقیر اور اپنے غنی ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: جس وقت لوگوں کو ہدایت کے راستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہماری ہدایت کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے اس لیے تو اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا ہے اور وہ لوگوں کی ہدایت کے لیے دن رات کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غلط فہمی کو دور کرنے کے لے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو اللہ کو تمہاری ضرورت نہیں تم اس کے محتاج ہو وہ چاہے تو تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے۔ انسان اللہ کی ہدایت کے محتاج ہیں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فقیر ہونے سے اپنے غنی یعنی بے نیاز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) وہ اتنا بے نیاز ہے کہ لوگ اس کے نافرمان ہو جائیں تب بھی اس کی بادشاہت میں کمی نہیں آتی اور لوگ فرمان بردار ہو جائیں تب بھی اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں ہوگا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فقیر ہونے سے اپنے الحمید قابل تعریف ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی تعریف کی ضرورت نہیں۔ وہ نہ تعریف کا محتاج ہے نہ کسی اور چیز کا وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے بندوں پر انعام کی ہیں حمد اور شکر کا مستحق ہے۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾

''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے'' (16)

سوال 1: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے'' اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لا سکتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ﴾ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے'' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے۔ کیا اوقات ہے تیری اے انسان! تیرے رب نے تجھے ہلاکت کی وعید سنائی ہے اور وہ قدرت رکھتا ہے۔

(2) ﴿وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اور نئی مخلوق لے آئے'' وہ تمہاری جگہ ایسے لوگ لے آئے جو اس کے اطاعت گزار ہوں جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور

دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النساء:133)

(3)﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ﴾ ''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنا دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔'' (الانعام:133)

(4) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کو ثابت کیا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس نے زندگی کے لیے جو وقت مقرر کیا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں کرے گا یہ اس کا اختیار ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے غنی ہونے کی کیا مثال دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بے نیاز ہونے کی مثال دی ہے کہ وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کر دے جو اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہو فنا ہونے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم فنا ہو جاؤ گے تو وہ ایک نیا جہاں پیدا کر دے گا جس سے تم واقف نہیں ہو۔ پھر بتاؤ تمہیں رب کی ضرورت ہے یا رب کو تمہاری ضرورت ہے۔

﴿وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾

''اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' (17)

سوال: ﴿وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی دشوار نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا ذٰلِكَ﴾ ''اور یہ'' یعنی تمہیں لے جانا اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آنا۔

(2)﴿عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں'' نئی تخلیق اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا۔'' (محمد:38)

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو، آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے‘‘(18)

سوال 1: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ’’اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو‘‘ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ’’اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی‘‘ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔‘‘ (سبا:25)

(2) تو کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی بار جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔‘‘ (مسلم:2351)

(4) ﴿قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں جو جرم ہم نے کیا ان کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اس کے بارے ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔ (سبا:25)

(5) ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ’’اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو‘‘ اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا انسان اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا۔ مثلاً کوئی اپنے بیٹے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ’’جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی تو اس کا وبال اسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الجاثیہ:15)

(6) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی

باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (لقمان:33)

(7)﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیۡهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیۡهِ ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡهُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ یُّغۡنِیۡهِ﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی۔'' (عبس:33-37)

سوال 2:﴿اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَیۡبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَیۡبِ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ''آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو نصیحت کرتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّ اَجۡرٍ کَرِیۡمٍ﴾ ''آپ صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔'' (یٰس:11)

(2) آپ ﷺ قرآن مجید سے ان لوگوں کو بیدار کرسکتے ہیں جو عقل و ہوش رکھنے والے ہوں۔ اپنے رب سے ڈرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰهَا﴾ ''یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔'' (النازعات:45)

(3) انذار کو وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو کھلے چھپے رب سے ڈرتے ہیں۔

(4)﴿وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' یہی لوگ نماز کو اس کے ارکان، شرائط، ظاہری و باطنی آداب یعنی پورے خشوع کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (5) اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر اس عمل سے دور رہنے کا تقاضا کرتی ہے جس کے کرنے پر سزا کا خوف ہو اور نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر اس عمل کا تقاضا کرتی ہے جس کے ضائع ہونے پر سزا کا خوف ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز بھلائی کے کاموں کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ نیکیوں کا مزاج پیدا کرتی ہے۔

سوال 3:﴿وَ مَنۡ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفۡسِهٖ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ الۡمَصِیۡرُ﴾ ''اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' تزکیہ نفس کا فائدہ خود انسان کو ہوتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ مَنۡ تَزَکّٰی﴾ ''اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے''، یعنی جس نے اپنے نفس کو شرک اور معاصی سے پاک کیا۔

(2) اپنے نفس کو برے اخلاق اور عیوب سے پاک کیا مثلاً جھوٹ، تکبر، ریا کاری، نفاق، دھوکا، بغض، حسد، کینہ اور دیگر زائل سے پاک کیا۔ (3) جس نے اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین کیا۔ مثلاً اخلاص، تواضع، صدقہ، بندوں کی خیر خواہی اور انکساری۔ ﴿فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ﴾ ''تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے'' اپنی اصلاح کرنے کا فائدہ خود اسے ہی نصیب ہوگا۔ اسے دین پر استقامت نصیب ہوگی۔

(4) جس نے کفر اور گناہوں سے توبہ کرلی۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کی اطاعت میں نیک اعمال کیے اس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ (جامع البیان 22/133)

(5) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کوئی مومن ہو یا کافر ہر نیک اور برے انسان نے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر اچھے برے اعمال کا حساب لے گا۔ کوئی عمل شمار کرنے سے نہیں چھوڑے گا۔ پھر اس کے مطابق بدلہ دے گا۔

سوال 4: کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ کیوں نہیں اُٹھا سکے گا؟

جواب: انسان مادی چیزوں کے بوجھ کو share کر سکتے ہیں مگر بُرے اعمال کے اثرات کو اور اس کی وجہ سے ہونے والی تکلیف اور رسوائی کو کیسے کسی سے share کر سکتا ہے۔ اس بُرے بوجھ کا کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا۔

سوال 5: گناہوں سے گراں بار شخص اگر کسی رشتے دار کو بھی بلائے گا تو وہ بوجھ کیوں نہیں اُٹھائے گا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں انفرادی ذمہ داری کا اصول دیا ہے اس کے تحت کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

(2) قیامت کے دن لوگ اپنے بوجھوں کی وجہ سے پریشان ہوں گے دوسروں کے بوجھ اُٹھانے سے قاصر ہوں گے البتہ جن لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے۔

سوال 6: انفرادی ذمہ داری کے اصول کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس اصول کا انسان کے اخلاق پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

(2) اس کی وجہ سے انسان ہر دم بے دار رہتا ہے۔

(3) اس کی وجہ سے انسان جھوٹی اُمیدوں پر تکبر نہیں کرتا۔

(4) اس کی وجہ سے انسان مایوسی سے بچتا ہے اگر انسانوں کا محاسبہ بحیثیت جماعت کے ہو تو انسان کبھی کامیاب نہ ہونے پائے۔

سوال 7: پیغمبر کی دعوت سے کون لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

جواب: پیغمبر کی دعوت سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (1) جو رب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رب کو دیکھا نہیں۔ ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''یقیناً تم صرف اُسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی

پیروی کرے اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے۔ پھر اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دو۔'' (یٰس:11)﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾ ''یقیناتم تو ڈرانے والے ہو ہر اُس شخص کو جو اُس سے ڈر جائے۔ (النازیات:45)

(2) جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس طرح رب سے رابطہ قائم رکھتے ہیں۔

سوال8: پاکیزگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں اس سے مراد ظاہری صفائی بھی ہے اور قلب اور شعور کی صفائی بھی ہے۔ یعنی شرک وغیرہ سے پاک ہونا۔

(2) یہاں اس سے مراد رویوں کی صفائی بھی ہے۔

(3) یہاں اس سے مراد بے حیائی کی آلودگیوں سے پاک ہونا بھی ہے۔

سوال9: پاکیزگی اختیار کرنے کا فائدہ کس کو ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ پاکیزگی اختیار کرنے کا نفع اسی کو ہوگا جو پاکیزگی اختیار کرے گا۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی اختیار کرنے کے لیے کیسے تیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے جہاں اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ جہاں نیک اعمال والے جنت میں ہمیشہ کے لیے بسائے جائیں گے اور برے اعمال کرنے والے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں بسائیں جائیں گے لہٰذا پاکیزگی اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾

''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں'' (19)

سوال1: ﴿ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔'' مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے مومن اور کافر کی مثال دی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اضداد برابر نہیں ہوتیں۔

(2) مومن بصیر ہے۔ وہ حق کا راستہ دیکھتا ہے۔ کافر اندھا ہے جو راستہ نہیں دیکھتا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ایمان کا نور مومن سے نہیں چھپتا اور کافر اندھیرے میں ہوتا ہے۔ کافر کی حیرت ختم نہیں ہوتی۔

(4) مومن اور کافر عقلاً اور شرعاً برابر نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1258)

(5) کافر کو علم کی بنیاد پر زندگی کے حقائق کا پتہ نہیں ہوتا۔ مومن کو حقیقی علم کی بنیاد پر پتہ ہوتا ہے۔ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر کیسے ہو

سکتے ہیں۔

سوال 2: اندھا اور آنکھوں والا کیوں برابر نہیں ہو سکتے ؟

جواب: اندھا کافر ہے اور آنکھوں والا مومن ہے اس کا مطلب ہے کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

کافر	مومن
(1) کافر تاریکی میں ہوتا ہے۔ اسے زندگی کے حقائق کا سچے علم کی بنیاد پر پتہ نہیں ہوتا۔	(1) مومن روشنی میں ہوتا ہے۔ اسے زندگی کے حقائق کا حقیقی علم کی بنیاد پر پتہ ہوتا ہے۔
(2) کافر حیرانی، پریشانی، بےچینی، اضطراب، تزلزل، اور بے اطمینانی میں ہوتا ہے۔	(2) مومن اطمینان، راحت اور سکون میں ہوتا ہے۔
(3) کافر کا ضمیر مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شعوری زندگی کے سرچشمے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کٹ چکا ہوتا ہے۔	(3) مومن کا شعور اور ارادہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شعوری زندگی کے سرچشمے اللہ کی کتاب سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔
(4) کافر بے مقصد زندگی گزارتا ہے۔	(4) مومن با مقصد زندگی گزارتا ہے۔
(5) کافر دنیا میں ہی جیتا اور دنیا میں ہی مرجانا چاہتا ہے۔	(5) مومن ہمیشہ کی زندگی کی کامیابی کے لیے جیتا ہے اور اس زندگی میں بھی کامیاب رہتا ہے۔

لہذا کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ﴾

''اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی'' (20)

سوال 1: ﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ﴾ ''اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی'' یعنی مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا الظُّلُمٰتُ﴾ ''اور نہ اندھیرے'' یعنی کفر، شرک اور گمراہی کے اندھیرے۔

(2) ﴿وَلَا النُّوْرُ﴾ ''اور نہ روشنی'' جیسے ایمان۔

(3) روشنی اور اندھیرے کا مزاج مختلف ہے۔ (i) ایمان روشنی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے جس سے زندگی روشن ہو جاتی ہے۔ جب کہ کفر تاریکی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے۔ (ii) ایمان کی وجہ سے اشیاء کی حقیقت کھلتی ہے جبکہ کفر کی وجہ سے

حقیقت چھپ جاتی ہے۔(iii) ایمان کی وجہ سے انسان واقعات سے سبق لیتا ہے کہ اس کے حالات اچھے ہو جاتے ہیں۔ کفر کی وجہ سے انسان واقعات کو سمجھتا ہی نہیں اس لیے سبق لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی زندگی کے حالات اور اس کے اقدامات بگڑ جاتے ہیں اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے روشنی اور اندھیرے برابر نہیں ہو سکتے ایسے ہی ایمان اور کفر برابر نہیں۔ اور ان کو کرنے والے کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 3: روشنی اور اندھیرے برابر کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: روشنی اور اندھیرے کا مزاج مختلف ہے۔

(1) ایمان روشنی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے جس سے زندگی روشن ہو جاتی ہے۔ جب کہ کفر تاریکی ہے جو دل، شعور اور اعمال میں بھر جاتی ہے۔

(2) ایمان کی وجہ سے اشیاء کی حقیقت کھلتی ہے جبکہ کفر کی وجہ سے حقیقت چھپ جاتی ہے۔

(3) ایمان کی وجہ سے انسان واقعات سے سبق لیتا ہے کہ اس کے حالات اچھے ہو جاتے ہیں۔ کفر کی وجہ سے انسان واقعات کو سمجھتا ہی نہیں اس لیے سبق لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی زندگی کے حالات اور اس کے اقدامات بگڑ جاتے ہیں اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ﴾

''اور نہ سایہ اور نہ دھوپ'' (21)

سوال: ﴿وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ﴾ ''اور نہ سایہ اور نہ دھوپ'' کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا الظِّلُّ﴾ ''اور نہ سایہ'' یعنی جنت۔

(2) ﴿وَلَا الْحَرُوْرُ﴾ ''اور نہ دھوپ'' یعنی جہنم۔ جیسے جنت اور جہنم برابر نہیں ہو سکتے ایسے ہی مومن اور کافر اپنے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔

(3) دھوپ اور سائے کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔ سائے میں یعنی ایمان کے مطابق انسان اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ دھوپ یعنی کفر میں بے چینی اور اضطراب ہوتا ہے انسان تکلیف میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے جنت، دوزخ برابر نہیں ایسے ہی جنت اور دوزخ میں جانے والے مومن اور کافر برابر نہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے۔'' (الحشر: 20)

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾

’’اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سنا تا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں‘‘ (22)

سوال: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ ’’اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سنا تا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں‘‘ مومن اور کافر برابر نہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (1) ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ ’’اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں‘‘ کافر مردہ اور مومن زندہ ہے۔ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ (2) ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے کہا: زندہ عقل مند اور مردہ جاہل ہیں۔ (فتح القدیر: 433/4)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ’’اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔‘‘ (الانعام: 122)

(4) رب العزت نے اشیاء کے درمیان امتیاز واضح فرما دیا۔ عقل مند انسان کو اپنے لیے وہ چیز منتخب کرنی چاہیے جو ترجیح دیے جانے کے لائق ہو رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ’’ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘ (ہود: 24)

(5) ﴿إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سنا تا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اسے حجت یعنی دلیل سننے کی توفیق دیتا ہے۔ یقیناً وہی راہ دکھانے والا ہادی ہے اور وہی توفیق عطا کرنے والا رحیم وکریم ہے۔

(6) ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ ’’اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں‘‘ یعنی جن کے دل مردہ ہو گئے آپ ﷺ انہیں نہیں سنا سکتے جس طرح قبر کے مردوں کو بلائیں تو وہ جواب نہیں دیتے اسی طرح اعراض کرنے والے کو بلانا نفع نہیں دے گا۔ آپ ﷺ کا کام پیغام پہنچا دینا ہے خواہ لوگ قبول کریں یا نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾ ’’یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ (النمل 80)

سوال 2: احیاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مومن، عالم اور عقلمند لوگ ہیں۔

سوال3: اموات سے کیا مراد ہے؟

جواب: اموات سے مراد کافر، جاہل اور بے عقل لوگ ہیں۔

سوال4: زندہ اور مردہ برابر کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: زندگی اور موت کا مزاج فرق ہے۔زندگی یعنی ایمان والے کی زندگی میں شعور، ارادہ اور حرکت ہے جورب کی طرف ہوتی ہے۔موت یعنی کافر کا ضمیر مردہ ہوتا ہے۔اس لیے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سنواتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے حق بات سننے،قرآن حکیم اور حدیث رسول کو سننے، دلیل اور حجت کو سننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔

سوال6: قبروں والوں کو کوئی بات نہیں سنائی جاسکتی؟

جواب: (1) سننا زندگی کی خصوصیت ہے جن لوگوں کی زندگی ختم ہو گئی انہیں قبر میں جانے کے بعد بات نہیں سنائی جاسکتی۔

(2) جن کے دلوں کو کفر نے مردہ کر دیا ہے انہیں بھی حق بات نہیں سنائی جاسکتی یعنی ایسے لوگوں پر حق بات کی دعوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

﴿اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ﴾

''آپ تو ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' (23)

سوال: ﴿اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ﴾ ''آپ تو ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' نبی کا کام پیغام پہنچا دینا ہے، آیت کی روشنی میں میں واضح کریں؟

جواب: ﴿اِنۡ اَنۡتَ﴾ ''آپ تو'' اے نبی آپ ﷺ کا کام۔

(2) ﴿اِلَّا نَذِیۡرٌ﴾ ''ایک خبردار کر دینے والے ہیں'' رسول کا کام صرف دعوت و تبلیغ ہے رسول کے بس میں نہیں کہ کسی کو ہدایت دے سکے اس لیے وہ صرف نذیر کا کردار ادا کر سکتا ہے۔آپ ﷺ کا کام تبلیغ اور دعوت ہے۔آپ ﷺ اپنا فرض ادا کریں۔ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ کا اختیار ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ﴾

''یقینا ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے

والا گزرا ہے۔‘‘(24)

سوال:﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ ’’یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے۔‘‘ نبی ﷺ بشیر اور نذیر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ﴾ ’’یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا‘‘ یعنی ہم نے آپ ﷺ کو اس وقت بھیجا جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے حق گم ہو گیا تھا۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اور محمد ﷺ کی بعثت کی ضرورت مند تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین قیم کے ساتھ جو حق ہے اور قرآن عظیم عطا فرمایا جو نصیحت اور حق پر مشتمل ہے۔

(2)﴿بَشِيْرًا﴾ ’’خوش خبری دینے والا‘‘ یعنی آپ ﷺ کو دنیا اور آخرت کے ثواب، اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوش خبری سنانے کے لیے بھیجا ہے تا کہ لوگ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔

(3)﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ’’اور ڈرانے والا‘‘ یعنی آپ ﷺ کو لوگوں کو دنیا اور آخرت میں برے اعمال کے دنیوی اور آخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کافروں اور ایمان نہ لانے والے نافرمانوں کو جہنم کے عذاب اور قہر سے ڈراتے ہیں۔

(4)﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ’’وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ (النساء:165)

(5)﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے‘‘ کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہوتا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ’’جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور تم وقتِ مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تا کہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘ (الانفال:42)

(7)﴿فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ﴾ ’’سو جب وہ

سلیمان کے پاس آیا تو اُس نے کہا: ''کیا میری مدد تم لوگ مال سے کرنا چاہتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جو اُس نے تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو۔'' (النمل:36)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کی اللہ تعالیٰ نے کیسے وضاحت کی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

سوال 3: ہر قوم میں نذیر آیا ہے یہ بات کس وجہ سے بتائی گئی؟

جواب: (1) ہر قوم کے لیے کوئی ڈرانے والا آیا ہے یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بُرے انجام سے بچانے کے لیے، کوشش کرنے کے لیے آتے رہے ہیں آپ ﷺ کا آنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(2) ہر قوم کو ایمان اور کفر سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے تاکہ ان پر حجت تمام کی جاسکے اب اہل مکہ کو بتایا گیا کہ آپ پر بھی حجت تمام کی جارہی ہے۔

﴿وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ﴾

''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل اور صحیفوں اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' (25)

سوال 1: ﴿وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل اور صحیفوں اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' پہلے رسول بھی جھٹلائے گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' اے رسول ﷺ اگر یہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) ﴿فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ﴾ ''تو اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے'' آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے۔ جو رسولوں کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔

(3) پہلے رسول اپنے دلائل کے ساتھ حق کی صداقت پر دلالت کرتے تھے

(4) ﴿وَبِالزُّبُرِ﴾ ''اور صحیفوں'' یعنی ایسی کتابیں جن کے بہت سے احکامات تھے ان کو لے کر آئے۔

(5) ﴿وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ﴾ ''اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے تھے'' یعنی ایسی روشن کتاب کے ساتھ جو سچی خبروں میں پوری

طرح روشن ہے۔(6)وہ کتاب جو اپنے عدل پر مبنی احکامات کی وجہ سے پوری طرح روشن ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تکذیب پر کیسے تسلی دی گئی؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کو کافروں کے جھٹلانے پراس طرح سے تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا حالانکہ پیغمبر روشن دلائل، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے۔

سوال3:البینة سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد مختلف طرح کے دلائل ہیں۔(2)اس سے مراد معجزات بھی ہیں وہ بھی دلائل ہوتے ہیں۔

سوال4: کتاب منیر سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ہے۔

﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا تو کیسا تھا میرا عذاب؟''(26)

سوال:﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا تو کیسا تھا میرا عذاب؟'' کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت تھا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے ظلم کی وجہ سے رسولوں کی دعوت کا انکار کیا۔اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا انہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذابوں میں پکڑ لیا۔

(2)﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾''کیسا تھا میرا عذاب؟'' دیکھو ان لوگوں کے لیے میری سزا کتنی سخت تھی۔

(3)رب العزت نے وعید سنا کر تنبیہ کی ہے کہ نبی کو جھٹلانے سے بچو ورنہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے گا جو ان پر نازل ہوا۔

سوال1:اللہ تعالیٰ کا کافروں کے لیے کیسا عذاب تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کی گرفت اتنی سخت تھی جس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

رکوع نمبر 16

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں'' (27)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ہمہ گیری اور کمال کو آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا'' رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے رنگ رنگ کی چیزیں پانی سے پیدا کی ہیں۔ پانی جس کو وہ بارش کی صورت میں آسمان سے اتارتا ہے۔

(2) ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا﴾ ''پھر ہم نے اُس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں'' ایک ہی پانی سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کرتا ہے۔ جن کے ذائقے، جن کی شکلیں، جن کی خوشبوئیں اور جن کے اثرات بھی مختلف ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں، سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (الرعد:4)

(3) ﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ ''اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں'' رب العزت نے رنگ رنگ کے پہاڑ پیدا کیے ہیں جو زمین کی میخیں ہیں۔ یہ پہاڑ ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں گو یا وہ ایک ہی پہاڑ ہو۔ ان کے رنگ مختلف ہیں ان میں سفید، سرخ اور سیاہ رنگ کی دھاریاں ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تضادات سے کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تضادات سے یہ واضح کیا ہے کہ فقط انسانوں میں ہی تضاد نہیں کہ کوئی ایمان والا اور کوئی کافر ہو، کوئی نیک اور کوئی بد ہو یہ تضادات تو کائنات میں پائے جاتے ہیں مثلاً (1) پھلوں کے رنگ مختلف ہیں حالانکہ ایک پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(2) پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ ان میں بھی کئی shades ہیں ان میں کئی بہت گہرے ہیں۔

(3) انسانوں، جانوروں، اور چوپاؤں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔

سوال 2: ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے پھلوں کی کس کس چیز میں اختلاف پایا جاتا ہے؟

جواب: (1) پھلوں کے رنگ مختلف ہیں۔ (2) پھلوں کے ذائقے مختلف ہیں۔

(3) پھلوں کی لذت مختلف ہے۔ (4) پھلوں کے خوشبوئیں مختلف ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴾

''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالی کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' (28)

سوال 1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴾ ''اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، درحقیقت اللہ تعالی کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ﴾ ''اور انسانوں اور جانوروں میں سے'' یعنی جانوروں، انسانوں اور مویشیوں میں سے کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی کالا ہے۔

(2) ﴿مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ﴾ ''رنگ بھی مختلف ہی ہیں'' جیسے پھلوں، پہاڑوں اور ان کے راستوں میں اختلاف ہے اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگوں میں بھی اختلاف ہے۔ رنگوں کا تفاوت اللہ تعالی کی قدرت کی دلیل ہے۔ اس کی حکمت اور رحمت ہے کہ اس نے مخلوقات میں تفاوت رکھا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

(3) ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡعٰلِمِيۡنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، بلاشبہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔'' (الروم:22)

سوال 2: ﴿اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق علم والے ہی ادا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ معرفت رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔(2)علم والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے۔

(3)علم والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو یاد رکھے اور یقین رکھے کہ اس سے اس کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔

(4)علم والا وہ ہے جو غائبانہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ان چیزوں میں رغبت رکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کاموں سے رکتا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی خشیت گناہوں سے روکتی ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کی خشیت اس کی ملاقات کی تیاری کے لیے تیار کرتی ہے۔

(7)جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔ یہ آیت کریمہ علم کی فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ علم انسان کو خشیت الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔خشیت الٰہی کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام وتکریم کے اہل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے یہ اُسی شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' (البینۃ:8)(تفسیر سعدی:2223/3)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھنے والا العزیز ہے۔اس نے متضاد مخلوقات کو ایک ہی مادے یعنی پانی سے پیدا کیا۔

(9)اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے گناہ کو بخشنے والا الغفور ہے۔

سوال3:انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے رنگوں میں کیا اختلافات پائے جاتے ہیں؟

جواب:انسان اور جانور بھی سرخ سیاہ، زرد اور سفید رنگ ہوتے ہیں۔

سوال4:کس علم کی بنیاد پر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اور اسرار الٰہیہ کے علم سے انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان پیدا ہوتی ہے اسی سے رب کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سوال5:جس علم سے اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو وہ علم کیسا ہوتا ہے؟

جواب:جس علم سے اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو وہ علم صحیح نہیں۔

سوال6: جس عالم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں کیا اس کا علم دین درست نہیں؟

جواب: جس عالم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا وہ صحیح علم اور اس کی حقیقت کو پانے سے محروم ہیں۔

سوال7: علم والوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علماء کی تین اقسام ہیں۔

(1) عالم باللہ اور عالم بامر اللہ: یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کے احکامات اور حدود و فرائض کو جانتا ہے۔

(2) عالم باللہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حدود اور فرائض نہیں جانتا۔

(3): عالم بامر اللہ: جو حدود و فرائض کو جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور غفور کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تضادات سے جو پھلوں، پہاڑوں، انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں میں پائے جاتے ہیں اس سے اپنی صفت عزیز کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم والے بندوں کے ڈر کی وجہ سے اپنی صفت غفور یعنی گناہوں کو معاف کرنے والے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ غلبہ رکھتا ہے لیکن معاف کر دیتا ہے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے علم والوں کے رب سے ڈرنے کا سبب کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کے توسط سے یہ واضح کیا ہے کہ وہ گناہ گاروں کو سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے وہ العزیز ہے لیکن اس کے باوجود توبہ کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ الغفور ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی'' (29)

سوال1: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی'' آخرت کی تجارت کرنے والوں کی سرگرمیوں کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں''،یعنی جولوگ قرآن مجید کی تلاوت میں مداومت کرتے ہیں۔(الاساس:4595/8)

(2)جوشخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔خشیت الٰہی اسے گناہوں سے باز رہنے اوراللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرنے کی موجب بنتی ہے۔

(3)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اورنماز قائم کرتے ہیں''،یعنی وہ وقت کی پابندی،شرائط،ارکان،آداب اورخشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں وہ دین کے ستون اورایمان کی میزان کو پکڑ لیتے ہیں۔

(4)﴿وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ ''اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں'' جو زکوٰۃ وصدقات کھلے چھپے خرچ کرتے ہیں۔

(5)﴿يَّرْجُوْنَ﴾ ''وہ امید رکھتے ہیں''،یعنی وہ تلاوت قرآن،نماز اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے امید رکھتے ہیں۔

(6)﴿تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ ''ایسی تجارت جو ہرگز برباد نہیں ہوگی''ایسی تجارت کی،جوکبھی کساد کا شکار ہوگی نہ فساد کا،بلکہ وہ سب سے بڑی،عالی شان اورافضل ترین تجارت ہے۔آگاہ رہو کہ وہ تجارت ان کے رب کی رضا،اس کے بے پایاں ثواب کا حصول،اس کی ناراضی اورعذاب سے نجات ہے۔اس آیت کریمہ میں ان اہل ایمان کے اعمال میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان اعمال میں ان کے مقاصد برے اورنیت فاسد نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ جس چیز کی امید کرتے تھے وہ ان کو حاصل ہوگئی۔
(تفسیر سعدی2223,2224/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ سے کی گئی تجارت کبھی خسارے میں کیوں نہیں جاسکتی؟

جواب:تجارتی خسارہ تبھی ہوتا ہے جب کسی کے اصل زر میں کمی واقع ہوجائے۔اللہ تعالی کے خزانوں میں کمی نہیں آتی وہ جو چاہے عطا کر سکتا ہے۔وہ اعمال صالح پر پورا اجر عطا فرمائے گا۔اس لئے اس سے کی گئی تجارت میں خسارے اورکمی کا امکان نہیں ہوتا۔

﴿لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے اوراپنے فضل سے ان کو اورزیادہ دے۔یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے''(30)

سوال1:﴿لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے اوراپنے فضل سے ان کو اورزیادہ دے۔یقیناً وہ بے حد بخشنے والا،نہایت قدر دان ہے''،یعنی اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا جن کا انہوں نے تصور بھی نہ کیا۔(2)﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے اجر سے بڑھ کر نوازے گا۔

(3)﴿اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''یقیناوہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا یقیناً وہ غفور ہے اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کو شرف قبولیت بخشے گا یقیناوہ شکور ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ انسان کی کوششوں کا پورا پورا بدلہ اور اس سے زیادہ کیوں عطا کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں اور نقائص سے درگزر کرنے والا، بخشنے والا اور قدردان ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور شکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اعمال کے پورے اجر دینے سے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ نقائص سے درگزر کرتا ہے اور مومن بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعمال کے اجر کو اپنے فضل سے بڑھانے سے اپنی قدردانی کا شعور دلایا ہے کہ وہ تھوڑے کو قبول کرتا ہے وہ ایمان والوں کی اطاعت اور اور نیک اعمال کا قدردان ہے وہ اعمال کا اجر زیادہ دیتا ہے۔ وہ شکور ہے۔

﴿وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (31)

سوال1:﴿وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقینا پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''اور ہم نے آپ کو کتاب میں سے جو وحی کی ہے وہ حق ہے اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر واجب ہے کہ وہ اس پر عمل کریں۔ (ایسر التفاسیر:1260،1261)

(2)﴿اَلْحَقُّ﴾ ''حق ہے'' کیونکہ وہ جن امور پر مشتمل ہے وہ حق ہیں اور اس نے حق کے تمام اصولوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ گویا تمام حق

صرف اسی کتاب کے اندر ہے، اس لیے تمھارے دلوں میں حق کے بارے میں کوئی تنگی نہ آئے اور تم حق سے تنگ آ کر اسے ہیچ سمجھو۔ جب یہ کتاب حق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مسائل الٰہیہ اور امور غیبیہ جن پر یہ کتاب دلالت کرتی ہے واقع ہوں، لہذا یہ جائز نہیں کہ اس سے کوئی ایسی مراد لی جائے جو اس کے ظاہر اور اس چیز کے خلاف ہو جس پر اس کا ظاہر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2225/3)

(3) ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''اور اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے''، یعنی پہلی کتابوں تورات اور انجیل کی تصدیق کرنے والی ہے۔ گزشتہ کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی تھی۔ قرآن اس پیشن گوئی کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لیے اب یہ ممکن نہیں کہ کوئی پہلی کتابوں پر ایمان لائے اور قرآن کا انکار کرے۔

(4) ﴿إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو دیکھتا ہے اور ان کی خبر رکھتا ہے۔ اس لئے وہ ہر فرد کو وہی کچھ دیتا ہے جس کے وہ لائق ہو اور ہر قوم کو بھی وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے حالات کے مطابق ہو یہ امت چونکہ نرم ترین دلوں اور کامل ترین عقل کی حامل تھی اسی لئے رب العزت نے اسے دین اسلام کے لئے چنا۔

سوال 2: پہلی کتابوں کی تصدیق کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب: پہلی کتابوں کی تصدیق اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی کتابوں کی طرح اس کتاب کو نازل کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات خبیر اور بصیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں کے بعد قرآن مجید کو نازل کرنے سے اپنے خبیر اور بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ خبر رکھتے ہیں کہ پچھلی کتابیں تحریف اور تبدیلی کا شکار ہوگئی ہیں اس لئے اب وہ ہدایت کے قابل نہیں رہیں اور اب خبر رکھنے والے نے کتاب ہدایت نازل کر دی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ انسانوں کے حالات دیکھتا ہے، ان کی مشکلات کی خبر رکھتا ہے، وہ بصیر ہے، اس نے سب کچھ دیکھ کر، ہر چیز کی خبر رکھ کر کتاب نازل کی ہے۔

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے،

یہی بہت بڑا فضل ہے‘‘ (32)

سوال 1:﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا‌ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ﴾ ’’پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے‘‘ قرآن پر عمل کرنے والے تین قسم کے لوگوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا﴾ ’’پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا‘‘ یعنی اب قرآن مجید کا وارث ہم نے ان کو بنایا ہے جنہیں ہم نے چن لیا ہے۔ ان لوگوں سے مراد امتِ محمدیہ ہے۔ (2)﴿فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ﴾ ’’چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے‘‘ یعنی وہ ایسے گناہ، نافرمانی اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں جو کفر سے کم ہیں۔

(3) ظالم وہ ہے جو بعض واجبات میں بڑھ جاتا ہے اور بعض حرام کاموں کا اجتناب کرتا ہے۔

(4)﴿وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ﴾ ’’اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے‘‘ یعنی وہ جو حرام کاموں کو چھوڑ کر صرف واجبات ادا کرتے ہیں۔

(5)﴿وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ﴾ ’’اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے‘‘ جو ذوق وشوق سے فرائض اور نوافل ادا کرتے ہیں اور صغیرہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

(6) رب العزت نے اپنی کتاب کی وراثت کے لئے سارے لوگوں کو چن لیا ہے۔

(7) کتاب کی وراثت سے مراد کتاب کا علم حاصل کرنا، اس کے الفاظ کو سیکھنا، اس کے معنی کا استنباط کرنا، کتاب پر عمل کرنا۔

(8)﴿بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے حکم سے‘‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سبقت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کاموں کے قابل ہوتے ہیں اس لیے اپنے عمل کے بارے میں دھوکے میں نہ رہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

(9)﴿ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ﴾ ’’یہی بہت بڑا فضل ہے‘‘ اس کتاب عظیم کی وراثت بہت بڑا فضل ہے۔

سوال 2: کتاب کا وارث چنے ہوئے بندوں کو بنایا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی وراثت محمد الرسول اللہ ﷺ کی امت کو ملی ہے۔

(2) اس سے یہ مراد ہے کہ دوسری امتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو چن لیا ہے۔

سوال3: کتاب کے وارثوں میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کون سے لوگ ہیں؟

جواب: (1) کتاب کے وارثوں میں سے جو اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں۔

(2) جو صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ (3) جو بعض حرام کاموں کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

سوال4: کتاب کے وارثوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کیوں کہا؟

جواب: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اس لیے کہا کہ اپنی کچھ کوتاہیوں اور غلطیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اس بلند درجے سے محروم کر لیتے ہیں جو باقی لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

سوال5: کتاب کے وارثوں میں سے متوسط درجے کے لوگ کون سے ہیں؟

(1) یہ وہ لوگ ہیں جو ملے جلے عمل کرتے ہیں۔ (2) یہ وہ لوگ ہیں جو فرائض پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

(3) یہ لوگ حرام کاموں کو ترک کرنے والے ہیں۔ (4) یہ لوگ کبھی مستحب کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(5) یہ لوگ کبھی حرام کاموں کا ارتکاب بھی کر لیتے ہیں۔

سوال6: نیکیوں میں ترقی کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: یہ وہ لوگ ہیں جو دین کے معاملے میں سبقت لے جانے والے، بڑھ چڑھ کر نیکیاں کرنے والے ہیں۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ﴾

''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' (33)

سوال1: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' قرآن کے وارث جنت کے وارث ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے اجر کا ذکر فرمایا جن کو اس نے یہ وراثت عطا کی ہے۔ ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا﴾ یعنی وہ ایسے باغات ہوں گے جو درختوں، گھرے سایوں، خوبصورت پھلواریوں، اچھلتی ہوئی ندیوں، عالی شان محلات اور آراستہ کیے ہوئے گھروں پر مشتمل ہوں گے، جو ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل نہیں ہوں گے۔ وہاں ایک ایسی خوبصورت زندگی ہوگی جو کبھی ختم نہ ہو۔ (عدن) سے مراد 'اقامت' (قیام کرنا) ہے تو

﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ﴾ ''یعنی باغات اقامت ہے۔'' باغات کی اقامت کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ دائمی اقامت اور ہمیشگی ان باغات اوران کے رہنے والوں کا وصف ہے۔ (تفسیر سعدی:2226/3)

(2) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس آیت ﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ﴾ ''پھر ہم نے اللہ کے حکم سے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا، توان میں سے بعض تو خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اوران میں سے بعض نیکی وبھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے لوگ ہیں'' کے سلسلے میں فرمایا: ''یہ سب ایک ہی درجے میں ہوں گے اور یہ سب کے سب جنت میں جانے والے لوگ ہیں۔'' (فاطر:32)(ترمذی:3225)

(3) ﴿يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ﴾ ''ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اوران میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' جنت عدن میں رہنے والوں کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے جہاں تک مومن کے جسم پر وضو کا پانی پہنچے گا۔

(4) ﴿وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ﴾ ''اوران میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' اہل جنت کو باریک اور موٹا سبز ریشم پہنایا جائے گا۔

سوال 2: کتاب کے وارثوں میں سے جنت میں کون لوگ جائیں گے؟

جواب: تینوں قسم کے لوگ جنتی ہیں۔

سوال 3: تینوں قسم کے لوگ کیسے جنت میں جائیں گے؟

جواب: (1) سابقون بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

(2) متوسط درجے کے لوگ آسان حساب کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

(3) اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے شفاعت کے بعد سزا بھگت لینے کے بعد جنت میں جائیں گے۔

سوال 4: سونے کے کنگن اور ریشم جنتیوں کا پہناوا ہوں گے۔ دنیا میں ریشم اور سونے کے پہننے کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب اللباس کی روایت ہے ''ریشم اور دیباج دنیا میں مت پہنو اس لئے کہ جو دنیا میں اسے پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' رسول اللہ نے فرمایا: ''ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔''

(5) سیدنا ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ انہوں نے پانی مانگا۔ ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ میں نے صرف اسے اس لیے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا ہوں (کہ چاندی کے برتن میں مجھے کھانا اور پانی نہ دیا کرو) لیکن وہ نہیں مانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''سونا، چاندی، ریشم اور دیباج ان (کفار) کے لیے دنیا

میں ہے اور تمہارے (مسلمانوں) کے لیے آخرت میں۔'' (بخاری:5831)

(6) نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو مرد ریشمی لباس دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں اسے ہرگز نہیں پہن سکے گا۔'' (بخاری:5832)

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴾

''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' جنتی خوف اور غم سے نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا'' اہل جنت اللہ تعالیٰ کی جنت میں ہر قسم کے حزن وغم سے نجات پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ جنت میں حسن و جمال میں، لذتوں میں، صحت میں کسی قسم کا نقص نہیں آئے گا جس کی وجہ سے غم لاحق نہیں ہوگا۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے ﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ﴾ ''بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' وہ ہمارے عیبوں کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ ہمارا رب حسنات کی قدردانی کرنے والا شکور ہے۔

سوال 2: جنتی کس غم کے دور ہونے پر اللہ کا شکر ادا کریں گے؟

جواب: (1) دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہو جانے کا غم۔ (2) حساب کتاب کا غم۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور شکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غموں سے بچنے پر اور جنت میں داخلے سے اپنے درگزر اور اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کتاب کی وراثت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والوں کو اپنی قدردانی کا شعور دلایا ہے وہ شکور ہے سچا قدردان ہے۔

﴿الَّذِيٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴾

''جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' (35)

سوال 1: ﴿الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ٹھہرائیں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا﴾ ''جس نے ہمیں اتار دیا'' جس نے ہمیں جنت میں ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر ٹھہرایا ہے۔

(2) ﴿دَارَ الْمُقَامَةِ﴾ ''ابدی قیام کی جگہ'' جہاں کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں اور خوشیوں اور بے شمار بھلائیوں کی وجہ وہاں قیام کی خواہش کی جاتی ہے۔ (3) ﴿مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اپنے فضل سے'' یعنی اعمال کی وجہ سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہمیں جنت عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ہم کبھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میرا بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' (بخاری: 5673)

(5) ﴿لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔'' اس میں نہ ہمارے جسموں کو اذیت پہنچے گی نہ روح کو تکلیف ہوگی۔

(6) یعنی بدن، قلب اور دیگر قویٰ میں کثرت تمتع کی وجہ سے کوئی تھکاوٹ نہ ہوگی۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اہل جنت کے بدن کو کامل زندگی عطا کرے گا اور انھیں دائمی طور پر راحت کے اسباب مہیا کرے گا۔ ان کے یہ اوصاف ہوں گے کہ ان کو کوئی کمزوری لاحق ہوگی نہ تھکن اور نہ کسی قسم کا حزن وغم۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں نیند نہیں آئے گی کیونکہ نیند تو صرف تھکن دور کرنے اور راحت حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور اہل جنت کو تو تھکن لاحق نہیں ہوگی۔ اور نیند گویا ایک چھوٹی موت ہے اور اہل جنت کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اہل جنت میں شامل کرے۔ (آمین) (تفسیر سعدی: 3/2227،2226)

سوال 2: جنتی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کیسے کریں گے؟

جواب: (1) جنتی کہیں گے اس نے ہم سے غم دور کر دیا۔

(2) اس نے ہمیں ایسے مقام پر لا اتارا جہاں ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

(3) وہ کہیں گے جنت میں ہمیں کوئی خستگی نہیں پہنچے گی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کیسے جنت کی ترغیب دلائی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے اعتراف سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے جنت میں ملنے والے زیورات، اور لباسوں سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے غم دور ہونے پر اہل جنت کے شکر ادا کرنے سے جنت کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (36)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' جہنمی نہ مریں گے، نہ ان کا عذاب ہلکا ہوگا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔

(2) ﴿لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ ''ان کے لئے جہنم کی آگ ہے'' ان کے لئے جہنم کی آگ کا بدلہ ہے۔ جہاں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

(3) ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ﴾ ''نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا'' نہ تو موت سے ان کا قصہ پاک ہوگا۔

(4) ﴿فَيَمُوْتُوْا﴾ ''کہ وہ مرجائیں'' کہ وہ مر کر آرام پالیں۔

(5) ﴿وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ ''اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا'' ہر وقت ان کے عذاب میں دائمی شدت ہوگی ایسا نہیں ہوگا کہ جہنم کے عذاب میں کبھی کمی کی جائے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (٧٤) ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ (٧٥) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ (٧٦) وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (٧٧)﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں ناامید ہوں گے۔ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا ربّ ہمارا خاتمہ ہی کردے'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' (زخرف: 77-74)

(7) ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے، پھر وہی ہدایت پانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سرپرست ہرگز

نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن انہیں اُن کو اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کر دیں گے۔'' (بنی اسرائیل: 97)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لایا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے تو پھر جنت والوں کی خوشی بڑھ جائے گے اور دوزخ والوں کی پریشانی میں زیادتی ہو جائے گی۔'' (مسلم: 7184)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، یہ جہنم کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! (جلانے کے لیے) یہی آگ کافی تھی، آپ نے فرمایا: وہ تو اس سے انہتر (69) گناہ زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔ (مسلم: 7165)

(10) ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ ''ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' اس طرح ہم اپنے رب کی آیات اور ملاقات سے کفر کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے برے انجام سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دوزخ کی آگ میں ڈالنے سے خوف دلایا ہے کہ نہ اس میں جئیں گے اور نہ مریں گے، نہ دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر کے کہ ہر کافر کو ایسے ہی سزا ملتی ہے کفر کے انجام سے خوف دلایا ہے۔

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' (37)

سوال 1: ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' اہل جہنم کی دوزخ میں چیخ و پکار، کی

وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا﴾ ''اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے''، جہنم میں اہل دوزخ اونچی آواز میں چیخیں اور پکاریں گے وہ گڑگڑا کر بلک کر کہیں گے۔(2)﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں نکال'' اے ہمارے رب ہمیں اس مصیبت سے نجات دے کر دنیا کی زندگی میں بھیج دے۔

(3)﴿نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ''اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے''یعنی ہم اپنے عملوں کے برعکس نیک عمل کریں گے۔یعنی شرک اور نافرمانیاں نہیں کریں گے۔جیسا کہ فرمایا:﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا،تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (غافر:11)

(4)﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ﴾ ''اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا'' یعنی تم جہنم سے نکلنا چاہتے ہو تاکہ نیک عمل کرو۔کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ تم شرک اور نافرمانیوں سے بچ جاتے۔(ایسر التفاسیر:1262)

(5)''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا عذر ختم کر دیا جسے اس نے ساٹھ برس کی عمر دے دی۔'' (بخاری:6419)

(6)﴿وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾ ''اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آچکا تھا''یعنی پہلے بیدار کرنے والے پیغمبروں کی طرح تمہارے پاس بھی پیغمبر آئے تھے یا جیسا کہ اہل جہنم خود اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے۔﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (8) قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (9)﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے میں پھٹ پڑے۔جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے داروغہ اُس سے پوچھیں گے:''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟'' وہ کہیں گے:''کیوں نہیں! یقیناً ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تھا۔پھر ہم نے (اُسے) جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اُتاری۔تم محض ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' (الملک:9,8) تمہیں نصیحت اور انذار نے فائدہ نہ دیا۔تم نے ہماری طرف رجوع نہ کیا۔

(7)﴿فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' تمھارے سامنے پے در پے اپنی نشانیاں ظاہر کیں اور تمھارے پاس ڈرانے والے بھیجے اور تمھیں سختی اور نرمی کے ذریعے سے آزمایا گیا تاکہ تم ہماری طرف رجوع کرو اور ہماری طرف لوٹو۔ مگر تمھیں کسی نصیحت اور انذار نے کوئی فائدہ نہ دیا۔(سعدی:2228/3)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کرنے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کافروں کے چلانے سے کہ یا اللہ یہاں سے نکال دے ہم پہلے اعمال کے مقابلے میں مختلف عمل کریں گے یہ شعور دلایا

ہے کہ کل توتم غیروں کی عبادت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہو گے۔کل تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بجائے اطاعت کرنا چاہو گے اور کل یہ موقع نہیں ملے گا پھر آج کیوں نہیں اپنے کفر کو چھوڑ دیتے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کافروں کی فریادوں کا کیا جواب دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: (1) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا۔

(2) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔(3) اب مزہ چکھو ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

سوال4: یہاں عمر سے کتنی عمر مراد ہے؟

جواب: عمر کا تعین کرنا درست نہیں اس لیے کہ لوگوں کو مختلف عمر ملتی ہے۔

سوال5: یہاں ڈرانے والے سے کون مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد نبی ﷺ ہیں جو حق کی طرف بلاتے رہے لیکن ان کی باتوں کی طرف نہ ان کی نصیحت کی طرف لوگوں نے توجہ کی۔

رکوع نمبر 17

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے۔یقیناً وہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے''(38)

سوال1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے۔یقیناً وہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے کمال علم کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے ہر غیب کو جانتا ہے۔اسے تمام چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے۔اس کے سامنے عیاں ہے جو مخلوق کے لئے غیب ہے۔جیسا کہ فرمایا: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' (الجن:26)

(2) یہاں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی بات اس مقصد کے لیے بھی ہوسکتی ہے کہ کافر دنیا میں واپسی کی آرزو کریں گے اور یہ دعوے کریں گے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے، جس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسا نہیں کریں گے بلکہ وہی کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔

(3)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناوہ سینوں کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے''(1)اللہ تعالیٰ نے سینوں کے راز جاننے کا ذکر اس حوالے سے کیا ہے کہ اس کے لیے نہ دل کی بات غیب ہے نہ خفیہ سے خفیہ معاملات۔

(2)اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے کہی کہ تمہارے دلوں کے اندر جو ربّ کا خوف ہے یا ایمان کی محبت اس کا رب کو علم ہے لہذا محض دعووں کی بنیاد پر تمہیں واپس نہیں بھیجا جا سکتا۔

(4)﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اورتم اپنی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کردو، یقیناوہ تو سینوں والی بات کوخوب جاننے والا ہے۔(الملک:13)وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا۔

(5)﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں،اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔''(الانعام:59)

سوال:2 یہاں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کے عالم ہونے کا ذکر کس سلسلے میں کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی بات اس مقصد کے لیے بھی ہوسکتی ہے کہ کافر دنیا میں واپسی کی آرزو کریں گے اور یہ دعوے کریں گے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقل کا علم رکھتا ہے، جس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسا نہیں کریں گے بلکہ وہی کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾

''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُسی پر ہے،اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کا کفران کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا''(39)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُسی پر ہے،اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کا کفران کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' کفر رب کے ہاں غضب کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا'' خلیفہ سے مراد پچھلی قوموں کی جگہ وارث اور جانشین بنانا ہے۔ مراد ہے کہ پچھلی قوموں کے گزر جانے کے بعد تمہیں زمین میں آباد کیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں اُن کے بعد زمین میں جانشین بنادیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (یونس:14)

(3)﴿فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ﴾ ''پھر جو کوئی کفر کرے اُس کا کفر اُسی پر ہے'' کفر کرنے والے پر ہی اس کے کفر کا وبال ہے پڑتا ہے۔ ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا انکار اُسی پر ہے۔ اور جس نے نیک عمل کیے تو وہ اپنے لیے ہی سامان کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

(4)﴿وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا﴾ ''اور کافروں کا کفر اُن کے رب کے ہاں ناراضگی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' کافر اپنے کفر سے رب کے غضب میں ہی اضافہ کرتا ہے۔

(5)﴿وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور کافروں کا کفران کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتا'' یعنی وہ اپنی ذات، اپنے گھر والوں، اپنے اعمال اور جنت میں اپنی منازل کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔ کفار ہمیشہ بدترین بدبختی، گھاٹے، اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی اور اس کی مخلوق کے ہاں محرومیوں میں مبتلا رہیں گے۔ (تفسیر سعدی:2229/3)

سوال 2: ایک قوم کے بعد دوسری قوم کیسے جانشین بنتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایک قوم کو زمین میں بسنے اور عمل کرنے کا موقع دیتے ہیں پھر جب وہ قوم نااہل ثابت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری قوم کو آباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بنانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا

سوال 3: فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) اس سے مراد ہے کہ جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا انجام گھناؤنا ہے۔

(2) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔

سوال 4: کفر کس چیز میں ترقی کا سبب بنتا ہے؟

جواب:(1) کفر اللہ کی ناراضگی میں ترقی کا سبب بنتا ہے۔

(2) کفر انسان کے نفس کے لئے خسارے میں ترقی کا سبب بنتا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي

السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾

''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے'' (40)

سوال1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''آپ کہہ دیں کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو؟ مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے شرک پر کوئی دلیل نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے رسول ﷺ آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ﴾ ''کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا''، تم مجھے اپنے شریکوں کے بارے میں بتاؤ۔

(3) ﴿الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے ہو''، یعنی جن سے تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا دعائیں مانگتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو کیا وہ اس کے مستحق ہیں؟

(4) ﴿ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ ''مجھے بھی دِکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟'' انہوں نے کیا چیز بنائی ہے؟ وہ تو کھجور کی گٹھلی کا چھلکا بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ نہ انہوں نے کچھ بنایا ہے نہ وہ بنا سکتے ہیں۔

(5) زمین اور آسمان کی ہر چیز اپنے اندر ایسے آثار رکھتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے پیدا نہیں کیا۔ انسانوں کی صنعت میں ایسے آثار نہیں پائے جاتے۔ تخلیق رب ہی کی صفت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں۔

(6) ﴿اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے''، جب ان خود ساختہ معبودوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے نہ خالق کی تخلیق میں یہ شریک ہیں تو پھر تم ان کی بے بسی کا اقرار کرنے کے باوجود ان کو کیوں پکارتے اور ان کی کیوں عبادت کرتے ہو؟ پس ان کی عبادت کے جواز کی دلیل ختم ہوگئی اور ان کی عبادت کا بطلان ثابت ہوگیا۔ (سعدی:3/2230,2231)

سوال2: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''یا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے کفر اور شرک کرنے والے خواہشات کے پیروکار رہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے غیر اللہ کی عبادت کی سمعی دلیل کو باطل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا﴾ ''یا ہم نے اُنہیں کوئی

کتاب''یعنی کیا ہم نے ان پر کتاب نازل کی تھی جو شرک کو جائز قرار دیتی ہو یا جو شرک کا حکم دیتی ہو ۔

(2)﴿فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡ﴾ ''وہ اُس میں سے کسی دلیل پر قائم ہیں''یعنی جب کسی کی آیت سے یہ شرک ثابت کرتے ہو یا ان کے پاس شرک کی کوئی دلیل ہو جو اس کے جواز کو ثابت کرتی ہو ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرح وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری عبادت کرو۔''(الانبیاء:25)

(3)تمام انبیاء اور آسمانی کتابیں متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اخلاص کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ﴾ ''اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے یکسو ہو کر اُس کی عبادت کریں۔''(البینہ:5)

(4)﴿بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا﴾ ''بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے''جب عقلی اور نقلی دلائل سے شرک ثابت نہیں ہوا تو انہیں پھر کون سی چیز ہے جو شرک پر آمادہ کرتی ہے ۔ یہ جھوٹی تمنائیں ہیں جو انہیں شیطان دلاتے ہیں ۔ جو برے اعمال کو مزین کرتے ہیں ۔ جو ان کے دلوں میں جڑ پکڑ لیتے ہیں تب انہیں دلوں سے نکالنا مشکل ہو جاتا ہے ۔

(5)سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے(اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا ۔ (بخاری:4686)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے مشرکوں سے دریافت کروایا ہے کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جس نے زمین میں سے کوئی حصہ بنایا ہو؟

(2)یا ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آسمان میں کوئی حصہ داری ہو؟

(3)یا ان میں سے کوئی ایسا ہو جس کو ہم نے کتاب دی ہو اور یہ اسکی دلیل پر قائم ہوں؟

(4)جب ان میں سے کوئی بات نہیں تو سچی بات یہ ہے کہ باتوں سے ہی ایک دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں ۔

سوال 4: کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ تخلیق کا کام کسی اور کے نام سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟

جواب: زمین اور آسمان کی ہر چیز اپنے اندر ایسے آثار رکھتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے پیدا نہیں کیا۔ انسانوں کی صنعت میں ایسے آثار نہیں پائے جاتے ۔ تخلیق رب ہی کی صفت ہے اس میں اسکا کوئی شریک نہیں ۔

سوال 5: کیا آسمانوں میں کسی کی شرکت ہو سکتی ہے؟

جواب: جب زمین کی کسی چیز کے بارے میں دعویٰ نہیں کیا جا سکتا تو آسمان کی کسی چیز کے بارے میں کیسے دعوہ کیا جا سکتا ہے؟

سوال 6: کیا خود ساختہ معبودوں کے اندھے عقیدے پر کوئی کتاب اتری ہے؟ اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا شریکوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل کی ہے جو یہ بتاتی ہو کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے کوئی حصہ دار یا شریک ہیں۔

(2) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ کی چاہت سے ہے اور اس کے لئے صریح ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے جب کہ کتاب کی کوئی گواہی نہیں ہے تو شرکت کا دعویٰ غلط ہے۔

سوال 7: یہاں وعدے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ بات ہے جس کا اظہار یہ ایک دوسرے کے سامنے کرتے تھے کہ مسلمانوں پر غالب آئیں گے اس سے انہیں کفر پر قائم رہنے کے لئے حوصلہ ملتا تھا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے'' (41)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے'' آسمان اور زمین کو تھامنے والا اللہ تعالیٰ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) یہاں شرک کو رد کرنے کے لئے چھوٹے معبودوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت اور وسعت حلم اور کمال قدرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ آسمان وزمین کو اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ وَالۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو زمین میں ہے

اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے؟ اور وہ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اُس کے حکم سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (الحج:65)

(2) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک بار پکارے گا، تب تم اچانک نکل آؤ گے۔'' (الروم:25)

(3) ﴿وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور اگر وہ دونوں ٹل جائیں تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا اُن دونوں کو کوئی تھام نہیں سکتا'' اگر وہ ٹل جائیں تو اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو انھیں روک سکے۔ ان کی طاقت اور ان کے قویٰ ان کے بارے میں عاجز آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ زمین و آسمان ویسے ہی رہیں جیسے وجود میں لائے گئے تا کہ مخلوق کو استقرار، فائدہ اور عبرت حاصل ہو، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سلطان، قوت اور قدرت کو جان لیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے جلال و تعظیم اور محبت و تکریم سے لبریز ہوں اور تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہ گاروں کو مہلت عطا ہونے اور نافرمانوں کو سزا دینے میں عدم عجلت کی بنا پر جان لیں کہ وہ کامل حلم و حکمت کا مالک ہے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے تو ان پر پتھروں کی بارش برسا دے اور اگر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے تو وہ ان کو نگل جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مغفرت اور اس کا حلم و کرم ان پر سایہ کناں ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2231)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا! اے محمد! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمین کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک انگلی، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اس پر نبی ﷺ ہنس دیئے اور یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (جو سورہ الزمر میں ہے) (بخاری:7451)

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔'' (i) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے شرک کے باوجود اتنے حلیم کا مظاہرہ کیا ہے کہ زمین و آسمان اتنے جھوٹے دعوے پر ٹل جاتے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں تھامے ہوئے ہے یقیناً وہ حلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتا ہے بُرے اعمال کی وجہ سے ختم نہیں کرتا توبہ کرنے کا موقع دیتا ہے وہ بہت بڑا حلیم ہے

(ii) اللہ تعالیٰ غفور ہے لوگوں کے شرک پر بھی وہ ان سے درگزر کرتا ہے جب بھی کوئی بھلائی دیکھے تو مغفرت فرماتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کا بے پایاں حلم اور مغفرت ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا اظہار یہاں کس سلسلے میں کیا گیا؟

جواب: (1) یہاں شرک کو رد کرنے کے لئے چھوٹے معبودوں کے مقابلے میں اللہ کے کمال قدرت کا اظہار کیا گیا اللہ تعالیٰ زمین و آسمان

کوٹل جانے سے روکے ہوئے ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کے بعد کوئی ان میں سے ان دونوں کو تھامنے والا نہیں۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾

''اورانہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگراُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہراُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' (42)

سوال1: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''اورانہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگراُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہراُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' رسول کی تمنا کرنے والوں نے رسول کو ٹھکرا دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ ''اورانہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے پکی قسمیں کھاتے تھے۔

(2) ﴿لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ﴾ ''کہ یقیناً اگراُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا'' اگران کے پاس کوئی بےدار کرنے والا نبی آتا۔

(3) ﴿لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ﴾ ''تو وہ یقیناً ضرور ہراُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے'' تو دنیا کی سب قوموں سے بڑھ کر وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔انہوں نے اپنی قسموں کو پورا نہیں کیا۔

(4) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا'' جب ان کے پاس بےدار کرنے والا، ڈرانے والا نبی آگیا تو وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے۔اس گمراہی نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا۔

(5) ان کا یہ قسمیں اٹھانا حق جاننے کے لیے نہیں تھا اگر ایسا ہوتا تو تمہیں اس کی توفیق دے دی جاتی۔ان کا مقصد دھوکے کے سوا کچھ نہ تھا ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ کہا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص کیے گئے بندے ہوتے! تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الصّٰفّٰت:167-170)

سوال4: جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیج دیا تو لوگوں کا رویہ کیسا ہو گیا؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو محمد رسول ﷺ بنا کر بھیجا تو لوگوں کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔

﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾

''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں وہ انتظار کرتے مگر پہلوں کے طریقے کا پس آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے کو بدلنے کا ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے طریقے کو پھیرنے کا ہرگز کوئی راستہ نہ پائیں گے'' (43)

سوال1: ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ ''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں'' بری چال، چلنے والوں کو ہی گھیرتی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ﴾ ''زمین میں خود کو بڑا سمجھنے اور بُری تدبیر کرنے کی وجہ سے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی پیروی کے مقابلے میں خود کو بڑا جانا۔ دوسرے لوگوں کو روکنے کے لیے چالیں چلتے رہے۔

(2) ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ ''اور بری تدبیر اس کے کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی نہیں'' بری چال چلنے والوں کو گھیرتی ہے جیسا کہ فرمایا: ''﴿إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے۔'' (یونس:23)

(3) ﴿فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ ''چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا'' (الفتح:10)

(4) سازشوں کا وبال ان ہی پر پڑے گا۔ مکر و فریب کا وبال ان کی طرف ہی لوٹے گا۔

سوال2: لوگوں نے رسول اللہ کا انکار اور دین حق کی مخالفت کیوں کی؟

جواب: لوگوں نے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا انکار اور ان کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا۔

سوال3: مَكْرَ السَّيِّئِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بُری تدبیر، حیلہ اور دھوکہ ہے۔

سوال4: بُری تدبیروں کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب: بری تدبیروں کا وبال ان ہی پر پڑتا ہے جو بُری چالیں چلتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے بری تدبیروں سے روکنے کے لیے انسان کو کس چیز کا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ دیکھو پچھلی قومیں شرک کرتے ہلاک ہو گئیں تو اب کیا یہ لوگ بھی ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس کا دستور کبھی نہیں بدلے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی سنت کو اس کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کی سنت کو بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو رحمت سے بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کی سنت کے منتقل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرنا۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو انسان اس کا رخ کسی دوسری قوم کی طرف نہیں کر سکتا۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی سنت کی وضاحت کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس سے اہل عرب کو ڈرانا مطلوب ہے کہ ابھی وقت ہے کفر اور شرک چھوڑ کر یہاں آئیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی سنت سے بچ نہ پائیں گے۔

﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں یقیناً وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (44)

سوال1: ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے'' انبیا کو جھٹلانے کا برا انجام یاد رکھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' کیا یہ مشرک، جھٹلانے والے زمین میں چلے پھرے نہیں۔ (2) ﴿فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کہ وہ دیکھیں کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزرے

ہیں'' اللہ تعالیٰ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ محض غفلت کے ساتھ نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے اپنے قلب وبدن کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں اور دیکھیں کہ ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔'' (تفسیر سعدی:2233/3)

(3)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر دیکھو اُن کی تدبیر کا انجام کیسا ہوا! یقینا ہم نے اُن کو اور اُن کی پوری قوم کو ہلاک کر دیا۔'' (النمل:51)

(4)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑا۔ پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا۔ پھر دیکھو کہ ظالموں کا کیا انجام ہو۔'' (القصص:40)

(5)﴿وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''حالانکہ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے'' یعنی قوم صالح، قوم ثمود اور قوم ہود اور دوسری تباہ شدہ قومیں ان لوگوں سے زیادہ قوت والی تھیں۔

سوال 2:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں یقینا وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کہ اُسے کوئی چیز عاجز کر دے، نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں'' کوئی اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتا، کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔

(2)﴿اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ ''وہ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یقینا اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو جانتا ہے۔ اس کی قوت بڑی زبردست ہے جب وہ کسی کام کا ارادہ فرما لیتا ہے تو کائنات کی کوئی طاقت اسے ہرا نہیں سکتی۔ وہ ہر ایک پر غالب پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 3: زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت کیوں دی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلے لوگوں کا انجام دیکھنے کے لیے زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت دی ہے کہ وہ قوت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں لہذا اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اختیار نہ کرو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور قدیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچانے والا ہے یقینا وہ قدیر ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات کا علم رکھنے والا ہے ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دیتا ہے یقینا وہ علیم ہے۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے فوراً نہ پکڑنے کی حکمت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا'' رب العزت نے اپنے کمال حلم کی وجہ سے گناہ گاروں کو دی جانے والی مہلت کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر فوراً پکڑ لیتا۔

(2) ﴿مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا'' تو آسمان اور زمین کی ساری مخلوقات کا رزق اور ان کی جانیں اس عذاب سے ختم ہو جائیں۔

(3) ﴿وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا اللہ تعالیٰ ایک وقت تک مہلت دیتا ہے۔

(4) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے علم کے مطابق اچھے برے اعمال پر جزا سزا دے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا﴾ ''اور آپ کا ربّ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو یقیناً ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے وعدے کا ایک وقت ہے جس کے سوا وہ ہرگز کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:58)

(6) ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ان کے ظلم کی بنیاد پر مواخذہ کرتا تو اس پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، چنانچہ جب ان کی مدت آ جاتی ہے تو وہ اس سے ایک گھڑی بھی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔'' (النحل:61)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال پر پکڑتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال پر پکڑتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا۔

سوال 3: معیاد معین سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد دنیا کی مہلت بھی ہوسکتی ہے اور قیامت کا دن تو ہے ہی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ معیاد ختم ہونے پر کیا کریں گے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ معیاد ختم ہونے پر لوگوں کا محاسبہ کریں گے۔

(2) ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔

(3) اہل ایمان کو اطاعت کا ثواب دے گا۔

(4) نافرمانی کرنے والوں کو اور کفر کرنے والوں عذاب دے گا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ لے گا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مومنوں کو تسلی دی جائے اور کافروں کو ڈرایا جائے۔

رکوعاتها ۵ ۳۶ سُورَةُ یٰسٓ مَكِّيَّةٌ ۴۱ اٰیاتها ۸۳

سوال 1: سورۃ یس کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ یس مکی سورۃ ہے اس میں 5 رکوع اور 83 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 36 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 41 ہے۔

رکوع نمبر 18

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿یٰسٓ﴾

”یس“ (1)

سوال 1: ﴿یٰسٓ﴾ ”یس“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یٰسٓ'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾

''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' (2)

سوال1: ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ ''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' قرآن کا وصف حکمت ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ ''قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی!'' رب العزت نے قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے۔ حکمت قرآن کا وصف ہے۔ حکمت سے مراد ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا۔

(2) ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں۔'' (ال عمران:58)

(3) قرآن حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے کیونکہ یہ ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھتا ہے مثلاً امر و نہی کو اس کے مقام پر، خیر اور شر کو اس کے مقام پر۔

(4) ﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ ''یہ اس میں سے حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو وحی کی ہے'' (بنی اسرائیل:39)

(5) حکیم کے معنی محکم کے ہیں جو تبدیل نہیں ہوتا۔ جس میں باطل کا کسی گوشے سے بھی گزر نہیں ہوتا۔

(6) قرآن محکم ہے اس اعتبار سے رب العزت نے محفوظ اور پکے قرآن کی قسم کھائی ہے جو حکمت والے کی جانب سے نازل ہوا ہے۔

(7) اس قرآن کی حکمت یہ ہے کہ اس نے حکم اور حکمت کو اکٹھا کر دیا ہے۔

﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' (3)

سوال1: ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں'' نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔'' یہ وہ حقیقت ہے جس پر رب العزت نے قسم کھائی ہے کہ اے محمد ﷺ یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔

(2) نبی ﷺ تمام رسولوں میں افضل مقام رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت پر جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے وہ قرآن حکیم ہے۔

(3) ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ''آپ کو بھیجا نہیں گیا ہے۔'' (الرعد:43)

﴿عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

''سیدھے راستے پر ہیں''(4)

سوال1:﴿عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''سیدھے راستے پر ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''سیدھے راستے پر ہیں''یعنی آپ ﷺ مضبوط دین پر ہیں اور وہ اسلام ہے۔

(2) آپ ﷺ سیدھی شریعت پر ہیں جو مہربان رب کی جانب سے ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (٥٢) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (٥٣)﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آگاہ رہو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' (الشوریٰ:52،53)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ (ابوداؤد:4596)

﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾

''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے''(5)

سوال1:﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے''یعنی یہ قرآن معزز اور مہربان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

(2) اس نے اپنے بندوں کے صراط مستقیم پر چلنے کے لیے قرآن کو لائحہ عمل کے طور پر نازل فرمایا ہے۔

(3) یہ قرآن بندوں کو رب تک پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ (4) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ افکار وعمل کے مطابق زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے۔

(5) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ افکار وعمل کو واضح کرتا ہے۔ اور ان سے بچنے کے راستے واضح کرتا ہے۔

(6) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کو ان کی منزل جنت سے متعارف کرواتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے۔

(7) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والوں کو جہنم سے متعارف کرواتا ہے اور اس کی ہولناکیوں کے تذکرے سے

اس سے بچنے کے راستے دکھاتا ہے۔

(8) یہ قرآن صراط مستقیم پر چل کر کامیاب ہونے والوں اور صراط مستقیم چھوڑ کرنا کام ہونے والوں کے تاریخی واقعات کو عبرت کے لئے سناتا ہے۔(9) یہ قرآن واقعات، احکامات، مطالبات، عذاب اور انعامات پر مشتمل ہے۔

(10) رب العزت نے قرآن نازل کرنے والے کا تعارف کروایا ہے کہ وہ العزیز ہے یعنی کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس نے جو احکامات اور نصائح بھیجے ہیں ان کو قبول کرلو تو اچھا ہے اور نہ کرو تو کچھ بگڑے گا نہیں۔ وہ نہ ماننے والوں کو دنیا میں بھی عذابوں سے دوچار کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ الرحیم ہے وہ مومنوں پر دنیا میں بھی مہربان ہے اور آخرت میں بھی عذاب سے بچا کر کامیاب کرتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں بھری جنت ہوگی۔

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

”تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں“(6)

سوال:﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾”تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں“ قوم سے عرب مراد ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا﴾”تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں“ تاکہ عربوں کو ڈرا دیں جن کے پاس کوئی رسول اور کتاب نہیں آئی تاکہ تم ایسی قوم کو خبردار کردو جن کے باپ دادا خبردار نہ کیے گئے تھے۔

(2) اس سے مراد وہ ”امی“ عرب ہیں جن میں کتابیں نازل ہوئی تھیں نہ رسول مبعوث ہوئے تھے گمراہی ان پر چھا گئی تھی، جہالت نے ان کو اندھا کردیا تھا اور وہ اپنے اوپر اور اپنی بے وقوفی پر جگ ہنسائی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے ان کی طرف ایک رسول مبعوث فرمایا، تاکہ ان کو پاک کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے جبکہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور تاکہ وہ ”امی“ عربوں اور ان کے بعد آنے والے ہر امی کو گمراہی کے انجام سے ڈرائے۔ نیز اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو ان کتابوں کی یاددہانی کراتا ہے جو ان کے پاس ہیں۔ یہ کتاب حکیم تمام لوگوں کے لیے عام طور پر اور عربوں کے لیے خاص طور پر نعمت ہے مگر یہ لوگ جن کو برے انجام سے ڈرانے کے لیے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے، آپ کی دعوت اور انذار کے بعد دو گروہوں میں منقسم ہوگئے ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2235،2236)

(3) جیسا کہ نوح علیہ السلام سے رب العزت نے ان کی قوم کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا:﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾”یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کردو اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔“(نوح:1)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' (مریم:39)

(5) ﴿فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''تو وہ غافل ہیں'' یعنی اپنے کفر، فساد اور بعث اور معاد کو جھٹلانے کی وجہ سے وہ غافل ہیں۔ (القاسمی:60/14)

(6) وہ حق، نور اور شریعت کی معرفت سے غافل ہیں جو انسانوں کے لیے دونوں جہانوں کی سعادت ہیں۔ (تفسیر منیر:638/11)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾﴾ ''یقیناً جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے'' (یونس:7، 8) (8) وہ ایمان اور ہدایت سے غافل ہیں اسی وجہ سے وہ شرک اور بتوں کی عبادت میں مخبوط الحواس ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:5/3)

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ان میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے'' (7)

سوال: ﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُن میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے'' اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُن میں سے اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے'' جن لوگوں نے صراط مستقیم کی دعوت اور نبی ﷺ کے انذار کو قبول نہیں کیا ان میں سے اکثر لوگوں پر ''حق'' یعنی عذاب واجب ہو چکا ہے۔

(2) ﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''سو وہ ایمان نہیں لائیں گے'' اللہ رب العزت نے ام الکتاب (کتاب تقدیر) میں لکھ دیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لیے وہ ایمان لانے والے نہیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے والے نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1654/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (یونس:96)

(4) یعنی ان میں اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور اس کی مشیت نافذ ہو گئی کہ وہ اپنے کفر و شرک پر جمے رہیں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حق پیش کیا، مگر انھوں نے حق کو ٹھکرا دیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ (تفسیر سعدی:2236/3)

(5) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے یہ گھڑ رکھا ہے؟ بلکہ وہ تیرے رب کی جناب سے حق ہے، تاکہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی

خبردار کرنے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔'' (السجدہ:3)

(6)﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (البقرہ:7)

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾

''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' (8)

سوال:﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' ازلی بدبخت ایمان نہیں لاتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ ''یقیناً ہم نے اُن کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان ان کے دلوں تک کیوں نہیں پہنچ سکا۔ یعنی ان بدبختوں کو ہدایت ملنا ناممکن ہے ان کی مثال تو ان لوگوں کی سی ہے جن کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں، سر اٹھے ہوں اور گردنوں میں طوق پڑے ہوں۔ (مختصر ابن کثیر:1654/2)

(2)﴿فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ﴾ ''پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اُٹھا دیے گئے ہیں'' گردنوں میں پڑے ہوئے طوق اتنے بڑے ہیں جن کی وجہ سے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں طوقوں کی سختی کی وجہ سے وہ سر جھکا نہیں سکتے۔

(3) بغوی نے لکھا ہے اس آیت کا نزول ابوجہل اور اس کے ایک مخزومی ساتھی کے حق میں ہوا اور ابوجہل نے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں جہاں بھی محمد کو دیکھ پایا پتھر سے ان کا سر کچل دوں گا چنانچہ حضور ﷺ کو نماز کی حالت میں اس نے دیکھ لیا۔ اس کے پاس ہی پتھر بھی پڑا ہوا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر مارنے کے لئے پتھر اٹھانا چاہا فوراً ہاتھ گردن سے چمٹ گیا اور پتھر چھوٹ کر ہاتھ سے گر گیا۔ ابوجہل فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آیا اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور بیان کرتے کرتے ہی گر پڑا مخزومی بولا اب میں اسی پتھر سے آپ ﷺ کا سر کچل دوں گا چنانچہ وہ پتھر مارنے کے لئے حضور ﷺ کی طرف چلا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اللہ نے اس کو اندھا کر دیا حضور کی آواز تو اس کو سنائی دیتی تھی مگر آنکھوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا لیکن ساتھیوں میں سے بھی وہ کسی کو نہ دیکھ سکا لوگوں نے اس کو آواز دی کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا وہ تو مجھے نظر نہیں آئے ہاں انکی آواز میں نے ضرور سنی مگر میرے اور ان کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل تھی جیسے کوئی نر اونٹ ہو اور وہ اپنی دم ہلا رہا ہو اگر میں انکے قریب جاتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا اس پر یہ آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری:358) (تفسیر الجامع الاحکام القرآن القرطبی:8/8)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا﴾ ''اور اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی

آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی تو اس نے اُن سے منہ موڑ لیا اور وہ بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا۔ یقیناً ہم نے اُن کے دلوں پر دے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر آپ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تب وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (الکہف:57)

(5)﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (الجاثیہ:23)

(6)﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔'' (الانعام:125)

(7)﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ٻ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''آپ کہہ دیں میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

(8)﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ڔ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ڔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بن گئے، وہ جھوٹ کو بہت سننے والے ہیں اور دوسرے لوگوں کے لئے بہت سننے والے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کے مقام کے بعد بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اسے لے لو اور اگر تمہیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ، اور وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ جس کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ہرگز کسی چیز کے مالک نہیں

ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (المائدۃ:41)

(9)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔'' (النحل:108)

(10)﴿اُولٰٓئِكَ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ‌ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الۡعَذَابُ‌ ؕ مَا كَانُوۡا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَمَا كَانُوۡا يُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے۔'' (ہود:20)

(11)﴿الَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا﴾ ''وہ لوگ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔'' (الکہف:101)

﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ﴾

''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنا دی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' (9)

سوال:﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنا دی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' ایمان ازلی بدبختوں کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان ازلی بدبختوں کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ان کو ہدایت ملنا اس لئے ناممکن ہے ﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا﴾ ''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے بنا دی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے۔''
(2) یعنی ہم نے ان کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر دیں ہیں۔اسی وجہ سے وہ حق کو دیکھ نہیں سکتے اور شکوک وشبہات میں پھنس کر گمراہیوں میں بھٹک رہے ہیں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں پھر بھلائی کی راہ کیسے پائیں اور اس سے کیسے فائدہ اٹھائیں۔
(مختصر ابن کثیر:1654/2)

(3) یہ ان لوگوں کے حالات ہیں جن کے لیے یہ دنیا کی زندگی کی زینتیں ہی سب کچھ ہیں۔ وہ کچھ دیکھ نہیں پاتے۔ان کے آگے ایمان اور ترک شرک اور ترک معاصی ہیں لیکن دنیا کی زندگی کی زینتوں کی یہ دیوار انہیں ایمان تک نہیں پہنچنے دیتی۔ان کے پیچھے جو اعمال ہوئے ان سے توبہ کرنے کے راستے میں آخرت کا خوف نہ ہونا دیوار ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے ماضی کے جرائم پر توبہ نہیں کر پاتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ﴾ ''اور ہم نے اُن پر کچھ ساتھی مسلط کر دیئے تو انہوں نے

اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا۔'' (فصلت:25)

(4) ﴿فَاَغْشَیْنٰهُمْ﴾ ''پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا ہے'' یہ ان کی گمراہی کے لیے مبالغہ ہے کہ ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ یہ پردہ رسول اللہ ﷺ سے اور جو وہ لے کر آئے اس سے نفرت کا ہے اس لئے وہ اندھے بن گئے ہیں۔ اب دیکھتے نہیں۔ (ایسر التفاسیر:1267)

(5) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے ایمان اور اسلام کے درمیان دیوار ہے اس لئے وہ خالص نہیں ہو پاتے اور انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا، اُن پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (البقرہ:6)

(6) ﴿فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو وہ کچھ نہیں دیکھتے'' قتادہ اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ ہدایت کے لیے ان کی آنکھوں پر پردہ ہے جس کی وجہ سے وہ ہدایت سے نفع نہیں اٹھا پاتے۔ (الدر المنثور:5/487)

﴿وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' (10)

سوال: ﴿وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' دلوں پر مہر لگنے کی وجہ سے وہ نصیحت قبول نہیں کر سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اُن پر برابر ہے خواہ آپ اُنہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے'' وہ اس لیے نصیحت قبول نہیں کر سکتے کہ گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتا ہے۔ ایسے شخص سے ایمان لانے کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

(2) اب آپ ﷺ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (۹۷)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:96، 97)

(3) ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ﴾ ''آپ درحقیقت صرف انہیں لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے ہی لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (فاطر:18)

﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ﴾

''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سواُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں'' (11)

سوال: ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سواُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں'' انذار قبول کرنے والوں کی خصوصیات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی'' یعنی آپ ﷺ کے انذار کو قبول کرنے والا، اس سے فائدہ اٹھانے والا تو وہی ہے جو حق کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہے، جو قرآن کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔

(2) ﴿وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا'' جو اپنی تنہائیوں میں بھی رب سے ڈرتا ہے۔ آپ ﷺ کے انذار کا نفع وہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن پر ایمان لایا اور اس میں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان کی اتباع کی۔ (جامع البیان: 22/158)

(3) جس کے دل کو یقین ہے کہ الرحمٰن اس کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ وہ دلوں کے حال بھی جانتا ہے اور زبان اور اعضاء کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔ (4) وہ اللہ سے ڈرتا ہے جب لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے۔

(5) ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ﴾ ''سواُسے مغفرت کی بشارت دے دیں'' ایسے شخص کو گناہوں کی بخشش اور معافی کی بشارت سنا دیں۔

(6) ﴿وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اور باعزت اجر کی'' عزت والے، باوقار، فراخ، نفیس اور عمدہ اجر کی خوشخبری دے دیں جو اچھی نیت اور نیک اعمال کا صلہ ہیں۔ (7) انہیں نعمتوں بھری جنت دارالسلام کی خوشخبری دے دیں۔ (ایسر التفاسیر: 1268)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔'' (الملک: 12)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کرلے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ (ترمذی: 3334)

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اُن کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' (12)

سوال:﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اُن کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' اعمال اور آثار محفوظ کیسے جار ہے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''یقینا ہم مُردوں کو زندہ کریں گے''یعنی موت کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریں گے۔

(2) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔

(3)اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کا دل زندہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور مردہ دلوں کو بھی زندہ کر کے حق کی راہنمائی فرما سکتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سنگدلی کے ذکر کے بعد فرمایا:﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقین جانو اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، یقینا ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو۔'' (الحدید:17)(مختصر ابن کثیر:1655/2)

(4)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور بلا شبہ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور یقینا وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الحج:6-7)

(4)﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا﴾ ''اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا''یعنی دنیا میں جو اچھے برے اعمال کیے ہم انہیں لکھ رہے ہیں۔

(5)﴿وَاٰثَارَهُمْ﴾ ''اور اُن کے آثار کو بھی''اس سے مراد وہ آثار خیر اور آثار شر ہیں جنہیں وہ اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد وجود میں لانے کا سبب بنے۔ان اعمال نے ان کے اقوال،افعال اور احوال سے جنم لیا۔بھلائی کا ہر وہ کام آثار خیر میں شمار ہوتا ہے جو بندے کے علم،اس کی تعلیم،خیر خواہی،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے سبب سے وجود میں آتا ہے یا وہ علم جسے وہ اپنے متعلمین میں ودیعت کرتا ہے یا اس کی تحریر کے سبب سے وجود میں آتا ہے جس سے اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا کوئی نیک عمل جسے بندہ سرانجام دیتا ہے مثلاً نماز،صدقہ،یا کوئی بھلی بات جس کی دوسرے لوگ پیروی کریں،یا کسی مسجد کی تعمیر،یا کسی ایسی جگہ کی تعمیر جس سے لوگ استفادہ کرتے ہوں یا اس قسم کے دیگر کام،یہ سب آثار خیر میں شمار ہوتے ہیں جن کو اس کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔اور اسی طرح آثار شر ہیں،جن کو لکھ لیا جاتا ہے۔بنا بریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس نے دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کا اجر اسے عطا ہوگا اور اس کے بعد جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی ان کے اجروں میں کمی کرنے کے بغیر اسے ملے گا۔جس کسی نے دین اسلام میں کسی برائی کو رواج دیا اس کا گناہ اس کو ملے گا اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے جب کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(مسلم:1017)اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ہر طریقے

اور ذریعے سے اس کی طرف جانے والے راستے کی نشاندہی کرنے کی عظمت واضح ہوجاتی ہے۔ برائی کی طرف دعوت دینے اور اس کو رائج کرنے والا سب سے گھٹیا مخلوق، سب سے بڑا مجرم اور سب سے زیادہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔(تفسیر سعدی:2237/2)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے: صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔''(مسلم:4223)

(7) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے ابن آدم اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل نہیں ہے، تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں اور جتنے قدم تو اسکی معصیت میں اٹھاتا ہے سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں، تم میں سے جس سے ہوسکے وہ اللہ کی فرمانبرداری کے قدم اٹھالے۔ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی جس کو اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ مجاہد: اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں (الدر المنثور:489,488/5)

(8)﴿كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا۔''(مریم:79)

(9)﴿وَكُلَّ شَيْءٍ﴾''اور ہر چیز کو'' یعنی نیتوں اور اعمال کو۔

(10)﴿أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾''ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے'' یعنی ہر چیز ہم نے ایک روشن کتاب میں لکھ لی ہے یعنی تمام کائنات اور مخلوقات ایک لکھی ہوئی کتاب میں مندرج ہے جو لوح محفوظ میں سب سے بڑی کتاب ہے، یہاں امام مبین سے ام الکتاب مراد ہے۔(مختصر ابن کثیر:1655/2)

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى﴾''موسیٰ نے کہا:''اُس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔''(طٰہٰ:52)

(12)﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ (٥٢) وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ (٥٣)﴾''اور ہر وہ چیز جو اُنہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔''(القمر:53،52)

آخری آیات

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾

''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں جب اُن کے پاس رسول آئے''(13)

سوال:﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ‌ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴾''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں جب اُن کے پاس رسول آئے'' رسولوں کو جھٹلانے والے واقعات سے عبرت، آیات کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ﴾''اور اُن کے لیے آپ بستی والوں کی مثال بیان کریں'' رسولوں کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے سامنے پہلے جھٹلانے والوں کے واقعات بیان کریں۔

(2) بستی والوں کی مثال اہلِ مکہ کو سمجھانے کے لیے دی گئی۔ بستی والوں کے پاس بھی رسول آئے تھے اسی طرح محمد ﷺ بھی رسول ہیں۔ آپ ﷺ نہ تو پہلے رسول ہیں، نہ یہ سلسلۂ رسالت انوکھا ہے۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ قدیم ہے۔ (تفسیر منیر:646/11)

(3) یہ ایسی بستی والوں کی مثال ہے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔

(4)﴿اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴾''جب اُن کے پاس رسول آئے'' اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اور دین کو اس کے لیے خالص کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور انہیں شرک اور معاصی سے منع کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2239/3)

﴿اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ﴾

''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی تو اُن سب نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں''(14)

سوال:﴿اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ﴾''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی تو اُن سب نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں''، ہم آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ﴾''جب ہم نے اُن کے پاس دو رسول بھیجے۔ تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں قوت دی''یعنی دو رسولوں کو جھٹلانے کے بعد تیسرے رسول کے ذریعے ان دونوں کو تقویت پہنچائی۔

(2) رب العزت نے ان پر خاص رحمت کی ان پر پے در پے رسول بھیجے۔

(3)﴿فَقَالُوۡۤا﴾''تو اُن سب نے کہا۔'' رسولوں نے قوم سے کہا۔

(4)﴿اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ﴾''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' رسولوں نے قوم کو واضح کیا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ يَدۡعُوۡكُمۡ لِيَـغۡفِرَ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ

وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا اُس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے ہیں؟ وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدتِ مقرر تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو، جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (ابراہیم:10)

﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم محض جھوٹ بولتے ہو'' (15)

سوال: ﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو''، تم بستی کے لوگوں نے رسولوں کی آمد پر کیسے ردعمل کا اظہار کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' قوم نے کہا۔

(2) ﴿مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ﴾ ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو'' انہوں نے رسولوں کو ایسا جواب دیا جو ہر دور میں رسولوں کی دعوت کو جھٹلانے کے لئے مشہور ہے۔ بستی والوں نے کہا: (i) کہ تم تو ہماری طرح کے معمولی انسان ہو۔ (ii) انہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ (iii) انہوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

(3) بستی والوں نے کہا: خاص طور پر تمہیں کیوں وحی کے لئے منتخب کیا گیا، اور دوسرے انسانوں کو چھوڑ دیا گیا ان کا خیال تھا کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ ۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا، انہوں نے کہا: ''یہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر برتری حاصل کر لے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔'' (المومنون:24)

(4) ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (٩٤) قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (٩٥) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (٩٦)﴾ ''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو انہیں کسی چیز نے نہیں روکا اس کے سوا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے اُن پر کسی فرشتے کو رسول

بنا کر بھیجتے۔آپ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:96،94)

(5)﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں۔اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنھوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے۔تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟'' (انبیاء:3)

(6) ہر دور میں لوگ انسان کے رسول بن جانے کو فضیلت کی بات نہیں سمجھتے اس لیے مطمئن نہیں ہوتے۔

(7)﴿وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی'' یعنی رحمٰن نے کوئی وحی نازل نہیں کی، کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔(8)﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ ''تم محض جھوٹ بولتے ہو'' یعنی تم رسالت کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو۔

﴿قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ﴾

''اُنھوں نے کہا:''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلا شبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں''(16)

سوال:﴿قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اُنھوں نے کہا:''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلا شبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' ہمارا رب خوب جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''اُنھوں نے کہا'' تینوں رسولوں نے جواب دیا۔

(2)﴿رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ﴾ ''ہمارا رب جانتا ہے کہ بلا شبہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں'' رسولوں نے انتہائی اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' (العنکبوت:52)

(3) یعنی اگر ہم جھوٹ بولتے تو وہ ہم سے سخت انتقام لیتا لیکن وہ ہماری عزت افزائی کرنے والا ہے، اور ہمیں تم پر غلبہ عطا کرنے والا ہے۔تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام بہتر اور رشک آفریں ہوتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1656/2)

﴿وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے مگر صاف صاف پہنچا دینا''(17)

سوال:﴿وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ﴾''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے مگر صاف صاف پہنچا دینا''رسولوں کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام واضح طور پر پہنچا دینا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا عَلَيۡنَاۤ﴾''اور ہم پر ذمہ داری نہیں ہے''رسولوں نے اپنی ذمہ داری، اپنا کام واضح کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ﴾''مگر صاف صاف پہنچا دینا''ہمارا کام تو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں سنا دیں گے، تو ہمارا فرض تو ادا ہو گیا۔اگر تم اطاعت کرو گے تو دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹ لو گے۔اور سرکشی کرو گے تو اس کا نتیجہ بھی تمہارے سامنے آجائے گا۔

﴿قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ‌ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾

''بستی والوں نے کہا:''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا''(18)

سوال:﴿قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ‌ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾''بستی والوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے اور یقیناً ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا''انبیاء کو دی گئی دھمکی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡۤا﴾''بستی والوں نے رسولوں سے کہا''

(2)﴿اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ﴾''بلاشبہ ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے''یعنی ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اگر کوئی برا معاملہ ہو تو تمہاری نحوست کی وجہ سے ہو گا۔جب سے تم لوگ آئے ہمیں شر کے سوا کچھ نہیں ملا۔

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کوئی چیز نہیں اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں (بلکہ یہ محض وہم ہیں)۔''(مسلم:5788)

(4)یہ عجیب ترین بات ہے کہ اس شخص کو جو ان کے پاس جلیل ترین نعمت لے کر آئے جس سے اللہ تعالیٰ بندوں کو نوازتا ہے۔ان کو وہ بلند ترین اکرام عطا کرے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔اور وہ اسی چیز کے ضرورت مند ہوں۔یہ کہا جائے کہ وہ شر لے کر آیا ہے جس نے ان کے شر میں اضافہ کر دیا ہے۔اور وہ اس کو نحوست خیال کریں۔یہ لوگ صرف اور صرف خذلان اور عدم توفیق کی وجہ سے اپنے ساتھی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جو دشمن کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔(تفسیر سعدی:3/2239،2240)

(5)سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بھی ایسے ہی منحوس سمجھا گیا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَـنَا هٰذِهٖ‌ ۚ

﴿وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوۡا بِمُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''پھر جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔ سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:131)

(6) سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بھی منحوس قرار دیا: ﴿قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' صالح نے کہا: ''تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو۔'' (النمل:47)

(6) ﴿لَمۡ تَنۡتَهُوۡا﴾ ''اگر تم لوگ باز نہ آئے'' انہوں نے رسولوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے۔

(7) ﴿لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ﴾ ''تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیں گے'' ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

(8) ﴿وَلَیَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ ''اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' یا ہم گالیاں دے کر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دیں گے اور تمہیں ہماری جانب سے سخت تکالیف پہنچیں گی۔

﴿قَالُوۡا طٰٓئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو'' (19)

سوال: ﴿قَالُوۡا طٰٓئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو'' انبیاء نے دھمکی کا جواب دے دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (۱) ﴿قَالُوۡا﴾ ''اُنہوں نے کہا'' رسولوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿طٰٓئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ﴾ ''تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے'' تمہاری نحوست تم پر لوٹا دی جائے گی۔

(3) یعنی تمہارا شرک اور نافرمانیاں جو عذاب کا موجب بنے اور اس کے واقع ہونے کا سبب بنتی ہیں، تم پر لوٹا دی جائیں گی۔

(4) ﴿اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ﴾ ''کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے؟'' تمہاری نحوست یعنی برے اعمال کا نتیجہ تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اسے نحوست سمجھتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی جائے۔ اور تمہیں خالص توحید کی، عبادت کی دعوت دی جائے۔

(5) ﴿بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ﴾ ''بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو'' یعنی تم اس حد تک زیادتی کرنے والے ہو کہ نصیحت کے مقابلے میں تکبر، دعوت کے مقابلے میں نفرت میں اضافے کے سوا کچھ نہیں۔ تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ اور بے انصافی پر اتر آئے ہو۔

(6)لوگ نصیحتوں کا جواب دھمکیوں، تشدد اور قتل سے دے رہے تھے۔ یہی حد سے نکل جانا ہے۔

﴿وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾

''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' (20)

سوال: ﴿وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' نیک شخص نے رسولوں کی شہادت دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی﴾ ''اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا'' شہر کے دور کے علاقے سے آنے والے نیک شخص کو جب یہ خبر ملی کہ بستی والوں نے رسولوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، تو وہ بھاگا رسولوں کی مدد کو آیا اس نے اپنی قوم سے کہا۔

(2)﴿یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو'' اس نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں رسولوں کی پیروی کا حکم دیا۔ (3) اس نے رسولوں کی رسالت کی شہادت دی اور کہا ان کی تابعداری کرو اور ان کا کہا مانو۔

﴿اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾

''پیروی کرو اُن کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ سیدھا راستہ پانے والے ہیں'' (21)

سوال: ﴿اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ ''پیروی کرو اُن کی جو تم سے اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں'' مخلص رسولوں کی پیروی کرو، آیت کی روشنی میں نیک آدمی کی خیر خواہی کو واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ﴾ ''پیروی کرو اُن کی جو تم سے اجر نہیں مانگتے'' نیک شخص نے کہا: اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے اجرت طلب نہیں کرتا۔ جو تمہارا خیر خواہ ہے۔

(2)﴿وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور وہ سیدھا راستہ پانے والے ہیں'' رسول تمہیں اس چیز کی دعوت دیتے ہیں جس میں تمہارے لیے خیر اور برکتیں ہیں۔ جس چیز کا حکم دیتے ہیں اس کے صحیح ہونے پر عقل گواہی دیتی ہے اور جس چیز سے روکتے ہیں اس کے قبیح ہونے پر عقل گواہی دیتی ہے۔ شاید اس شخص کی قوم نے نصیحت قبول نہ کی بلکہ الٹا وہ اسے رسولوں کی اتباع اور اخلاص پر ملامت کرنے لگے۔ (تفسیر سعدی: 2240/3)

(3) اس نے کہا رسول خیر خواہ ان کا کہنا مانو گے تو پھلو پھولو گے۔